مسافر کے لیے نمازوں میں قصر وغیرہ کے حوالے سے دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
کی طرف سے جاری شدہ منتخب فتاویٰ کا مجموعہ بنام:

فتاویٰ اہلسنت
مسافر کی نماز کے اَحکام



پیش کش: مجلسِ اِفتاء (دعوتِ اسلامی)

فہرست

نمبر شمار	ابواب و عنوانات	صفحہ نمبر
	فہرست	2
	پیش لفظ	8
	سفر کرنے والا شرعی مسافر کب کہلائے گا؟	12
1	شرعی سفر کی حد کیا ہے؟ یہ کتنے کلو میٹر کا ہوتا ہے؟	12
2	مسافتِ سفر 92 کلو میٹر ہونے پر دلائل اور تین میل والی حدیث کا جواب	13
3	مسافر کا شرعی سفر کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟	23
4	92 کلو میٹر کا فاصلہ کہاں سے شمار ہوگا؟ جہاں سے چلا ہے، یا شہر سے نکل کر؟	25
5	شرعی سفر کی حد گھر سے شروع ہوگی یا شہر سے؟	29
6	شہر کی جس طرف سے جارہا ہے، اس سمت کی آبادی سے نکل جانا ضروری ہے؟	33
7	مسافر جس سمت میں جارہا ہے اسی سمت میں شہر کی حد ختم ہونے کا اعتبار ہے	36
8	کیا مسافر شرعی بننے کے لیے شہر کا بائی پاس کراس کرنا ضروری ہے؟	38
9	جس بستی کی آبادی شہر کے ساتھ متصل ہوچکی، اب وہ شہر کے حکم میں ہے یا نہیں؟	41

	اقامت کی شرائط	44
10	پندرہ دن رہنے کی حتمی نیت نہ ہو، اس میں شک ہو تو کیا مسافر مقیم بن جائے گا؟	44
11	اقامت کی نیت میں پندرہ دن کی تعیین کی وجہ	47
12	مسافر کا ایک ہی شہر کے متعدد مقامات پر یا شہر کے قریب گاؤں میں قیام کرنے کا حکم؟ نیز نیتِ اقامت میں دن کا اعتبار ہو گا یا رات کا؟	52
13	مقیم ہونے کے لیے دن کی بجائے، رات گزارنے کی نیت کا اعتبار کیوں؟	57
14	نیتِ اقامت کے لیے شرط ہے کہ وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو	59
15	مسافر نے 15 دن ٹھہرنے کی نیت کی اور اچانک کام پڑ گیا تو اب کیا حکم ہے؟	60
	وطن اصلی و وطن اقامت کے مسائل	65
16	وطنِ اقامت کن چیزوں سے باطل ہوتا ہے؟	65
17	وطنِ اقامت، وطن اصلی، وطن اقامت اور سفر شرعی سے باطل ہوتا ہے	70
18	کیا مرد کے لیے سسرال اور بیوی کے لیے میکا وطن اصلی ہے؟	71
19	عورت اپنے شوہر کے ساتھ مستقل طور پر کسی دوسرے ملک چلی گئی تو میکے اور سسرال آنے پر نماز پوری پڑھے یا قصر؟	82
20	جائے پیدائش کے وطن اصلی ہونے کا مطلب؟	86
21	وطن اصلی سے دوسری جگہ مستقل شفٹ ہو گیا تو وطن اصلی باطل ہو جائے گا	90

22	وطنِ اقامت، محض نیتِ سفر سے نہیں بلکہ بالفعل سفر سے باطل ہوتا ہے	91
23	مسافتِ شرعی تک پہنچنے سے پہلے لوٹ آیا تو کیا حکم ہوگا؟	95
24	ایک شہر کے مختلف محلے ایک جگہ کے حکم میں ہیں	97
25	دوسرے ملک کی نیشنلٹی حاصل کرنے سے وہ ملک وطنِ اصلی بن جائے گا؟	98
26	وطن کی اَقسام اور ان کے احکام، وطن سُکنیٰ کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟	108
27	جس شہر میں ملازمت وغیرہ کی غرض سے رہتا ہو وہ وطن اصلی نہیں	122
28	کسی شخص کے والدین دوسرے شہر رہتے ہوں، جہاں بیوی بچے نہیں رہتے، نہ ہی وہ شہر اس کی جائے ولادت ہے، تو وہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی نہیں	125
29	متبوع کی نیت کا اعتبار ہے، نیز تنخواہ دار اور دِہاڑی دار ملازم کے حکم میں فرق	126
30	وطنِ اقامت میں سامان رکھا ہو، تو پھر بھی سفر شرعی سے باطل ہوجائے گا؟	130
31	آدمی اپنے وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوجاتا ہے	141
32	کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں تو کس راستے سے جانے سے شرعی مسافر ہوگا؟	143
	قصر کے اَحکام	146
33	سفر شرعی کے دوران ضمنی قیام (دوست سے کچھ دیر ملاقات کرنا) مسافر	146

	ہونے سے مانع نہیں	
34	شرعی سفر میں کتنی دیر ٹھہرنا سفر کو منقطع کر دے گا؟	150
35	قصر اور پوری نماز پڑھنے میں کون سے وقت کا اعتبار ہے؟	160
36	وطن اصلی جاتے ہوئے راستے میں پوری نماز پڑھیں گے یا قصر؟	162
37	حالتِ سفر میں قضا ہونے والی نماز کیسے ادا کریں؟	164
38	مسافر جان بوجھ کر قصر نہ کرے تو گنہگار ہو گا اور نماز بھی واجب الاعادہ ہو گی	165
39	مسافر 92 کلو میٹر سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کر لے تو مسافر نہیں رہتا، مقیم ہو جاتا ہے	168
40	شرعی مسافر نے نماز میں قصر نہیں کی، تو نماز کی مختلف صورتوں کے احکام	170
41	12 ماہ کا مدنی قافلہ کرنے والوں کے سفر سے متعلق مختلف احکام	177
42	مسافر نے 92 کلو میٹر پر پہنچنے سے پہلے ہی ترکِ سفر کا ارادہ کر لیا تو کیا حکم ہے؟	180
43	مقیم نے عشا کی نماز قصر پڑھی، تراویح و وتر کے بعد مقیم ہونا یاد آیا تو کیا حکم ہے؟	181
44	ناجائز کام کے لیے شرعی سفر کرنے والے شخص پر سفر کے احکام ہوں گے؟	183
	مسافر مقیم کی، مقیم مسافر کی اقتدا کرے تو اس کے احکام	185
45	مسافر دوسری یا تیسری رکعت میں مقیم امام سے ملا تو باقی نماز ادا کرنے کا	185

	طریقہ	
46	نماز سے پہلے امام اپنے مسافر ہونے کا اعلان کرنا بھول گیا، نماز میں یاد آیا تو۔۔؟	186
47	مسبوق مقیم نے مسافر امام کی اقتدا کی تو نماز کیسے مکمل کرے؟	187
48	مسافر، مقیم امام کے پیچھے چار رکعتی فرض پڑھ رہا تھا اور کسی وجہ سے نماز فاسد ہو گئی، تو اب کتنی رکعت پڑھے گا؟	190
49	مسافر امام چار رکعتی نماز مکمل پڑھا دے، بعض مقتدی مقیم اور بعض مسافر تھے، تو۔۔۔؟	192
50	مقیم امام سے مسافر مقتدی دو رکعت کے بعد ملا، تو باقی کتنی رکعت پڑھنی ہیں؟	194
51	مسافر نے مقیم امام کی اقتدا کی اور پہلی رکعت میں وضو ٹوٹ گیا تو کیا حکم ہے؟	196
52	مقیم مقتدی کے لیے مسافر امام کے پیچھے سجدۂ سہو کرنے کا حکم	197
53	شرعی مسافر سفر کے دوران کسی جگہ جماعت قائم دیکھ کر شامل ہو گیا تو نماز کی مختلف صورتوں کے احکام، نیز اقتدا کی شرط "امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو" کا مطلب	200
	مسافر کے لیے رخصتیں	208
54	مسافر کے لیے نمازِ مغرب میں قصر کرنے، نیز سنتوں اور وتر کا حکم؟	208
55	مسافر کے لیے جمعہ کا کیا حکم ہے؟	212

56	مسافر کے لیے تراویح اور دیگر سنتیں چھوڑنے کا حکم	213
57	مسافر کو جماعت مل جائے تو قصر بہتر ہے یا جماعت ؟جمعہ و عیدین کا حکم ہے؟	217
58	سفر میں سنتوں کا حکم ، نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات میں تطبیق	219
	متفرقات	227
59	بس میں سفر کرتے ہوئے نماز کا وقت آجائے تو کیا حکم ہے؟	227
60	جمعہ والے دن زوال کے بعد جمعہ ادا کیے بغیر سفر کے لیے نکلنا گناہ ہے	228
61	مسافر جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟	230
62	مسافر امام اپنے مسافر ہونے کا اعلان کب کرے؟	236
	ماخذ و مراجع	238

پیشِ لفظ

سفر انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔شاید ہی دنیا میں کوئی شخص ایسا ہو جسے زندگی میں کبھی سفر درپیش نہ ہوا ہو۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کئی احکام میں آسانی فرمائی ہے اور انہی احکام میں سے مسافر کے لیے نماز میں قصر کرنے کا حکم بھی ہے جو کہ اختیاری نہیں بلکہ وجوبی ہے،لہٰذا فی زمانہ اگرچہ پہلے اَدوار کے مقابلے میں سفر نہایت آسان وآرام دہ ہوچکا ہے اور جدید ذرائع آمدورفت کی بدولت دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہوجاتا ہے، مگر اس کی وجہ سے قصر کے حکم میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب بعض صحابہ کرام کو یہ اِشکال پیش آیا کہ قرآن مجید میں تو فرمایا گیا ہے کہ ”نمازیں قصر سے پڑھو،اگر خوف ہو کہ کافر تمہیں فتنہ میں ڈالیں گے“جبکہ اب لوگ امن میں ہیں،توکیا اب بھی قصر کا حکم برقرار رہے گا؟تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”یہ صدقہ ہے،جو اللہ نے تم پر تصدق فرمایا، تو اس کا صدقہ قبول کرو۔“

چنانچہ اللہ کریم نے مسافر کو قصر نماز کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ ترجمہ کنزالعرفان:”اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو“[1]

مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:”القصر عزیمة غیر رخصة ولا یجوز الاکمال“نماز میں قصر کرنا عزیمت ہے ، رخصت نہیں اور مکمل چار رکعت ادا کرنا،جائز نہیں۔[2]

صحیح مسلم شریف میں ہے:”عن یعلی بن أمیّة، قال: قلت لعمر بن الخطاب:﴿لَیْسَ

1...پارہ5سورۃ النساء،آیت 101۔

2...تفسیر نسفی،سورۃ النساء،تحت الآیۃ 101،جلد1،صفحہ390،مطبوعہ لاہور۔

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ فقد أمن الناس، فقال: عجبت مما عجبت منه، فسألت رسول الله صلى الله عليه وسلّم عن ذلك، فقال صدقة تصدق الله بها عليكم، فاقبلوا صدقته "حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی (اللہ پاک نے تو یہ فرمایا) تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو، اگر خوف ہو کہ کافر تمہیں فتنہ میں ڈالیں گے، اب تو لوگ امن میں ہیں۔ فرمایا: جس چیز سے تمہیں تعجب ہوا ہے، مجھے بھی اس سے تعجب ہوا تھا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، تو ارشاد فرمایا: یہ صدقہ ہے، جو اللہ نے تم پر تصدق فرمایا، تو اس کا صدقہ قبول کرو۔ [1]

قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت واضح ہے، جابجا اس کی تاکید آئی، نمازیوں کے لیے بے بہا فضائل اور نماز چھوڑنے والوں کے لیے سخت وعیدات ارشاد فرمائی گئیں۔ نماز کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے اس کے حوالے سے ہر طرح کے مسائل کو تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ مثلاً دشمن سے خوف کی حالت میں کیسے نماز پڑھی جائے؟ اس پر باقاعدہ باب قائم کیا گیا، مریض شخص کیسے نماز پڑھے گا؟ اسے بھی مستقل حیثیت سے بیان کیا گیا ہے، یونہی سفر میں نماز کے احکام پر بھی مستقلاً گفتگو فرمائی گئی ہے، جیسا کہ کتبِ فقہ سے شغف رکھنے والے سے مخفی نہیں ہے کہ فقہائے کرام صلوٰۃ المسافر کے عنوان کے تحت بالتفصیل اس حوالے سے احکام بیان فرماتے ہیں۔

پھر ان مسائل میں کافی تفصیلات اور باریکیاں ہیں۔ الحمد للہ دار الافتاء اہلسنت سے جس طرح زکوٰۃ، حج، روزہ، نکاح، طلاق، وقف، کاروبار و تجارت و وراثت اور دیگر عبادات و معاملاتِ

---

1 ... صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافر، صفحہ 250، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

زندگی پر فتاویٰ جاری ہوتے رہتے ہیں اور ان میں سے کئی فتاویٰ موضوعاتی لحاظ سے مرتب ہو کر کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح مسافر کی نماز کے حوالے سے کئی فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں، چونکہ اس کی حاجت تھی کہ مسافر کی نماز کے حوالے سے مختلف مسائل پر مشتمل ایک کتاب ہو جس میں سفر کے اندر نماز کے حوالے سے پیش آنے والے کثیر مسائل یکجا موجود ہوں، تاکہ ان مسائل کو سیکھنے میں آسانی ہو، لہٰذا اس ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے استاذ محترم، شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم عطاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حکم فرمایا کہ مسافر کی نماز کے حوالے سے جاری شدہ فتاویٰ مرتب کر کے اسے تصنیفی صورت میں منظر عام پر لائیں، چنانچہ مفتی صاحب مُدَّ ظِلُّہُ الْعَالِی کے حکم پر دار الافتاء اہلسنت کی طرف سے مختلف اوقات میں اس حوالے سے جاری شدہ فتاویٰ شعبہ ریکارڈ سے حاصل کر کے، مزید کچھ نئے فتاویٰ شامل کر کے یہ مجموعہ تیار کیا ہے اور اس سلسلے میں دار الافتاء اہلسنت ملتان کے چند علمائے کرام کا بھرپور تعاون شامل رہا۔

ایک انمول تحفہ:

پاکستان بھر اور بیرون ممالک سے کیے گئے مختلف نوعیت کے سوالات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے آپ اس کتاب میں مسائل کے لحاظ سے تنوع اور وسعت پائیں گے۔ نیز چونکہ اس میں فقط احکام پر مشتمل فتاویٰ ہی نہیں ہیں بلکہ بہت سارے شرعی احکام کی وجوہات کے حوالے سے کیے گئے سوالات کے جوابات بھی موجود ہیں۔ مثلاً تین دن کی مسافت ہی مسافت شرعی کیوں ہے؟ اس کے برخلاف وارد بعض احادیث کا معنی و مفہوم کیا ہے؟ وطن اقامت کے لیے پندرہ دن کی مدت مقرر کیے جانے کی وجہ کیا ہے؟ یونہی کئی احکام کی تفہیم سے متعلق کیے گئے سوالات بھی اس کتاب کا حصہ ہیں، مثلاً جائے پیدائش کے وطن اصلی ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اس قسم کے دیگر

فتاویٰ موجود ہیں جو کہ معلومات افزا ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت دلچسپی کا باعث بھی ہیں، لہٰذا یہ کتاب شرعی مسائل سیکھنے سکھانے والوں کے لیے ایک انمول تحفہ ہے، جس کی اہمیت کا اندازہ اسے پڑھ کر ہی لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس دوران جو خطا ہوئی اس سے درگزر فرمائے، اور اس کام کے محرک اور کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

29 جمادی الاولی 1445ھ / 14 دسمبر 2023

سفر کرنے والا شرعی مسافر کب کہلائے گا؟

فتویٰ 1:

شرعی سفر کی حد کیا ہے؟ یہ کتنے کلو میٹر کا ہوتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شرعی سفر کی حد کیا ہے؟ یہ کتنے کلو میٹر کا ہوتا ہے؟ میں جہاں جاتا ہوں میرے گھر سے وہ تیس سے پینتیس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے کیا یہ شرعی سفر ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعی سفر کی مقدار آج کل کے حساب سے بانوے کلو میٹر ہے، اگر بانوے کلو میٹر یا اس سے زیادہ دور متصل جانے کا ارادہ ہو تو اپنے شہر سے باہر نکلتے ہی سفر کے اَحکام شروع ہو جائیں گے۔ جس جگہ جارہے ہیں وہ وطن اصلی یا وطن اقامت نہیں، تو وہاں بھی قصر کرنی ہوگی، مسافر ہی رہیں گے۔

آپ نے سوال میں جو صورت ذکر کی ہے اس سے آپ شرعی مسافر نہیں بنتے، لہٰذا آپ پر مسافر والے اَحکام بھی نافذ نہیں ہوں گے کہ یہ شرعی سفر نہیں۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــ

فتویٰ2:

مسافت سفر 92 کلو میٹر ہونے پر دلائل اور تین میل والی حدیث کا جواب

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ نماز قصر کرنے کے لیے 92 کلو میٹر پر کوئی حدیث نہیں ہے، بلکہ احادیث میں تو تین میل کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مؤقف پر درج ذیل روایات بیان کرتا ہے:

(الف) صحیح مسلم میں ہے :"عن يحيى بن يزيد الهنائي، قال: سألت أنس بن مالك، عن قصر الصلاة، فقال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خرج مسيرة ثلاثة أميال، أو ثلاثة فراسخ، شعبة الشاك، صلى ركعتين "ترجمہ: یحییٰ بن یزید ہنائی نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز میں قصر کے متعلق سوال کیا، تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تین میل کی مسافت کے لیے تشریف لے جاتے یا تین فرسخ کی مسافت کے لیے (شعبہ کو شک ہوا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعات ادا فرماتے۔

(ب) سنن ابی داؤد میں ہے:"عن منصور الكلبي، أن دحية بن خليفة خرج من قرية من دمشق مرة إلى قدر قرية عقبة من الفسطاط، وذلك ثلاثة أميال في رمضان، ثم إنه أفطر۔۔الحديث "ترجمہ: منصور الکلبی سے مروی ہے کہ دحیہ بن خلیفہ ایک مرتبہ دمشق کی بستی سے فسطاط کی بستی عقبہ کی مقدار کے برابر مسافت پر تشریف لے گئے، اور رمضان میں یہ تین میل کا سفر تھا تو انہوں نے افطار کیا۔۔الحدیث۔

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:"حدثنا هشيم، عن أبي هارون، عن أبي سعيد: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا سافر فرسخا قصر الصلاة "ترجمہ: ہشیم نے ہمیں ابو ہارون سے، انہوں نے ابو سعید سے روایت بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ایک فرسخ سفر فرماتے، تو نماز میں قصر فرماتے۔

(د)مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "عن ابن عمر، قال:تقصر الصلاة في مسيرة ثلاثة أميال" ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرمایا:تین میل کی مسافت میں نماز میں قصر کی جائے گی۔

(ہ)مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "عن اللجلاج، قال: كنا نسافر مع عمر رضي الله عنه ثلاثة أميال، فيتجوز في الصلاة، ويفطر"ترجمہ:لجلاج سے مروی ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تین میل کا سفر کرتے تھے،تو نماز میں قصر کرتے تھے اور افطار کرتے تھے۔

(و)مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "عن البراء، أن عليا خرج إلى النخيلة فصلى بها الظهر والعصر ركعتين، ثم رجع من يومه فقال: أردت أن أعلمكم سنة نبيكم " ترجمہ: حضرت براء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نخیلہ کی طرف تشریف لے گئے تو ظہر و عصر دو رکعات ادا کیں، پھر اسی دن واپس لوٹے، تو فرمایا: میں نے چاہا کہ تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھاؤں۔

شرعی رہنمائی فرمائیں کہ:

(1)کیا زید کا مذکورہ بالا احادیث سے کیا جانے والا استدلال درست ہے؟

(2)نیز ہمارا موقف جو 92 کلو میٹر کا ہے، اس پر کیا دلائل ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1)زید کا مذکورہ بالا روایات سے استدلال درست نہیں کہ یہ روایات قابل احتجاج نہیں ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف)مسلم شریف کی روایت کی ایک توجیہ تو یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ خاص واقعہ کا

کا ذکر ہے یہ واقعہ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طویل سفر کا واقعہ ہے اور سفر میں قصر کہاں سے شروع کی یہ اس کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ شریف سے اتنے میل سفر کر لیا، تو نماز میں قصر کی۔

اور دوسرا اس کا جواب یہ دیا گیا کہ احتمال ہے کہ یہ روایت منسوخ ہو چکی ہو، کیونکہ اس کے برعکس مقدار کے متعلق روایات موجود ہیں۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس روایت کے راوی یحییٰ نے یہ روایت جمہور صحابہ و تابعین کے برخلاف روایت کی ہے اور اس کے حفظ پر اعتماد بھی نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہ روایت قابل اعتبار نہیں۔

نیز اس روایت میں مقدار کے متعلق راوی کو شک ہے کہ تین میل فرمایا، یا تین فرسخ اور ایک فرسخ میں تین میل ہوتے ہیں، تو یوں راوی کو شک ہے کہ تین میل فرمایا یا نو میل، پس اس بنا پر تین میل کا اس سے استدلال درست نہیں۔

چنانچہ مسلم شریف کی روایت کے متعلق علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "وإنما يحمل هذا الحديث على أحد شيئين: أحدهما: أن يكون رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج بنية السفر الطويل فلما سار ثلاثة أميال قصر، ثم عاد من سفره، فحكى أنس ما رأى. والثاني: أن يكون منسوخا" ترجمہ: اس روایت کو دو میں سے ایک احتمال پر محمول کیا جائے گا: ایک احتمال تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل سفر کی نیت سے باہر تشریف لے گئے پھر جب تین میل سفر کر لیا، تو قصر فرمائی، پھر جب سفر سے واپس تشریف لائے، تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ملاحظہ فرمایا اس کی حکایت بیان فرمادی۔ اور دوسرا یہ کہ یہ منسوخ ہو۔[1]

---

1 ... کشف المشکل من حدیث الصحیحین، جلد 03، صفحہ 316، 317، مطبوعہ ریاض۔

عمدۃ القاری میں اسی روایت کے متعلق ہے: "قال أبو عمر: هذا عن يحيى بن يزيد الهنائي --- ويحيى شيخ بصري ليس لمثله أن يروي مثل هذا الذي خالف فيه جمهور الصحابة والتابعين، ولا هو ممن يوثق به في مثل ضبط هذا الأمر، وقد يحتمل أن يكون أراد سفرا بعيدا، ثم أراد ابتداء قصر الصلاة إذا خرج ومشى ثلاثة أميال، فيتفق حضور صلاة فيقصر "ترجمہ: ابو عمرو (علامہ ابن عبد البر) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ روایت یحییٰ بن یزید ہنائی سے مروی ہے اور یحییٰ بصری شیخ ہیں ان جیسے کا یہ حق نہیں کہ وہ ایسی روایت بیان کرے ،جو جمہور صحابہ و تابعین کے خلاف ہو اور ایسے معاملے کو محفوظ کرنے میں اس پر اعتماد بھی نہیں ہو سکتا اور احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہو، پھر جب تین میل سفر طے فرما لیا، تو اتفاقاً نماز ادا فرمانا چاہی، تو نماز میں قصر فرمائی ۔[1]

شرح الزرقانی علی الموطا میں اسی روایت کے متعلق ہے : "ورده القرطبي بأنه مشكوك فيه فلا يحتج به "ترجمہ: اور علامہ قرطبی نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ مشکوک ہے، تو اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔[2]

(ب) حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت پر سند کے اعتبار سے کلام ہے۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں ہے: "منصور الكلبيس عن دحية بن خليفة ما روى عنه سوى مرثد اليزني حديثه: فطر المسافر على ثلاثة أميال، لم يصححه عبد الحق " ترجمہ: منصور الکلبی، ابو داؤد شریف کا راوی ہے، جس نے دحیہ بن خلیفہ سے روایت کی ہے، اس سے مرثد الیزنی کے سوا کسی نے روایت نہیں کی، اس کی حدیث جس میں مسافر کے تین میل پر روزہ افطار کرنے کا ذکر ہے، اسے عبد الحق نے صحیح قرار نہیں دیا۔[3]

1... عمدۃ القاری، باب الصلوۃ بمنی، جلد 07، صفحہ 173، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

2... شرح الزرقانی علی الموطاء، باب ما یجب فیہ قصر الصلوۃ، جلد 1، صفحہ 515، مطبوعہ قاہرۃ۔

3... میزان الاعتدال، جلد 04، صفحہ 189، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے راوی منصور الکلبی کو مستور قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :"منصور ابن سعيد أو ابن زيد ابن الأصبغ الكلبي المصري مستور "منصور بن سعید یا منصور بن زید بن اصبغ کلبی مصری مستور ہیں۔[1]

(ج) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ والی روایت کے بعض راویوں پر شدید طعن کیا گیا ہے پس یہ روایت ضعیف ہے اور احتجاج کے قابل نہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 463ھ) الاستذکار میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کی سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:"وأبو هارون العبدي اسمه عمارة بن جوين منكر الحديث عند جميعهم متروك لا يكتب حديثه وقد نسبه حماد بن زيد إلى الكذب قال وكان يروي بالغداة شيئا وبالعشي شيئاوقال عباس عن ابن معين قال أبو هارون العبدي كانت عنده صحيفة يقول فيها هذه صحيفة الوصي وكان عندهم لا يصدق في حديثه، وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل سألت أبي عن هارون العبدي فقال ليس بشيء" ترجمہ: اور ابو ہارون عبدی کا نام عمارہ بن جوین ہے یہ منکر الحدیث ہے، سب کے نزدیک متروک ہے، جس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی اور اسے حماد بن زید نے کذب کی طرف منسوب کیا ہے، فرمایا: اور وہ صبح کو کچھ روایت کرتا تھا اور شام کو کچھ اور عباس نے ابن معین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ابو ہارون عبدی کے پاس ایک صحیفہ تھا، جس کے متعلق وہ کہتا تھا کہ یہ وصی کا صحیفہ ہے اور محدثین کے نزدیک اس کی حدیث کے متعلق اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے کہا: میں نے اپنے باپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) سے ہارون عبدی کے متعلق سوال کیا، تو فرمایا: وہ کچھ نہیں۔[2]

1... تقریب التہذیب، صفحہ 546، مطبوعہ دار الرشید، سوریا۔

2... الاستذکار، باب ما یجب فیہ قصر الصلوۃ، جلد 02، صفحہ 239، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

(د) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی وہ قول جو سوال میں ذکر کیا گیا ہے، اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی، کیونکہ ان سے مختلف مقادیر کے متعلق کئی اقوال مروی ہیں جو آپس میں متعارض ہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی روایت کے جواب میں بعض روایات ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " وما رواه محمد بن زيد بن خليد عن ابن عمر أنه كان يقصر الصلاة في مسيرة ثلاثة أميال ۔۔۔ فكيف نقبلها عن ابن عمر مع ما ذكرنا من رواية سالم ونافع عنه بخلافها من حديث أهل المدينة "ترجمہ: اور جو محمد بن زید بن خلید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ تین میل کی مسافت پر نماز میں قصر فرماتے تھے، تو ہم اسے کیسے قبول کریں، جبکہ جو روایات ہم نے سالم اور نافع کی روایت سے اس کے بر خلاف ان کی ذکر کی ہیں، وہ اہل مدینہ کی حدیث میں سے ہیں۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی مختلف مقدار والے اقوال ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: " وهذه أقوال متغايرة جدا" ترجمہ: اور یہ آپس میں بہت زیادہ متعارض اقوال ہیں۔[2]

(ہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایات راویوں کے مجہول وضعیف ہونے کی بناء پر قابل حجت نہیں۔ نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طویل سفر کا ارادہ فرمایا اور جب قصر کرنے لگے، تو اس وقت آپ نے تین میل مسافت طے کرلی تھی، تو یہ حقیقت میں تین میل کی وجہ سے قصر نہیں فرمائی، بلکہ طویل سفر کی بنا پر قصر فرمائی ہاں قصر کی ابتدا تین میل کی مسافت پر فرمائی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے متعلق علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ

1... الاستذکار، باب ما یجب فیہ قصر الصلوۃ، جلد 02، صفحہ 234، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

2... فتح الباری، باب فی کم یقصر الصلوۃ، جلد 02، صفحہ 567، مطبوعہ مصر۔

علیہ تحریر فرماتے ہیں :"فإن اللجلاج وأبا الورد مجهولان ولا يعرفان في الصحابة ولا في التابعين واللجلاج قد ذكر عن الصحابة ولا يعرف فيهم ولا في التابعين وليس في نقله حجة وأبو الورد أشر جهالة وأضعف نقلا ولو صح احتمل ما وصفنا قبل والله أعلم"ترجمہ:(حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راوی) لجلاج اور ابوالورد مجہول ہیں نہ تو ان کا صحابی ہونا معلوم ہے اور نہ تابعی اور لجلاج نے صحابہ سے روایت بیان کی ہے اور اس کا نہ صحابی ہونا معلوم اور نہ تابعی اور اس کی بیان کردہ روایت میں حجت نہیں، اور ابوالورد تو بہت زیادہ مجہول اور روایت بیان کرنے میں بہت زیادہ ضعیف ہے اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو، تو اس میں وہ احتمال ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا (یعنی طویل سفر والا)۔[1]

(و) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کی سند بھی ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں، نیز اس سفر کے متعلق معروف یہ ہے کہ یہ سفر آپ کا طویل تھا، تو قصر اس وجہ سے فرمائی کہ سفر طویل تھا، ہاں ابتدا تین میل سے فرمائی۔

چنانچہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے متعلق علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :"وهذا إسناد فيه من الضعف والوهن ما لا (خفاء) به وجويبر متروك الحديث لا يحتج به لإجماعهم على ضعفه وخروج علي رضي الله عنه إلى النخيلة معروف أنه كان مسافرا سفرا طويلا"ترجمہ: اور اس اسناد میں وہ ضعف اور کمزوری ہے جو مخفی نہیں اور جویبر متروک الحدیث ہے، اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی، کیونکہ اس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نخیلہ کی طرف جانے کے متعلق معروف ہے کہ اس میں وہ طویل سفر کے مسافر تھے۔[2]

1... الاستذکار، باب ما یجب فیہ قصر الصلوۃ، جلد 02، صفحہ 241، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

2... الاستذکار، باب ما یجب فیہ قصر الصلوۃ، جلد 02، صفحہ 241، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

(2)ہمارے مؤقف پر دلیل وہ روایت ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں اس عنوان کے تحت روایت کیا ہے "باب في كم يقصر الصلاة "یعنی باب اس کے متعلق کہ کتنی مسافت کے سفر پر قصر ہے۔روایت یہ ہے:" عن ابن عمر رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا مع ذي محرم "ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔[1]

اس سے امام بخاری نے اور احناف نے یہی ثابت کیا ہے کہ شرعی سفر جس پر احکام مرتب ہوتے ہیں وہ تین دن رات کا سفر ہے۔

اس بات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ احادیث میں مسافر کو تین دن رات تک موزوں پر مسح کی اجازت دی گئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شرعی احکام جس سفر پر مرتب ہوتے ہیں، وہ تین دن رات کا سفر ہے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے:"عن شريح بن هانئ، قال: أتيت عائشة أسألها عن المسح على الخفين، فقالت: عليك بابن أبي طالب، فسله فإنه كان يسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألناه فقال: جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر، ويوما وليلة للمقيم" ترجمہ: شریح بن ہانی سے مروی ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں موزوں پر مسح کے متعلق سوال کرنے کے لیے حاضر ہوا، تو انہوں نے فرمایا: حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس جا کر پوچھو، کیونکہ وہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، پس ہم نے ان سے پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں مقرر فرمائی ہیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات۔[2]

1... صحیح البخاری، ابواب تقصیر الصلوۃ، باب فی کم یقصر الصلوۃ، صفحہ 205، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

2... صحیح مسلم، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، صفحہ 120، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

عمدۃ القاری میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:"ذكر المسافة التي تقصر فيها الصلاة: اختلف العلماء فيها، فقال أبو حنيفة وأصحابه والكوفيون: المسافة التي تقصر فيها الصلاة ثلاثة أيام ولياليهن بسير الإبل ومشي الأقدام ـــ وإلى ثلاثة أيام ذهب عثمان بن عفان وابن مسعود وسويد بن غفلة والشعبي والنخعي والثوري وابن حيي وأبو قلابة وشريك بن عبد الله وسعيد بن جبير ومحمد بن سيرين، وهو رواية عن عبد الله بن عمر "ترجمہ: اس مسافت کا ذکر جس میں نماز میں قصر کی جائے گی، اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، پس ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور کوفیوں نے کہا: جس مسافت میں نماز میں قصر کی جائے گی وہ تین دن رات کی مسافت ہے اونٹ اور پیدل کی رفتار کے ساتھ، اور تین دن کا ہی موقف ہے، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرات سوید بن غفلہ، شعبی، نخعی، ثوری، ابن حیی، ابو قلابہ، شریک بن عبد اللہ، سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین کا اور یہی ایک روایت ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جس روایت کی طرف علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا وہ یہ ہے، جسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آثار میں روایت فرمایا:"عن علي ابن ربيعة الوالبي قال: سألت عبد الله ابن عمر رضي الله عنهما إلى كم تقصر الصلاة؟ فقال: " أتعرف السويداء؟ قال: قلت لا، ولكني قد سمعت بها، قال: هي ثلاث ليال قواصد، فإذا خرجنا إليها قصرنا الصلاة " قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رضي الله عنه "ترجمہ: علی بن ربیعہ الوالبی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت تک نماز میں قصر کی جائے گی؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تو سویداء کو جانتا ہے؟ کہتے ہیں، میں نے کہا: نہیں لیکن میں نے اس کے متعلق سن رکھا ہے، فرمایا:

---

1 ... عمدۃ القاری، باب الصلوۃ بمنی، جلد 07، صفحہ 172، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

وہ تین رات کی مسافت ہے، تو جب ہم وہاں جاتے تو نماز میں قصر کرتے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی تمام اقوال سے سب سے محتاط قول یہی ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے اور علامہ ابن عبد البر (المتوفی 463ھ) الاستذکار میں تحریر فرماتے ہیں: "ومن احتاط فلم يقصر إلا في مسيرة ثلاثة أيام كاملة" ترجمہ: اور جس نے احتیاط سے کام لیا اس نے تین دن کامل کی مسافت میں ہی نماز میں قصر کی۔[2]

اور تین دن رات کی مسافت کی مقدار کلومیٹر کے حوالے سے 92 کلومیٹر بنتی ہے۔

جد الممتار میں امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "والمعتاد المعهود فی بلادنا ان کل مرحلة ۱۲ کوس، وقد جربت مرارا کثیرة بمواضع شهیرة ان المیل الرائج فی بلادنا خمسة اثمان کوس المعتبر هاهنا فاذا ضربت الاکواس فی ۸ و قسم الحاصل علی ۵ کانت امیالا فاذن امیال مرحلة واحدة ۱۹، ۵/۱ وامیال مسیرة ثلاثه ایام ۵۷، ۵/۳ اعنی ۶ء ۵۷" ترجمہ: ہمارے بلاد میں معتاد و معہود یہ ہے کہ ہر منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے، میں نے بار بار بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے وہ ۵/۸ کوس ہے، جب کوسوں کو ۸ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو ۵ پر تقسیم کریں، تو حاصل قسمت میل ہو گا، اب ایک منزل ۱۹، ۵/۱ میل کی ہوئی اور تین دن کی مسافت ۵۷، ۵/۳ میل یعنی ۵۷-۶ میل۔[3]

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "احناف کا صحیح مذہب یہ ہے کہ تین منزل کی دوری پر جانے کا قصد ہو، تو وہ

1.... الآثار لمحمد بن حسن، باب الصلوۃ فی السفر، جلد 1، صفحہ 500، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

2.... الاستذکار، باب ما یجب فیہ قصر الصلوۃ، جلد 02، صفحہ 242، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

3.... جد الممتار، باب صلاۃ المسافر، جلد 03، صفحہ 562-563، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

مسافر ہے مگر اب منزلیں ختم ہو گئیں، ہوائی جہاز پر سفر ہونے لگا، اس لیے اس زمانے میں میلوں سے اس کی تعیین ضروری ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے مختلف منازل کے فاصلوں کو سامنے رکھ کر حساب لگایا، تو اوسطاً تین منزل کی مسافت ستاون میل ہوئی جو موجودہ اعشاریہ پیمانے سے بانوے کلو میٹر ہے۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

08شعبان المعظم 1439ھ/25اپریل 2018ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

فتویٰ3:

مسافر کا شرعی سفر کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ قادر پور راواں، ملتان کے نواح میں واقع ایک شہر ہے، دونوں میں چند کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ میری رہائش قادر پور راواں کی ہے اور کام کے سلسلے میں کراچی وغیرہ مختلف شہروں میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ میرے سفر کی ابتدا و اختتام کے متعلق کیا حکم ہوگا یعنی میں کب مسافر بنوں گا اور کب میرا سفر اختتام پر پہنچے گا؟ کیونکہ ٹرین وغیرہ کے ذریعے عموماً سفر کی ابتدا و انتہا ملتان سے ہوتی ہے تو ملتان میں مجھے قصر کرنی ہوگی یا پوری نماز پڑھنی ہوگی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مسافر بننے نہ بننے کے لئے اپنے شہر کی حدود سے نکلنے، نہ نکلنے کا اعتبار ہے یعنی سفر کا ارادہ

1 ... نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد2، صفحہ 535، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور۔

رکھنے والا شخص اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہو جائے اور اگر فنائے شہر (یعنی آبادی سے باہر ایسی جگہ جو شہر کی ضروریات و مصالح کے لئے بنی ہوتی ہے، جیسے کوڑا پھینکنے کی جگہ، قبرستان وغیرہ، یہ جگہ) بھی آبادی سے متصل یعنی ملی ہوئی ہو، تو اس سے باہر ہونا بھی ضروری ہے۔ سفر کا ارادہ رکھنے والا شخص اس تفصیل کے مطابق شہر کی حدود سے جب باہر چلا جائے گا، تو مسافر ہو جائے گا اور اسے نماز میں قصر کرنی ہو گی اور جب اسی تفصیل کے مطابق اپنے شہر کی حدود میں دوبارہ داخل ہو گا، تو مسافر کے اَحکام ختم ہو جائیں گے اور پوری نماز پڑھنی ہو گی۔

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ کے سوال کا جواب واضح ہو گیا کہ آپ کا شہر چونکہ قادر پور راواں ہے، ملتان نہیں ہے، لہٰذا کراچی وغیرہ 92 کلو میٹر یا اس سے زائد سفر کے ارادے سے جب آپ اپنے شہر کی حدود سے باہر چلے جائیں گے، تو مسافر کہلائیں گے اور نماز میں قصر کرنی ہو گی، یوں آپ ملتان میں بھی قصر نماز ادا کریں گے۔ یونہی واپسی پر جب آپ اپنے شہر کی حدود میں داخل ہوں گے، تب مسافر کے احکام ختم ہوں گے، لہٰذا واپسی پر بھی آپ ملتان میں مسافر ہی ہوں گے اور قصر نماز ادا کریں گے۔

ملتقی الابحر و درمنتقی میں ہے: ”(ولا یزال علی حکم السفر) من القصر و جواز القصر (حتی یدخل وطنه)“ اور مسافر قصر کرنے اور قصر کے جائز ہونے میں مسافر کے حکم میں رہے گا یہاں تک کہ اپنے وطن (گاؤں یا شہر) میں داخل ہو جائے۔[1]

رد المحتار میں ہے: ”اما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كربض الدواب و دفن الموتى والقاء التراب، فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته“ رہا فنائے شہر تو وہ ایسی جگہ ہے، جو شہر کی مصالح کے لئے ہو جیسے گھوڑ دوڑ کا میدان، قبرستان اور مٹی ڈالنے کی جگہ، پس اگر یہ شہر سے متصل ہو تو (مسافر بننے کے لئے) اس سے نکل جانے کا بھی اعتبار ہو گا۔[2]

---

1 ... ملتقی الابحر و درمنتقی مع مجمع الانہر، جلد 1، صفحہ 240، مطبوعہ کوئٹہ۔

2 ... رد المحتار، جلد 2، صفحہ 722، مطبوعہ کوئٹہ۔

بہار شریعت میں ہے:"مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں نہ پہنچ جائے۔"[1]

بہار شریعت میں ہے:"فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لئے ہو مثلاً قبرستان گھوڑ دوڑ کا میدان، کوڑا پھینکنے کی جگہ اگر یہ شہر سے متصل ہو تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے۔اور اگر شہر و فناء کے درمیان فاصلہ ہو تو نہیں۔"[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

23ربیع الآخر 1445ھ/08نومبر 2023ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ4:

92کلو میٹر کا فاصلہ کہاں سے شمار ہو گا، جہاں سے چلا ہے، یا شہر سے نکل کر؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر کا 92 کلو میٹر والا فاصلہ کہاں سے شمار ہو گا، جہاں سے چلا ہے وہاں سے یا شہر سے نکل کر؟یونہی اگر گھر سے لے کر دوسرے مقام تک 92کلو میٹر سفر بنتا ہے، جبکہ دونوں شہروں کے درمیان کا فاصلہ 92کلو میٹر نہیں تو اب مسافر بنے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فاصلہ شہر سے نکل کر شمار کیا جائے گا کیونکہ

1...بہار شریعت، جلد1، صفحہ744، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

2...بہار شریعت، جلد1، صفحہ742، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ کراچی۔

اولاً: وہ شہر (اور فنائے شہر) سے نکل کر ہی مسافر شمار ہوتا ہے، اس سے پہلے مسافر نہیں ہوتا۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "فلا یصیر مسافرا قبل ان یفارق عمران ما خرج منہ من الجانب الذی خرج حتی لو کان ثمۃ محلۃ منفصلۃ عن المصر وقد کانت متصلۃ بہ لا یصیر مسافرا مالم یجاوز ھا "تو مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے اس جانب سے باہر ہو جائے جس جانب سے وہ نکلے حتی کہ اگر وہ ایسے محلہ میں ہے کہ جو شہر سے جدا ہے حالانکہ وہ پہلے شہر سے متصل تھا تو جب اس سے بھی باہر ہو گا تو مسافر ہو گا۔[1]

محیط برھانی میں ہے: "مادام فی عمرانات المصر فھو لا یعد مسافراً "جب تک شہر کی آبادی میں رہے گا تب تک مسافر شمار نہیں ہو گا۔[2]

بدائع الصنائع میں ہے: "فعل السفر لا یتحقق الا بعد الخروج من المصر" سفر کا فعل شہر سے نکلنے کے بعد ہی ثابت ہو گا۔[3]

ثانیاً: مسافر کی تعریف ہی اس طرح کی ہے کہ مسافر وہ ہے جو کہ تین دن (مسافت کی مقدار) کے ارادے سے موضع اقامت (شہر یا قریہ) سے نکلے۔

علامہ شمس الدین تمر تاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ قاصداً مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا "جو شخص تین دن اور تین راتوں کی راہ تک جانے کے ارادہ سے اپنی اقامت والی آبادی سے باہر ہوا۔[4]

1.... ردالمحتار، جلد 2، صفحہ 723، مطبوعہ کوئٹہ۔

2.... المحیط البرہانی، جلد02، صفحہ 387، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی لبنان۔

3.... بدائع الصنائع، جلد01، صفحہ 477، مطبوعہ کوئٹہ۔

4.... تنویر الابصار، جلد02، صفحہ 722 تا724، مطبوعہ کوئٹہ۔

اس کے تحت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"(قاصداً) اشار به مع قوله "خرج" الی انه لوخرج ولم یقصد اوقصد ولم یخرج لایکون مسافراً "ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول (خارج ہو) کے ساتھ (قصد سے) کہہ کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر نکلے مگر قصد نہ ہو یا قصد ہو مگر خارج نہ ہو تو مسافر نہیں ہو گا۔[1]

ثالثاً: مسافر ہونے کے احکام بھی شہر سے نکلنے کے بعد لگتے ہیں۔

شیخ محمد بن علی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"من جاوز بیوت مصره من جانب خروجه مریدا سیر اوسطا ثلاثة ایام قصر الفرض الرباعی "یعنی جو اپنے شہر کے گھروں سے اپنے نکلنے کی جانب سے تین دن کی راہ کے ارادہ سے باہر ہوا تو وہ چار رکعتی نماز میں قصر کرے گا۔[2]

رابعاً: فقہاء جب مسافتِ شرعی کا ذکر کرتے ہیں تو اس طرح کرتے ہیں کہ یہ مسافر جس شہر میں جارہا ہے وہ شہر تین دن کے فاصلے پر ہے تو مسافر ہو گا ورنہ نہیں۔یعنی پہنچنے میں شہر کا اعتبار کرتے ہیں تو چلنے میں بھی شہر کا اعتبار ہونا چاہیے۔

بحر الرائق میں ہے:"ذکر الاسبیجابی المقیم اذا قصد مصراً من الامصار وهو مادون مسیرة ثلاثة ایام لایکون مسافراً، ولو انه خرج من ذلک المصر الذی قصد الی مصر آخر وهو ایضاً اقل من ثلاثة ایام فانه لایکون مسافراً وان طاف آفاق الدنیا علی هذا السبیل لایکون مسافراً "ترجمہ: اسبیجابی نے ذکر کیا ہے کہ مقیم جب کسی شہر کا قصد کرے اور وہ شہر تین دن سے کم فاصلے پر ہو تو یہ مسافر نہیں ہو گا، اور اگر اس مقصود شہر سے (پھر آگے کے لیے) نکلا اور وہ بھی تین دن سے کم فاصلے پر ہے، تو وہ مسافر نہیں ہو گا اگرچہ اس طور پر پوری دنیا گھوم لے۔[3]

1.... ردالمحتار، جلد02، صفحہ 723، مطبوعہ کوئٹہ۔

2.... ملتقی الابحر مع مجمع الانہر، جلد01، صفحہ 237-238، مطبوعہ کوئٹہ۔

3.... بحر الرائق، جلد2، صفحہ 228، مطبوعہ کوئٹہ۔

خامساً: فقہاء نے بھی دو شہروں کے فاصلے کو معیار بنایا۔

بنایہ میں سفر کی مقدار کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ”عن أبي وائل شقيق بن سلمة أنه سئل عن القصر من الكوفة إلى واسط، فقال: لا يقصر الصلاة في ذلك، وبينهما مائة وخمسون ميلا، وعن الحسن بن حي في رواية: لا قصر في أقل من اثنين وثمانين ميلا“ حضرت ابو وائل بن شقیق بن سلمہ سے کوفہ سے لے کر واسط تک کی مسافت میں قصر کرنے کے متعلق سوال ہوا، تو فرمایا: اس میں نماز قصر نہیں اور ان کے درمیان ایک سو پچاس میل ہیں اور حسن بن حی سے ایک روایت میں ہے: بیاسی میل سے کم میں قصر نہیں، جیسا کہ کوفہ سے بغداد۔[1]

سادساً: امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہوئے ایک سائل نے وطن سے فاصلہ شمار فرمایا اور امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے برقرار رکھا۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ”زید کے وطن سے ایک مقام تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوئی، تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں؟“ تو جواباً ارشاد فرمایا: ”ہے جبکہ قصد دو جگہ پر منقسم نہ ہو۔“[2]

سابعاً: بلکہ قدوری کے اندر صراحت ہے کہ تین دن کا فاصلہ (شرعی مسافت) شہر سے شمار ہو گا۔

چنانچہ اس میں لکھا ہے: ”ان يقصد الانسان موضعاً بينه وبين **مصره** مسيرة ثلاثة ايام فصاعداً“ انسان ایسی جگہ کا قصد کرے کہ اس جگہ اور انسان کے شہر کے درمیان تین دن یا اس

---

1 ۔۔۔ البنایۃ فی شرح الہدایۃ، جلد 3، صفحہ 242، مطبوعہ ملتان۔

2 ۔۔۔ فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 254، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

سے زائد کی مسافت ہو۔[1]

لہٰذا اگر گھر سے دوسرے مقام تک تو 92 کلو میٹر ہے، لیکن دونوں شہروں کے مابین 92 کلو میٹر نہیں، تو شرعی مسافر نہیں بنے گا۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

23 ذو القعدۃ الحرام 1431ھ/10 نومبر 2010ء

فتویٰ 5:

شرعی سفر کی حد گھر سے شروع ہوگی یا شہر سے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شرعی مسافر کے لیے جو فاصلہ بیان کیا جاتا ہے کہ 92 کلو میٹر یا زیادہ کا سفر ہو، تو وہ مسافر کہلائے گا۔ یہ فاصلہ سفر کرنے والے کے گھر سے لے کر جس گھر جانا ہے، ان دونوں کے درمیان کا ہے یا دونوں شہروں کی حدود کے درمیان کا ہے؟ ہر صورت میں اس کا حوالہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شرعی مسافر کہلانے کے لیے جو فاصلہ درکار ہوتا ہے یہ دو شہروں کی حدود کا درمیانی فاصلہ ہوتا ہے، نہ کہ اپنے گھر سے دوسرے کے گھر تک کا۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ آدمی جب تک اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے نہیں نکلتا اس وقت تک اس کا سفر ہی شروع نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنے گھر سے شہر کی آخری حد تک

1... قدوری مع الجوہرۃ، جلد 1، ص 215، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

جو فاصلہ ہے اس دوران وہ نماز قصر نہیں کر سکتا، اگرچہ سینکڑوں کلو میٹر دور جانے کا ارادہ ہو۔ یونہی جس شہر یا بستی میں جانا ہوتا ہے، اس کی آبادی جہاں سے شروع ہوتی ہے اعتبار اسی جگہ کا کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص سینکڑوں کلو میٹر کے فاصلے پر واقع شہر میں سفر کرتے ہوئے آیا اور یہاں اس نے 15 دن سے زیادہ رہنا ہے، تو اس شہر کی آبادی میں داخل ہوتے ہی قصر نماز کا حکم ختم ہو جائے گا اور اسے پوری نماز پڑھنی ہو گی، اگرچہ وہ شہر کے اندر اس گھر میں نہ پہنچا ہو جس میں اس نے قیام کرنا تھا۔ یہی مسئلہ اس وقت بھی ہوتا ہے کہ جب آدمی سفر سے واپس اپنے شہر آتا ہے، تو شہر کی آبادی میں داخل ہوتے ہی قصر کا حکم ختم ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ اپنے گھر نہ پہنچا ہو۔ ان مسائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سفر میں جو فاصلہ لیا جاتا ہے، یہ دو مختلف شہروں یا بستیوں کی حدود کا درمیانی فاصلہ ہوتا ہے اور ان مسائل میں پورا شہر یا پورا گاؤں، اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو وہ ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

جزئیات درج ذیل ہیں:

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مدینہ شریف سے سفر حج شروع کیا، تو ظہر کی نماز مدینہ شریف کی حدود میں چار رکعت ہی ادا کی اور پھر مدینہ شریف کی حدود سے نکلنے کے بعد ذوالحلیفہ کے مقام پر عصر کی نماز قصر ادا کی۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: "أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالمدينة أربعا، وصلى العصر بذي الحليفة ركعتين "ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں ادا کیں۔[1]

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "إذا نوى المسافر الإقامة خمسة عشر يوما في موضعين فإن كان مصرا واحدا أو قرية واحدة صار مقيما، لأنهما متحدان حكما، ألا يرى أنه

1 .... الصحیح البخاری، صفحہ 205، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

لو خرج إليه مسافر الم يقصر "ترجمہ: مسافر نے دو جگہوں پر 15 دن ٹھہرنے کے نیت کی، تو اگر وہ ایک ہی شہر یا ایک ہی گاؤں کی دو جگہیں ہیں، تو یہ شخص مقیم ہو جائے گا، کیونکہ یہ دونوں جگہیں حکماً ایک ہی ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہوئے جائے تو وہ قصر نہیں کرتا۔[1]

بنایہ میں ہے: "وفي المفيد، والتحفة: المقيم إذا نوى السفر ومشى أو ركب لا يصير مسافرا ما لم يخرج عن عمران المصر "ترجمہ: مفید اور تحفہ میں ہے: مقیم شخص جب سفر کی نیت کرے یا چلنا شروع کر دے یا سوار ہو جائے، تو وہ مسافر نہیں ہو گا جب تک شہر کی آبادی سے نہ نکل جائے۔[2]

ہدایہ میں ہے: "(وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين) "لأن الإقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها. وفيه الأثر عن علي رضي الله عنه، لو جاوزنا هذا الخص لقصرنا "ترجمہ: اور مسافر جب شہر کے گھروں سے نکل جائے، تو وہ دو رکعت پڑھے گا، کیونکہ اقامت کا تعلق شہر کے گھروں میں داخل ہونے سے ہوتا ہے، تو سفر کا تعلق ان گھروں سے نکل جانے سے ہو گا اور اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک اثر وارد ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہم اس خص (بانس سے بنے ہوئے گھر) سے آگے نکل جائیں، تو ہم قصر کریں گے۔[3]

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوری روایت مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے یوں لکھی ہے: "روى ابن أبي شيبة عن علي رضي الله عنه أنه خرج من البصرة فصلى الظهر

1.... بدائع الصنائع، جلد 01، صفحہ 483، مطبوعہ کوئٹہ۔
2.... بنایہ شرح ہدایہ، جلد 02، صفحہ 253، مطبوعہ ملتان۔
3.... ہدایہ مع بنایہ، جلد 1، صفحہ 253 تا 255، مطبوعہ ملتان۔

أربعا ثم قال: إنا لو جاوزنا هذا الخص لصلينا ركعتين" ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ بصرہ سے نکلے اور ظہر کی نماز چار رکعت ادا کی پھر فرمایا: اگر ہم اس خص (بانس سے بنائے ہوئے گھر) سے آگے نکل جائیں تو ہم قصر کریں گے۔[1]

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "زید اپنے وطن سے ستر یا اسی کوس کے فاصلے پر کسی شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال دو سال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا اس آمد ورفت میں اس کو نماز قصر پڑھنا چاہئے یا نہیں۔"

اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں: "جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو، قصر کرے گا، جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا، قصر جاتا رہا، جب تک یہاں رہے گا، اگرچہ ایک ہی ساعت، قصر نہ کرسکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں، پھر جب وطن سے اُس شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اس وقت سے قصر واجب ہو گیا، راستے بھر تو قصر کرے گا ہی اور اگر اُس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں، بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے اور کہیں جانے کا قصد ہے، تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا اور اگر وہاں اقامت کا ارادہ ہے، تو صرف راستہ بھر قصر کرے، جب اس شہر کی آبادی میں داخل ہو گا قصر جاتا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم"[2]

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری مدنی

30 رجب المرجب 1439ھ/17 اپریل 2018ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

---

1 ... فتح القدیر، جلد 02، صفحہ 33، مطبوعہ کوئٹہ۔

2 ... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 258، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

فتویٰ 6:

شہر کی جس طرف سے جارہا ہے، اس سمت کی آبادی سے نکل جانا ضروری ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شرعی سفر کی حد جو بیان کی گئی ہے 92 کلو میٹر کی، وہ کہاں سے شمار ہو گی، اس کے گھر سے، یا شہر کی حدود سے نکل کر؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ گھر سے سفر کی ابتدا ہو جاتی ہے اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سفر شرعی کے اعتبار سے شرعاً مسافر بننے کے لئے نیت سفر کے ساتھ شہر یا گاؤں کی جس سمت سے باہر جارہا ہے، اس طرف کی آبادی سے باہر ہو جانا بھی ضروری ہے۔ متون و شروح و فتاویٰ میں مذکور جزئیات "خروج من البلد، خروج من المصر (شہر سے نکلنا)، خروج من عمران المصر (شہر کی آبادی سے نکلنا) اور مفارقۃ بیوت المصر (شہر کے گھروں سے جدا ہونا)" وغیرہ، ہم معنی الفاظ میں اسی ضروری شرط کا بیان ہوتا ہے، لہذا اسی وقت سے اس کے سفر کی ابتدا مانی جائے گی۔

علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متن "المختار" میں ارشاد فرماتے ہیں: "یصیر مسافرا اذا فارق بیوت المصر" مسافر تب ہو گا جب شہر کے گھروں سے جدا ہو جائے۔[1]

الاختیار لتعلیل المختار میں ارشاد فرمایا: "لا یصیر مسافرا الا اذا خرج من المصر، و قد قالت الصحابۃ لو فارقنا ھذا الخص لقصرنا" یعنی مسافر اسی وقت ہو گا، جب وہ شہر سے باہر نکل جائے، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا کہ اگر ہم اس خص (گھر سے) تجاوز کر جائیں گے، تو

---

1 .... المختار علی ھامش الاختیار، جلد 1، صفحہ 265، مطبوعہ دار الرسالۃ العالمیۃ۔

قصر کریں گے۔ (1)

امام ابو بکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف بدائع الصنائع فصل فیما یصیر به المقیم مسافرا میں مسافر ہونے کے لئے تین باتوں کا ہونا ضروری ارشاد فرمایا ان میں سے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی: "الخروج من عمران المصر، فلا یصیر مسافرا بمجرد نیة السفر مالم یخرج من عمران المصر (الی ان قال) ولان النیة انما تعتبر إذا کانت مقارنة للفعل لان مجرد العزم عفو "یعنی آدمی کا شہر کی آبادی سے نکل جانا، لہذا آدمی محض سفر کی نیت سے مسافر نہیں ہو جاتا جب تک شہر کی آبادی سے نہ نکل جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیت اس صورت میں معتبر ہوتی ہے جب وہ فعل کے ساتھ مقارن ہو اس لئے کہ محض ارادہ عفو ہے۔ (2)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: "لا یصیر الشخص مسافرا بمجرد نیة السفر بل یشترط معه الخروج، قال محمد: یقصر حین یخرج من مصره، ویخلف دور المصر، وفی الغیاثیة والمعتبر من الخروج ان یجاوز المصر وعمراناته، وهو المختار، وعلیه الفتوی" یعنی آدمی محض نیت سفر سے مسافر نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے ساتھ خروج بھی شرط ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ شخص اس وقت قصر کرے گا، جب وہ شہر سے نکل جائے گا اور شہر کے گھروں کو اپنے پیچھے چھوڑ دے، اور غیاثیہ میں ہے کہ وہ شہر اور اس کی آبادی سے تجاوز کر جائے۔ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (3)

محیط برہانی میں ہے: "قال محمد رحمه الله: ولا یقصر حتی یخرج من مصره ویخلف دور المصر، وفی موضع آخر یقول: ویقصر إذا جاوز عمرانات المصر قاصداً مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها، وهذا لانه مادام فی عمرانات المصر فهو لا یعد مسافراً، والاصل فی ذلک ماروی عن علی رضی الله عنه أنه خرج من البصرة یرید السفر فجاء فی وقت العصر فأتمها ثم نظر الی خص

1... الاختیار لتعلیل المختار، جلد 1، صفحہ 265، مطبوعہ دار الرسالۃ العالمیۃ۔

2... بدائع الصنائع، جلد 1، صفحہ 476 تا 477، مطبوعہ کوئٹہ۔

3... فتاوی تاتارخانیہ، جلد 1، صفحہ 502، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

امامہ، فقال: انا لو کنا جاوزنا ھذا الخص لقصرنا "یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور وہ قصر نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ اپنے شہر سے نکل جائے اور شہر کے گھروں کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے، اور ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا: اور قصر اس وقت کرے گا جب وہ شہر کی آبادی کو تجاوز کر جائے درآنحالیکہ وہ تین دن رات کی راہ کے ارادے سے نکلا ہو، اور یہ اس لئے کہ جب تک وہ شہر کی آبادی میں ہے وہ مسافر نہیں کہلائے گا، اور اصل اس میں وہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ سے سفر کے ارادے سے نکلے تو عصر کا وقت ہو گیا، تو آپ نے مکمل نماز پڑھی اور اپنے سامنے موجود ایک گھر کی طرف نظر کی اور فرمایا: اگر ہم اس سے تجاوز کر جائیں تو قصر کریں گے۔ [1]

گھر سے نکلنے پر سفر شرعی کی ابتدا مانی جائے تو لازم آئے گا کہ جو شرعاً مسافر نہیں ہے اس کا سفر شرعی شروع ہو گیا یعنی ہر شرعی مسافر ابتداءً عرفی مسافر ہے اور دونوں اعتبار سے ملا کر مدت سفر کا اعتبار کیا جاتا ہے، یہ بات واضح طور پر غلط ہے، فقہائے کرام کے جزئیات میں صراحۃ یا دلالۃ اس پر کوئی دلیل نہیں، یہ غلط فہمی سفر عرفی اور سفر شرعی میں فرق معلوم نہ ہونے یا جسے معلوم ہو تو بوجہ نسیان اس کی رعایت نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

مزید واضح جزئیہ کہ جس سے اس وہم کی جڑ کٹ جاتی ہے بطور تعلیل صاحب ہدایہ کا یہ فرمانا ہے کہ جس طرح اقامت کے لئے آبادی میں دخول کا اعتبار ہے اسی طرح شرعاً مسافر ہونے کے لئے آبادی سے خروج ضروری ہے مسافر جب آبادی میں داخل ہو جائے اگرچہ گھر نہ پہنچے، تو مقیم ہو جاتا ہے یونہی اگرچہ گھر سے نکل جائے مگر آبادی سے باہر نہ ہو تو مسافر نہیں ہوتا۔

ہدایہ میں ہے: "وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين لان الاقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها وفيه الأثر عن علي رضي الله عنه لو جاوزنا هذا الخص

---

1 .... المحیط البرہانی، جلد2، صفحہ 387، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی لبنان۔

لقصرنا" یعنی مسافر جب شہر کے گھروں سے تجاوز کر گیا، تو دو رکعتیں پڑھے گا اس لئے کہ اقامت شہر میں دخول سے متعلق ہوتی ہے تو سفر بھی اس سے خروج سے ہی متعلق ہو گا۔ اور اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اثر مروی ہے آپ نے فرمایا: جب ہم اس خص سے تجاوز کر جائیں گے تو قصر کریں گے۔[1]

توفقہائے کرام کا خروج بلد سے پہلے اسے مسافر نہ ماننا جب شرعی سفر کے اعتبار سے ہے، تو سفر شرعی جو فعل ہے اس کا تحقق بغیر صاحب فعل کے ماننا کیونکر ممکن ہے؟ فقہائے کرام جو خیار امت ہیں ان کی بات سے ایسا نتیجہ نکالنا اور ان کی طرف منسوب کرنا حقیقتاً ان کی طرف کم عقلی کو منسوب کرنا ہے، وہ اس عیب سے پاک ہیں، ضرور یہ کم علمی و قلت فہم کی بناء پر پیدا ہونے والے وہم ہی کا نتیجہ ہے۔ اس ساری تفصیل سے بخوبی واضح ہو گیا کہ بعض حضرات کا یہ کہنا کہ گھر سے سفر کی ابتدا شروع ہو جاتی ہے، محض غلط ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

02شعبان المعظم1433ھ/23جون2012ء

فتویٰ7:

مسافر جس سمت میں جارہا ہے اسی سمت میں شہر کی حد ختم ہونے کا اعتبار ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید شہر کے شمال کی جانب رہتا ہے اور شمال کی جانب اگر وہ مسافت سفر کے لیے جائے، تو ایک کلو میٹر فاصلہ طے کرنے کے بعد شہر کی حد ختم ہو جاتی ہے، اور اگر وہ جنوب کی طرف سفر کو جائے، تو 7 کلو میٹر طے کرنے کے

---

1 ... ہدایہ مع بنایہ، جلد 1، صفحہ 253 تا 255، مطبوعہ ملتان۔

بعد شہر کی حد ختم ہو جاتی ہے، اب اگر زید جنوب کی طرف ہی سفر کو جائے، تو کیا وہ 7 کلو میٹر طے کرنے کے بعد ہی مسافر بنے گا یا پھر ایک کلو میٹر طے کرنے کے بعد وہ مسافر ہو جائے گا، اگرچہ شہر کی حدود میں ہو؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر جس سمت میں جارہا ہے اسی سمت میں شہر کی حد ختم ہونے کا اعتبار ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں جب زید جنوب کی طرف جائے گا، تو جنوب کی سمت میں جب شہر کی حد ختم ہو گی یعنی 7 کلو میٹر طے کرنے کے بعد وہ مسافر بنے گا، اس سے پہلے نہیں بنے گا۔

محیط برہانی میں ہے: "يعتبر الجانب الذي منه يخرج المسافر من البلدة، لا الجوانب الذي بحذاء البلدة حتى أنه إذا خلف البنيان الذي خرج منه قصر الصلاة، وإن كان بحذاء بنيان أخرى من جانب آخر من المصر" ترجمہ: مسافر ہونے کے لیے اس جانب کا اعتبار ہے جس جانب سے مسافر شہر سے خارج ہو گا۔ اس کے مقابل شہر کی دوسری جوانب کا اعتبار نہیں ہے، یہاں تک کہ جس جانب یہ جارہا ہے اس جانب اس نے آبادی کو عبور کر لیا، تو یہ قصر کرے گا اگرچہ اس جانب کے مقابل جانب میں ابھی آبادی باقی ہے۔[1]

ردالمحتار میں فرمایا: "قال في شرح المنية: فلا يصير مسافرا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج" ترجمہ: شرح منیہ میں فرمایا جس جانب جارہا ہے جب تک اس طرف سے آبادی سے خارج نہیں ہو گا، تب تک مسافر نہیں ہو گا۔[2]

1... محیط برہانی، جلد2، صفحہ 388، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی۔

2... ردالمحتار، جلد2، صفحہ 723، مطبوعہ کوئٹہ۔

بہارِ شریعت میں ہے: "آبادی سے باہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جدھر جارہا ہے اس طرف آبادی ختم ہو جائے، اگرچہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ ہوئی ہو۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

07جمادی الثانی1436ھ/28مارچ2015

فتویٰ 8:

کیا مسافر شرعی بننے کے لیے شہر کا بائی پاس کراس کرنا ضروری ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا تعلق پنجاب علی پور سے ہے۔کام کے سلسلہ میں حیدر آباد میں رہائش پذیر ہوں، لیکن اسے وطن اصلی نہیں بنایا۔پوچھنا یہ ہے کہ علی پور جاتے ہوئے یا وہاں سے حیدر آباد آتے ہوئے،حیدرآباد بائی پاس پر اگر نماز پڑھوں تو قصر کروں گا یا پوری پڑھوں گا؟

نوٹ:حیدرآباد بائی پاس شہر سے بالکل باہر ہے،شہر کی آبادی وہاں تک متصل نہیں، کافی پہلے ختم ہو جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بائی پاس مسافروں کی آمد ورفت کے لئے ہوتا ہے،خاص شہر کی مصالح وضرورتیں اس سے متعلق نہیں ہوتیں،لہٰذا بائی پاس اگر شہر کی حدود سے باہر ہو،شہر کی آبادی وہاں تک متصل نہ ہو، تو مسافر بننے کے لئے اس سے مجاوزت یعنی کراس کر جانا ضروری نہیں ہو گا اور 92 کلو میٹر یا

1... بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ743، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

اس سے زائد سفر پر جانے والا یا واپس آنے والا وہاں قصر کرے گا۔اس کی نظیر اسٹیشن ہے کہ علماء نے اسے بھی مصالح شہر میں سے شمار نہیں فرمایا اور اس کے حدودِ شہر سے باہر ہونے کی صورت میں قصر کرنے کے لئے اس سے مجاوزت کو شرط قرار نہیں دیا۔

اس تفصیل کے مطابق حیدر آباد بائی پاس جب شہر سے باہر ہے تو علی پور یا اس کے علاوہ 92 کلو میٹر یا اس سے زائد کے سفر پر جاتے ہوئے یا واپس آتے ہوئے، بائی پاس پر نماز پڑھنے کی صورت میں چار رکعت والی نماز میں قصر کرنے کا حکم ہو گا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"(من خرج من عمارة موضع اقامته)من جانب خروجه وان لم یجاوز من الجانب الآخر(قاصداً مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها صلی الفرض الرباعی رکعتین)وجوباً۔ملخصا"جو شخص تین دن اور تین راتوں کی راہ تک جانے کے ارادہ سے اپنے نکلنے والی جانب سے اقامت کی جگہ کی آبادی سے باہر ہوا اگرچہ دوسری جانب سے باہر نہ ہوا، تو وہ چار رکعت والے فرض کو وجوباً دو پڑھے گا۔[1]

رد المحتار میں ہے:"قوله:(من خرج من عمارة موضع اقامته)اشار الی انه یشترط مفارقة ما کان من توابع موضع الاقامة کربض المصر وما حول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر"مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:(جو شخص اقامت کی جگہ کی آبادی سے باہر ہوا) اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اقامت کی جگہ کے توابع سے باہر ہو جانا شرط ہے جیسا کہ شہر کی فصیل اور شہر کے ارد گرد گھر اور رہائش گاہیں، کیونکہ یہ شہر کے حکم میں ہیں۔[2]

رد المحتار میں ہے:"واما الفناء وهو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا کما یاتی

1...تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد2، صفحہ 722 تا726، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...رد المحتار، جلد2، صفحہ 722، مطبوعہ کوئٹہ۔

بخلاف الجمعة فتصح اقامتها فی الفناء ولو منفصلاً بمزارع لان الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر کما حققه الشرنبلالی فی رسالته "اور بہر حال فناء وہ جگہ ہے جو (شہر سے باہر) شہر کے کاموں کے لیے بنائی گئی ہو جیسے گھوڑدوڑ کا میدان، قبرستان، کوڑا پھینکنے کی جگہ اگر یہ شہر سے متصل ہو، تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے اور اگر تیر پھینکنے کی مقدار یا کھیتوں کے ذریعے جدا ہو، تو اس سے باہر ہو جانا ضروری نہیں، جیسا کہ آگے آئے گا بر خلاف جمعہ کے کہ اس کو فناء میں قائم کرنا صحیح ہے، اگرچہ کھیتوں سے جدا ہو، کیونکہ جمعہ شہر کے مصالح میں سے ہے، بر خلاف سفر کے، جیسا کہ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔[1]

سیدی اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "قوله: (بخلاف السفر): اقول: و به علم ان استیشن الریل فی بلادنا اذا کان خارجاً عن البلد لا یشترط مجاوزته بل یقصر الصلاة فیه لانه لیس من البلد وهو ظاهر و لا من فنائه لانه لم یعد لمصالحه کما علم من هاهنا فافهم والله تعالی اعلم و یفیده ایضاً تصریحهم جمیعاً بتحقق السفر بالخروج من عمران البلد ولا شک ان استیشن لا یعد من عمرانه اذا کان خارجاً عنه" مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول: (بر خلاف سفر کے): میں کہتا ہوں اسی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں ریل کا اسٹیشن جب شہر سے باہر ہو، تو اس سے باہر ہو جانا شرط نہیں ہو گا، بلکہ مسافر اس جگہ نماز قصر کرے گا، کیونکہ یہ جگہ شہر میں شمار نہیں اور یہ ظاہر ہے اور نہ ہی شہر کی فناء میں شمار ہے، کیونکہ شہر کے کاموں کے لیے اس کو نہیں بنایا گیا، جیسا کہ یہاں سے معلوم ہوا سمجھ جا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور تمام فقہائے کرام کا اس بات کی

---

1 ... ردالمحتار، جلد2، صفحہ 722، مطبوعہ کوئٹہ۔

تصریح کرنا کہ سفر شہر کی آبادی سے باہر ہونے سے متحقق ہو گا بھی اسی کا فائدہ دیتا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسٹیشن کو آبادی سے شمار نہیں کیا جاتا جب آبادی سے باہر ہو۔[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

22شوال المکرم1441ھ/14جون2020ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ 9:

جس بستی کی آبادی شہر کے ساتھ متصل ہو چکی، اب وہ شہر کے حکم میں ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1)ایک بستی کی آبادی اگر شہر سے دور ہو بعد میں شہر کی آبادی کے ساتھ متصل ہو جائے، تو ایسی صورت میں شہر والوں کے لیے اور اس بستی والوں کے لیے قصر کہاں سے شروع ہو گی؟

(2)کاہنہ نو کی آبادی لاہور شہر کے ساتھ بالکل متصل ہے، ایسی صورت میں کاہنہ نو کا رہائشی لاہور کراس کرنے کے بعد قصر شروع کرے گا یا صرف کاہنہ نو کی آبادی کراس کرتے ہی شروع کر دے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1)جس بستی کی آبادی شہر کے ساتھ متصل ہو چکی، اب وہ شہر کے ہی حکم میں ہو چکی، لہٰذا شہر والے اس بستی کو کراس کر کے قصر شروع کریں گے اور اس بستی والے شہر کو کراس

1...جد الممتار، جلد03، صفحہ 560، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

کر کے قصر شروع کریں گے۔

ردالمحتار میں ہے:"یشترط مفارقة ما کان من توابع موضع الإقامة کربض المصر وھو ما حول المدینة من بیوت و مساکن فإنه فی حکم المصر وکذا القری المتصلة بالربض فی الصحیح، بخلاف البساتین، ولو متصلة بالبناء لأنها لیست من البلدة ولو سکنها اھل البلدة فی جمیع السنة أو بعضها، ولا یعتبر سکنی الحفظة والأکرة اتفاقا إمداد"ترجمہ:جو چیزیں مقام اقامت کے توابع میں سے ہیں قصر کے لیے ان سے نکل جانا شرط ہے، توابع کی مثال ربض مصر ہے اور یہ وہ گھر اور رہائشیں ہیں، جو شہر کے ارد گرد ہیں کہ یہ شہر کے حکم میں ہیں اور اسی طرح جو بستیاں ان کے ساتھ متصل ہیں صحیح قول میں ان کا بھی یہی حکم ہے، برخلاف باغات کے ، کہ وہ اگرچہ عمارت کے ساتھ متصل ہوں ان سے نکلنا شرط نہیں، کیونکہ وہ شہر کا حصہ نہیں ہیں، اگرچہ شہر والے پورا سال یا سال کا کچھ حصہ ان میں رہائش رکھتے ہوں اور محافظین اور کاشتکاروں کے رہنے کا بالاتفاق کوئی اعتبار نہیں۔[1]

بہار شریعت میں ہے:" محض نیت سفر سے مسافر نہ ہو گا، بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے۔ شہر میں ہے تو شہر سے، گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے اس سے بھی باہر ہو جائے۔"[2]

(2)کاہنہ نو کی آبادی جب لاہور شہر کے ساتھ بالکل متصل ہے، تو کاہنہ کا رہائشی جب لاہور کی طرف سے مسافت شرعی کی نیت سے جائے گا، تو لاہور کراس کرنے کے بعد قصر شروع

1...۔ ردالمحتار، جلد02، صفحہ 722، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...۔ بہار شریعت، جلد1، صفحہ 742، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

کرے گا، جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

21محرم الحرام1441ھ/21ستمبر2019ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

اِقامت کی شرائط

فتویٰ10:

پندرہ دن رہنے کی نیت حتمی نہ ہو، اس میں شک ہو، تو کیا مسافر مقیم بن جائے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کا وطن اصلی لاہور ہے، وہ ذہنی آزمائش سلسلے میں شرکت کرنے کے لئے لاہور سے کراچی گیا، اب اسے معلوم نہیں کہ وہاں کتنے دن ٹھہرنا پڑے گا، اگر پہلے سلسلے میں کامیابی نہ ملی، تو پھر پندرہ دن سے پہلے ہی واپس آجائے گا، اگر کامیابی مل گئی، تو اگلے سلسلے میں بھی شرکت کرنی ہوگی جو کہ چند دن بعد ہوگا۔ اب بھی وہی تردد والی کیفیت ہے کہ معلوم نہیں پندرہ دن مزید ٹھہرنا پڑے گا یا اس سے پہلے ہی واپس چلا جائے گا؟ اسی طرح فائنل تک یہ کیفیت برقرار رہتی ہے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ زید وہاں پر نمازیں پوری پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورتِ مسئولہ میں زید قصر نماز ادا کرے گا، کیونکہ یہ سفر شرعی کر کے آیا ہے یعنی مسافر ہے اور مسافر جب کسی جگہ پورے پندرہ دن رہنے کی حتمی نیت کرے، تو تب وہ اس جگہ مقیم ہوتا ہے اور اب اس نے قصر کی بجائے پوری نماز پڑھنی ہوتی ہے اور اگر پندرہ دن رہنے کی نیت حتمی و جزمی نہ ہو، بلکہ اس میں ابہام و تردد ہو، تو ایسی نیت سے مسافر مقیم نہیں بنتا، بلکہ شرعاً وہ اس کی حالتِ سفر ہی شمار ہوتی ہے اور اس پر قصر کرنا لازمی ہوتا ہے اور صورت مسئولہ میں زید کی نیت بھی پندرہ دن اقامت کی حتمی و جزمی نہیں ہوگی، بلکہ نیت میں تردد و استثناء موجود ہے کہ اگر

کامیابی نہ ملی، تو میں پندرہ دن سے قبل چلا جاؤں گا، لہٰذا جب نیت جزمی نہیں بلکہ اس میں تردد ہے، تو ایسا شخص مقیم نہیں بنے گا، بلکہ مسافر ہی رہے گا۔

حلبہ میں غایہ کے حوالے سے ہے: "نية الاقامة خمسة عشر يوما يعتبر عزمه على الثبات "ترجمہ: پندرہ دن رہنے کی نیت میں اس کا پختہ عزم ہونا معتبر ہے۔[1]

شرح سیر کبیر للسرخسی میں ہے: "وإن دخل المسلمون أرض الحرب فانتهوا إلى حصن ووطنوا أنفسهم على أن يقيموا عليه شهرا إلا أن يفتحوه قبل ذلك، أخبرهم الوالي بذلك، فإنهم يقصرون الصلاة. لأنهم لم يعزموا على إقامة خمس عشرة ليلة لمكان الاستثناء، فالفتح قبل مضي خمس عشرة ليلة محتمل "ترجمہ: اور اگر مسلمان دار الحرب میں داخل ہوئے اور کسی قلعے کے پاس پہنچ کر یہ نیت کر لی کہ ہم یہاں ایک مہینا رہیں گے الا یہ کہ ہم اس سے پہلے فتح حاصل کر لیں، یہ بات ان کو والیِ لشکر نے بتائی، تو تمام افراد قصر نماز ہی ادا کریں گے، کیونکہ ان کا پندرہ راتیں رہنے کا عزم نہیں اس لیے کہ درمیان میں استثناء موجود ہے، کیونکہ پندرہ راتوں سے قبل بھی فتح کا احتمال ہے۔[2]

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں اسی مسئلے کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ومجرد نية الإقامة لا تتم علة في ثبوت حكم الإقامة كما في المفازة، فكانت البلد من دار الحرب قبل الفتح في حق أهل العسكر كالمفازة من جهة أنها ليست بموضع إقامة قبل الفتح، لأنهم بين أن يهزموا فيقروا أو يهزموا فيفروا، فحالتهم هذه مبطلة عزيمتهم، لأنهم مع تلك العزيمة موطنون على أنهم إن هزموا قبل تمام الخمسة عشر وهو أمر مجوز لم يقيموا، وهذا معنى قيام التردد في الإقامة فلم تقطع النية عليها، ولا بد في تحقق حقيقة النية من قطع القصد۔۔۔ وعلى هذا قالوا فيمن دخل مصرا لقضاء حاجة معينة ليس غير ونوى الإقامة خمسة عشر يوما

1۔۔۔ حلبۃ المجلی، جلد2، صفحہ 528، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

2۔۔۔ شرح سیر کبیر، صفحہ 245، مطبوعہ الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات

لا یتم، وفي أسیر انفلت منهم ووطن علی إقامة خمسة عشر في غار ونحوه لم یصر مقیما۔ ملتقطا "ترجمہ: محض اقامت کی نیت کر لینا اقامت کا حکم ثابت کرنے کے لیے علت نہیں جیسا کہ جنگل میں نیت کر لینے کا معاملہ ہے، لہٰذا فتح حاصل کر لینے سے قبل سپاہیوں کے حق میں دارالحرب کا یہ شہر جنگل کی طرح ہی ہے اس اعتبار سے کہ فتح سے قبل یہ اقامت کی جگہ نہیں، کیونکہ وہ دو معاملوں کے درمیان ہوتے ہیں کہ اگر انہوں نے (کفار کو) شکست دے دی، تو رُک جائیں گے اور اگر شکست ہوئی تو یہاں سے فرار ہو جائیں گے، لہٰذا ان کی حالت ان کے ارادے کو باطل کرنے والی ہے، کیونکہ جب ان کا یہ ارادہ ہے، تو یہ اس طور پر یہاں رکے ہیں کہ اگر پندرہ دن سے قبل ان کو شکست ہو گئی، جو کہ ایک ممکن امر ہے، تو یہ اقامت نہیں کریں گے، اور یہی مطلب ہے اقامت میں تردد ہونے کا کہ اقامت کی نیت قطعی و حتمی نہیں ہے، جبکہ سچی نیت کے تحقق کے لئے قطعی ارادے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں جو شخص کسی شہر میں اپنی مخصوص حاجت کے لئے آیا اور اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں اور اس نے پندرہ دن رکنے کی نیت کر لی، تو وہ پوری نماز نہیں پڑھے گا، یونہی قیدی جب کفار سے چھوٹ کر بھاگا اور کسی غار وغیرہ میں پندرہ دن رکنے کی نیت کر لی، تو وہ مقیم نہیں ہو گا۔[1]

غنیہ میں اسی مسئلے کے ضمن میں ہے: "ولا بد فی تحقق النیة من الجزم" ترجمہ: (اقامت کی) نیت کے تحقق کے لئے جزم ہونا ضروری ہے۔[2]

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "نیت سچے عزمِ قلب کا نام ہے، پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے، اور جانتا ہے کہ اس سے پہلے چلے جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوئی محض تخیل ہوا ۔۔۔ معراج الدرایہ پھر عالمگیریہ میں ہے:" قال اصحابنا رحمهم الله تعالٰی فی تاجر دخل مدینة لحاجة نوی ان یقیم

---

1 ۔۔۔ فتح القدیر، جلد2، صفحہ 36،35، مطبوعہ کوئٹہ۔

2 ۔۔۔ غنیہ، جلد1، صفحہ 540، مطبوعہ کوئٹہ۔

خمسة عشر یوما لقضاء تلک الحاجة لا یصیر مقیما لانه متردد بینا ان یقضی حاجته فیرجع وبین ان لا یقضی فیقیم فلا تکون نیته مستقرة وهذا الفصل حجة علی من یقول من اراد الخروج الی مکان ویرید ان یترخص برخص السفر ینوی مکانا ابعد منه وهذا غلط" ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس تاجر کے بارے میں فرمایا جو کسی شہر میں کسی ضرورت کے لئے گیا، اس نے حصول حاجت کے لئے پندرہ دن اقامت کی نیت کرلی، تو وہ مقیم نہ ہوگا، کیونکہ وہ متردد ہے اس بارے میں کہ اگر اس کی حاجت پوری ہوگئی، تو لوٹ جائے گا اور اگر پوری نہ ہوئی، تو اقامت کرے گا تو اس کی نیت پختہ نہ ہوئی، یہ صورت اس شخص کے خلاف حجت ہے جو کہتا ہے کہ جو کوئی کسی جگہ کی طرف نکلنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے سفر کی سہولت میسر ہو (حالانکہ وہ جگہ اتنی دور نہیں) تو وہ کسی دور جگہ کی نیت کرکے نکل پڑتا ہے تاکہ رخصت حاصل ہو جائے تو یہ غلط ہے۔[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

16 ربیع الاول 1439ھ/05 دسمبر 2017ء

فتویٰ 11:

اقامت کی نیت میں پندرہ دن کی تعیین کی وجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر کے مقیم ہونے کے لیے کسی شہر میں پندرہ دن اقامت کی نیت کرنے کا جو مسئلہ ہے، اس میں پندرہ دن کی تعیین کی کیا وجہ ہے؟

---

1 ... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 262،261، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اقامت کی کم از کم مدت پندرہ دن ہونے کی تعیین حضرات صحابہ کرام ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما جلیل القدر ہستیوں سے منقول ہے۔ پھر چونکہ یہ مقدّرات شرعیہ (یعنی وہ چیزیں جن کی ایک خاص تعداد شرع میں متعین ہو) میں سے ہے، جس میں محض قیاس کا عمل دخل نہیں ہوتا، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بغیر دلیل کے ہرگز عمل نہیں کرتے، تو لازمی بات ہے کہ انہوں نے ضرور نبی کریم علیہ السلام سے سنا ہوگا۔ تو ان کی پیروی درحقیقت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی ہے، لہٰذا ہم نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی وجہ سے جو حکماً مرفوع ہیں، پندرہ دن اقامت کی مدت مقرر کی۔

پھر چونکہ اس سلسلہ میں دیگر اقوال بھی موجود ہیں، تو ہم نے حقیقتاً قیاس نہ سہی، لیکن بظاہر صورتِ قیاس سے اسے دیگر منقول اقوال پر ترجیح دی، وہ یوں کہ ہمیں اس کی ایک تائید عورت کے کم از کم پاکی کے ایام یعنی طہر کے حکم سے ملی۔ ان میں علتِ جامع، رخصت کی وجہ سے جو بات ذمے سے ساقط ہوئی، اسے دوبارہ ثابت کرنا ہے۔ یعنی جس طرح حیض کی وجہ سے ساقط نمازوں کو طہر دوبارہ ثابت کر دیتا ہے، یونہی سفر کی وجہ سے ساقط رکعتوں کو مقیم ہونا پھر سے ذمے پر لازم و ثابت کر دیتا ہے۔ تو طہر کی طرح اقامت کی کم از کم مدت بھی پندرہ دن ہونی چاہیے۔ یہ چونکہ ایک معقول بات اور ظاہر قیاس ہے، لہٰذا ہم نے حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی قول کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول اقوال پر ترجیح دی۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: "عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم قالا: إذا قدمت بلدة وأنت مسافر وفي نفسك أن تقيم خمسة عشر يوماً فأكمل الصلاة بها۔۔۔رواه

الطحاوی وروی ابن شیبة فی مصنفه "ترجمہ: حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، دونوں فرماتے ہیں: جب تم کسی شہر میں جاؤ اور مسافر ہو اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ پندرہ دن ٹھہرنا ہے، تو وہاں مکمل (چار رکعت) نماز پڑھو۔۔۔اسے امام طحاوی اور ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔[1]

نورالانوار شرح المنار میں ہے:"قال الکرخی :لا یجب تقلیده الا فیما لا یدرک بالقیاس) لانه حینئذ یتعین جهة السماع منه۔۔(وقد اتفق عمل اصحابنا بالتقلید فیما لا یعقل بالقیاس) یعنی: اباحنیفة وصاحبیه رحمهم الله کلهم متفقون بتقلید الصحابی (کمافی اقل الحیض) فان العقل قاصر بدرکه فعملنا جمیعاً بما قالت عائشة رضی الله عنها" ترجمہ: امام کرخی فرماتے ہیں: صحابی کی تقلید سوائے خلاف قیاس معاملات کے واجب نہیں۔۔۔ ہمارے اصحاب کے عمل کا خلافِ قیاس معاملات میں صحابہ کی تقلید پر اتفاق ہے، یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ سبھی (خلافِ قیاس معاملہ میں) صحابی کی تقلید پر متفق ہیں، جیسے حیض کی اقل مدت کی مقدار میں، کیونکہ عقل اس مقدار کو سمجھنے میں قاصر ہے، تو ہم نے اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر عمل کیا۔

قمر الاقمار میں "یتعین جهة السماع" کے تحت ہے:"لأن الصحابی رضی الله عنه العادل لا یعمل إلا بدلیل، وإذا انتفی القیاس تعین السماع منه صلی الله علیه وسلم، فتقلیده عن تقلید المسموع" ترجمہ: کیونکہ صحابی عادل دلیل کے بغیر عمل نہیں کریں گے، اور جب قیاس منتفی ہو گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سننا متعین ہے، تو ان صحابی کی تقلید دراصل انہوں نے جن سے سنا (یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی تقلید ہے۔

---

1 .... عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد7، صفحہ 170، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

نیز "اقل الحیض" کے تحت اسی میں ہے:"فإن تقديره لا يعرف بالقياس" ترجمہ: کیونکہ اس کی مقدار کی معرفت قیاس سے نہیں ہو سکتی۔[1]

توضیح تلویح میں وہ مقامات جہاں قیاس نہیں ہو سکتا، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" (ولا مدخل للعقل فی درکها) کالمقدرات مثل أعداد الركعات وسائر المقادير الشرعية التی لا مدخل للعقل فی درکها" ترجمہ: (وہ اشیاء جنہیں عقل کے ذریعے نہیں جانا جا سکتا) جیسے مقدرات (یعنی وہ چیزیں جن کی ایک خاص تعداد شرع میں متعین ہو) مثلاً رکعتوں کی مخصوص تعداد اور دیگر شرعی مقادیر جنہیں جاننے میں عقل کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔[2]

ہدایہ میں ایام نحر کے تین دن ہونے کی دلیل دیتے ہوئے یہی فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور مقادیر میں رائے رہنمائی نہیں کرتی، صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:"ولنا ما روی عن عمر و علی وابن عباس رضی الله عنهم ، انهم قالوا: أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها، وقد قالوه سماعاً، لأن الرأی لا يهتدی إلى المقادير" ترجمہ: ہماری دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایام نحر تین ہیں ان میں افضل پہلا دن ہے، اور یقیناً انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر کہا ہے، کیونکہ رائے مقادیر شرعیہ کی رہنمائی نہیں کرتی۔[3]

اسی طرح اقامت کی مدت کے متعلق ہدایہ میں ہے:"(ولا يزال على حكم السفر حتى ينوی الإقامة فی بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر) لأنه لا بد من اعتبار مدة لأن السفر يجامعه اللبث فقدرناها بمدة الطهر لأنهما مدتان موجبتان وهو مأثور عن ابن عباس وابن عمر

1...نورالانوار شرح المنار، جلد2، صفحہ 328-329، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

2...توضیح تلویح، جلد2، صفحہ 109، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

3...ہدایہ مع بنایۃ، جلد 14، صفحہ 368-369، مطبوعہ ملتان۔

رضی اللہ عنہما والأثر بمثلہ کالخبر۔ ملتقطاً" ترجمہ:(اور سفر کے حکم میں ہی رہے گا حتی کہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ یا اس سے زائد دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے) کیونکہ کسی مدت کا اعتبار کرنا تو ضروری ہے، اس لیے کہ سفر میں ٹھہرنا بھی ساتھ ساتھ ہوتا ہے، تو ہم نے اسے طہر کی مدت سے مقرر کیا، کیونکہ یہ دونوں مدتیں ثابت کرنے والی ہیں، اور یہی ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، اور اس طرح کی اشیاء میں اثر خبر کی طرح ہوتا ہے۔

فتح القدیر میں "والأثر فی مثلہ کالخبر" کے تحت ہے:"وقد ینافیہ قولہ فقدرناھا بمدۃ الطھر لأنھما مدتان موجبتان فھذا قیاس اصلہ مدۃ الطھر، والعلۃ کونھا موجبۃ ما کان ساقطاً وھی ثابتۃ فی مدۃ الإقامۃ وھی الفرع فأعتبرت کمیتھا بھا وھو الحکم، وإصلاحہ بانہ بعد ثبوت التقدیر بالخبر وجدناہ علی وفق صورۃ قیاس ظاھر فرجحنا بہ المروی عن ابن عمر علی المروی عن عثمان" ترجمہ:اور اس کے منافی ہے صاحب ہدایہ کا یہ قول کہ ہم نے اسے مدت طہر سے مقرر کیا، کیونکہ یہ دونوں موجب ہیں، تو یہ قیاس ہے اور اس کی اصل مدتِ طہر ہے، اور جامع علت، ساقط ہو چکی چیز کو ثابت کرنے والی ہونا ہے، اور یہ مدتِ اقامت میں ثابت ہے جو فرع ہے، تو اقامت کی مدت کو طہر کی مدت پر قیاس کیا جائے گا اور یہ حکم ہے، اس منافات کی یوں اصلاح ہو سکتی ہے کہ خبر سے اقامت کی مدت ثابت ہو جانے کے بعد ہم نے اسے ظاہر قیاس کے موافق پایا، تو اس سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو عثمان رضی اللہ عنہ کے اثر پر ترجیح دی۔[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

24صفر المظفر 1443ھ/02اکتوبر 2021ء

---

1 ... فتح القدیر، جلد2، صفحہ 34، مطبوعہ کوئٹہ۔

فتویٰ 12:

مسافر کا ایک ہی شہر کے متعدد مقامات پر یا شہر کے قریب گاؤں میں قیام کرنے کا حکم؟

نیز نیتِ اقامت میں دن کا اعتبار ہو گا یا رات کا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جب ہم مدنی قافلے میں جاتے ہیں، تو شرعی مسافت طے کرنے کے بعد مثلاً ایک شہر کے اندر پندرہ دن کی نیت کرتے ہیں، لیکن اسی شہر میں ہم ایک جگہ نہیں رکتے بلکہ مختلف مساجد میں چلے جاتے ہیں، جو ایک دوسرے سے تین تین، چار چار کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہوتی ہیں۔ تو کیا ہم وہاں پر مقیم رہیں گے؟ اسی طرح اگر شہر سے اس کے قریبی گاؤں، دیہات میں چلے جاتے ہیں، جو شہر سے شرعی مسافت پر نہیں، تو کیا حکم ہو گا؟ یا ایک گاؤں میں پندرہ دن کی نیت سے چلے جاتے ہیں لیکن پھر ایک گاؤں میں نہیں رکتے بلکہ اس کے قریب قریب دوسرے گاؤں میں بھی چلے جاتے ہیں، جو شرعی مسافت پر نہیں، تو کیا اس دوران ہم مسافر رہیں گے، جبکہ ان مقامات میں سے کوئی بھی ہمارا وطن اصلی نہ ہو؟ تفصیل کے ساتھ ان ساری صورتوں کا جواب عطا فرما دیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

چند اصول ذہن نشین فرمالیجیے:

(1) کوئی شخص شرعی مسافت کے ارادے سے سفر پر نکلا ہے، تو اس کے لیے کسی مقام پر مقیم ہونے یا مسافر رہنے میں نیت کرتے وقت کا اعتبار ہے، اگر نیت کرتے وقت اس شہر یا گاؤں میں کم از کم پورے پندرہ دن رہنے کی نیت تھی، تو مقیم ہو جائے گا، اب اگرچہ بعد میں پندرہ دن پورا ہونے سے پہلے کسی دوسرے شہر یا گاؤں چلا جائے لیکن وہ شہر یا گاؤں

شرعی مسافت پر نہ ہو، تو اب مقیم ہی رہے گا، دونوں جگہ نماز پوری پڑھے گا اور نیت کرتے وقت یہ معلوم تھا کہ پورے پندرہ دن اس شہر یا گاؤں میں نہیں رہنا، بلکہ اس دوران کسی دوسرے شہر یا گاؤں چلے جانا ہے، اگرچہ وہ شہر یا گاؤں اس پہلے شہر یا گاؤں سے چند کلو میٹر کے فاصلہ پر ہو، تو ایسی صورت میں مقیم نہیں ہو گا، بلکہ مسافر ہی رہے گا۔

(2) نیت میں رات کا لحاظ ہو گا یعنی ان پندرہ دنوں کی راتیں اسی شہر یا مقام پر گزارنے کی نیت ہو، ان کے دنوں میں کسی دوسرے مقام پر جانے کی نیت کرنے یا جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا جبکہ وہ دوسرا مقام شرعی مسافت سے کم فاصلے پر ہو۔ مثلاً نیت یہ ہے کہ لاہور میں پندرہ دن کے لیے رہنا ہے لیکن معلوم ہے کہ پندرہ دنوں کے دوران، دن ہی دن میں مرید کے یا کامونکی وغیرہ جا کر دن کے دن ہی واپس لاہور آجانا ہے اور رات لاہور ہی گزارنی ہے، تو اس سے فرق نہیں پڑے گا، لاہور میں مقیم ہی رہے گا، لہذا نماز پوری پڑھے گا اور اگر نیت کرتے وقت معلوم ہے کہ پندرہ دنوں کے اندر کوئی رات بھی کسی دوسرے مقام پر گزارنی ہے، اگرچہ وہ مقام شرعی مسافت پر نہ ہو، بلکہ اگرچہ وہ لاہور سے چند کلو میٹر کے فاصلہ پر ہو، تو ایسی صورت میں لاہور میں مقیم نہیں ہو گا، مسافر ہی رہے گا اور چار رکعتی نماز میں قصر کرے گا۔

(3) دوسرا مقام اگر شرعی مسافت پر ہو تو اب خواہ دن کے دن جائے تب بھی مقیم نہیں رہے گا۔

(4) جس شہر یا گاؤں میں پندرہ دن رہنے کی نیت کی ہے، اس کی پوری آبادی مقام واحد کی طرح ہے، لہذا مقیم ہونے کے لیے اس شہر یا گاؤں میں صرف ایک خاص جگہ رہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس شہر یا گاؤں کی پوری آبادی میں جہاں بھی رہے گا، تو اس شہر میں رہنا ہی شمار ہو گا۔

اس کے مطابق جواب درج ذیل ہے:

(1)ایک شہر یا گاؤں میں پندرہ دن رہنے کی نیت کی، تو اب اس شہر یا گاؤں کے اندر اندر مختلف مساجد میں جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، اگرچہ وہ مساجد تین چار کلو میٹر، بلکہ اس سے بھی زائد فاصلے پر ہوں۔

(2)اگر نیت کرتے وقت معلوم ہے کہ پندرہ دن کے اندر شہر یا گاؤں سے باہر شرعی مسافت سے کم سفر پر جانا ہے، اب اگر یہ معلوم ہے کہ دن کے دن جا کر واپس آجائیں گے اور رات اسی شہر یا گاؤں میں گزاریں گے، تو اب بھی اسی شہر یا گاؤں میں مقیم رہیں گے۔

(3)اور اگر یہ معلوم ہے کہ شہر یا گاؤں سے باہر شرعی مسافت سے کم پر جانا ہے اور رات شہر یا گاؤں سے باہر ہی گزارنی ہے، تو اب شہر یا گاؤں میں مقیم نہیں ہوں گے، بلکہ مسافر ہی رہیں گے اور دوسرے مقام پر بھی اگر پندرہ دن رہنے کی نیت نہیں، تو وہاں بھی مسافر ہی رہیں گے۔

(4)اگر دوسرے شہر یا گاؤں کی مسافت شرعی مسافت کے مطابق ہے، تو اب اگرچہ دن کے دن ہی وہاں جانا ہو، تب بھی مسافر ہی رہیں گے۔

درمختار میں ہے:"فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته لأنه يخرج إلى منى وعرفة فصار كنية الإقامة في غير موضعها وبعد عوده من منى تصح "ترجمہ: اگر کوئی حاجی مکہ میں ذوالحج کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (برائے اقامت) درست نہیں کیونکہ اس نے منٰی اور عرفات کی طرف انہی دنوں میں جانا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے اس مقام پر اقامت کی نیت کرنا، جو اقامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور منٰی سے لوٹ کر نیت کرنا درست ہے۔[1]

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر میں ہے: "وفي البحر لو كان الموضعان من مصر واحد أو قرية واحدة فإنها صحيحة لأنهما متحدان حكما ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافرا لم يقصر "ترجمہ:

1... الدر المختار مع حاشیۃ الطحطاوی، جلد 02، صفحہ 578، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

اور بحر میں ہے :اگر ایک شہر یا ایک گاؤں کے دو مقام ہوں تو نیت درست ہے کیونکہ یہ دونوں حکماً ایک ہی ہیں ،کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر اس کی طرف سفر کرکے جائے تو قصر نہیں کرتا۔[1]

مبسوط سرخسی، بدائع، محیط برھانی اور حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی وغیرہ میں ہے،(و اللفظ للآخر):"نوى أن يقيم الليل في إحداهما ويخرج بالنهار إلى الموضع الآخر فإذا دخل أولا الموضع الذي عزم على الإقامة فيه بالنهار لم يصر مقيما أي حتى يدخل الموضع الذي نوى المبيت فيه وإن دخل أولا الموضع الذي عزم على الإقامة فيه بالليل صار مقيما ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لم يصر مسافرا لأن موضع إقامة المرء حيث يبيت فيه ألا ترى أنك إذا قلت لشخص أين تسكن يقول في محلة كذا وهو بالنهار يكون بالسوق"ترجمہ:کسی نے نیت کی کہ وہ رات ایک مقام پر گزارے گا اور دن کو دوسرے مقام پر جائے گا،پس جب وہ اولاً اس مقام میں داخل ہو کہ جہاں دن گزارنے کی نیت ہے تو وہ مقیم نہیں ہو گا یعنی جب تک وہ اس مقام میں نہ چلا جائے جہاں رات گزارنے کی نیت ہے اور اگر اولاً اس مقام میں گیا کہ جہاں اس نے رات گزارنے کی نیت کی ہے، تو وہ مقیم ہو جائے گا پھر دوسرے مقام پر جانے سے وہ مسافر نہیں ہو گا،کیونکہ آدمی کی جائے اقامت وہی ہوتی ہے ، جہاں وہ رات گزارتا ہے ،کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب تو کسی شخص سے پوچھتا ہے کہ تو کہاں رہائش اختیار کیے ہے ،تو وہ کہتا ہے کہ فلاں محلے میں ،حالانکہ وہ دن میں بازار میں ہوتا ہے۔[2]

1...۔ الدر المختار مع حاشیۃ الطحطاوی، جلد 02، صفحہ 579، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

2...۔ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، صفحہ 426، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

ردالمحتار میں ہے: "إنشاء السفر من وطن الإقامة مبطل له وإن عاد إليه" ترجمہ : وطن اقامت سے سفر شرعی اختیار کرنا ، وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے ، اگرچہ اس کی طرف واپس لوٹ آئے۔[1]

فتاویٰ رضویہ میں ہے :"الٰہ آباد تمہارا وطن اصلی نہیں۔۔۔ جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت الٰہ آباد میں کرلی ہے، تو اب الٰہ آباد وطن اقامت ہو گیا نماز پوری پڑھی جائے گی، جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر، بلکہ ہر روز الٰہ آباد سے کہیں تھوڑی تھوڑی دور یعنی چھتیس ۳۶ کوس سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو، جبکہ نیت کرتے وقت اس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو، ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی، مثلاً الٰہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا، تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الٰہ آباد کے ضلع میں، بلکہ اس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو، اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا، تو اقامت صحیح ہوگئی نماز پوری پڑھی جائے گی، جبکہ وہ دوسری جگہ الٰہ آباد سے چھتیس ۳۶ کوس یعنی ستاون ۵۷ ، اٹھاون ۵۸ میل کے فاصلے پر نہ ہو غرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرالیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لئے اور جگہ جانا ہوا جو الٰہ آباد سے تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو سفر نہ ہوگا اس مقامِ دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہوگی اور الٰہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو۔"[1]

---

1 ۔۔۔ ردالمحتار مع الدر المختار، جلد 02، صفحہ 740، مطبوعہ کوئٹہ۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

13جمادی الاول1443ھ/18دسمبر2021ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

فتویٰ13:

مقیم ہونے کے لیے دن کی بجائے رات گزارنے کی نیت کا اعتبار کیوں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ کسی مقام کے وطن اقامت قرار پانے کے لیے وہاں پندرہ راتیں مسلسل گزارنے کی نیت ضروری ہے اگرچہ دن کسی دوسری جگہ پر گزارے۔سوال یہ ہے کہ یہاں رات کا اعتبار کرنے کی وجہ کیا ہے،دن کا اعتبار کیوں نہیں کیا گیا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وطن اقامت کے معاملے میں دن کے بجائے رات گزارنے کی نیت کا اعتبار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کی جائے رہائش وہی کہلاتی ہے جہاں وہ رات گزارتا ہے، مثلاً جو شخص دن کے وقت بازار میں ہوتا ہے، لیکن رات کسی اور مقام پر گزارتا ہے،اس سے اگر آپ سوال کریں کہ آپ کی رہائش کہاں ہے؟تو وہ اسی مقام کا ذکر کرتا ہے جہاں وہ رات کو رہتا ہے۔

رات کا اعتبار کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے بحر الرائق میں فرمایا:" لأن إقامة المرء تضاف إلى مبيته يقال فلان يسكن في حارة كذا، وإن كان بالنهار في الأسواق"وجہ یہ ہے کہ

1... فتاوی رضویہ، جلد08، صفحہ 251،252، مطبوعہ رضافاونڈیشن،لاہور۔

آدمی کی رہائش کی نسبت اس مقام کی طرف ہوتی ہے جہاں وہ رات گزارتا ہے، کہا جاتا ہے فلاں شخص فلاں بستی میں رہتا ہے اگرچہ دن کے وقت وہ بازاروں میں ہوتا ہو۔[1]

محیط برہانی میں ہے:" لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت فيه ألا ترى أنك إذا قلت للسوقي: أين تسكن؟ يقول: في محلة كذا، وإن علم أن يكون في السوق في النهار وكان هو الأصل يوجب اعتباره"(رات کا اعتبار کرنے کی)وجہ یہ ہے کہ آدمی کی جائے اقامت وہی ہوتی ہے جہاں وہ رات گزارتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب آپ بازار میں کام کرنے والے کسی شخص سے پوچھیں کہ آپ کی رہائش کہاں ہے، تو وہ کہتا ہے کہ فلاں محلے میں ،حالانکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن کے وقت وہ بازار میں ہوتا ہے، لہذا رہائش کے اعتبار سے رات ہی اصل ٹھہری تو اس کا اعتبار کرنا لازم ہے۔[2]

تنبیہ: خیال رہے دن میں کسی دوسری جگہ جانے کے باوجود وطن اقامت کا برقرار رہنا اسی صورت میں ہے جب وطن اقامت سے شرعی مسافت (92 کلو میٹر یا اس سے زائد فاصلے) کے ارادے سے نہ جائے اور نہ ہی اپنے وطن اصلی میں جائے اگرچہ وہ شرعی مسافت سے کم فاصلے پر ہو، ورنہ وطن اقامت باطل ہو جائے گا۔

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:" جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت الہ آباد میں کرلی ہے، تو اب الہ آباد وطنِ اقامت ہو گیا۔ **نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ۔**"[3]

1... بحر الرائق، جلد2، صفحہ 232، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... محیط برہانی، جلد 2، صفحہ 392، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی۔

3... فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 251، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

بہار شریعت میں ہے:"وطن اقامت، وطن اصلی وسفر سے باطل ہو جاتا ہے۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

07جمادی الاولی 1445ھ/22نومبر 2023ء

فتویٰ14:

نیتِ اقامت کے لیے شرط ہے کہ وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس جگہ وہ مقیم ہونے کی نیت کرے وہ جگہ اقامت کے قابل ہو جیسے جنگل میں نیت نہیں ہو سکتی اب معلوم یہ کرنا ہے کہ نیوی کے جو افراد سمندر کے پانی میں رہتے ہیں وہ اقامت کی نیت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر کی نیت اقامت درست ہونے کے لیے جو شرائط ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا میں اقامت کی نیت کرنے سے مقیم نہ ہو گا، لہٰذا اگر کوئی سمندر کے پانی میں ہے اور وہ مقیم ہونے کی نیت کرتا ہے، تو اس سے وہ مقیم نہ ہو گا۔

بحر الرائق میں ہے:"وقید بالبلد والقریۃ، لان نیۃ الاقامۃ لا تصح فی غیرھما فلا تصح فی مفازۃ ولا جزیرۃ ولا بحر ولا سفینۃ وفی الخانیۃ والظھیریۃ والخلاصۃ ثم نیۃ الاقامۃ لا تصح الا فی موضع الاقامۃ ممن یتمکن من الاقامۃ وموضع الاقامۃ العمران والبیوت المتخذۃ من

---

1 ... بہار شریعت، جلد1، صفحہ 751، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

الحجر والمدر و الخشب لا الخیام والاخبیۃ والوبر" یعنی شہر اور قریہ کے ساتھ مقید کیا گیا، کیونکہ اقامت کی نیت ان دونوں جگہوں کے علاوہ میں درست نہیں ،لہذا کشتی، سمندر ، جزیرہ (غیر آباد)اور جنگل میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی۔ نیز خانیہ، ظہیریہ اور خلاصہ میں ہے: پھر اقامت کی نیت فقط ان جگہوں میں درست ہے کہ جہاں اقامت ممکن ہو اور اقامت کی جگہ وہ عمارت اور گھر ہیں جنہیں پتھر ، لکڑی اور گارے سے بنایا جاتا ہے نہ کہ خیمے اور عارضی پناہ گاہیں۔[1]

بہار شریعت میں ہے:"وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی، مقیم نہ ہوا۔"[2]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــہ
محمد سجاد عطاری مدنی

17 ربیع الثانی 1442ھ/03 دسمبر 2020ء

فتویٰ 15:

مسافر نے 15 دن ٹھہرنے کی نیت کی اور اچانک کام پڑ گیا تو اب کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں اپنے آبائی علاقہ سے تقریبا 200 کلومیٹر دور ایک شہر میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے مقیم تھا۔ ابھی چار دن ہی گزرے تھے کہ کسی کام کے سلسلے میں مجھے دو دن کے لئے قریبی شہر جو مدت سفر سے کم پر واقع ہے ، میں جانا پڑ گیا، تو ایسی صورت میں ان دو دنوں میں اور واپس آنے کے بعد میں پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

---

1 ... بحر الرائق، جلد2، صفحہ 232، مطبوعہ کوئٹہ۔

2 ... بہار شریعت، جلد1، صفحہ 744، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مسافر شرعی جب کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے، تو وہ جگہ اس کے لئے وطن اقامت بن جاتی ہے۔ اس کے بعد جب تک وہ وطن اصلی میں نہ چلا جائے یا کسی اور جگہ کو وطنِ اقامت نہ بنالے اگرچہ وہ مدتِ سفر سے کم فاصلے پر ہو یا سفر شرعی کے لئے روانہ نہ ہو جائے، اس وقت تک مقیم ہی رہے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

پوچھی گئی صورت میں جب آپ نے اس شہر میں پندرہ دن رہنے کی نیت کرلی، تو وہ آپ کا وطن اقامت بن گیا، اس کے بعد چونکہ آپ کا اپنے وطن اقامت سے دوسرے شہر کا سفر، سفر شرعی نہیں ہے اور وہاں پر قیام بھی فقط دو دن کے لئے ہے پندرہ دنوں کے لئے نہیں ہے، تو آپ کا وطن اقامت باطل نہ ہوا، لہذا آپ مقیم ہی رہیں گے، ان دو دنوں میں اور واپس آنے کے بعد پوری نماز پڑھیں گے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "یبطل (وطن الاقامۃ بمثلہ و) بالوطن (الاصلی و) بإنشاء (السفر)" یعنی وطنِ اقامت دوسرے وطنِ اقامت سے، وطن اصلی سے یوں ہی سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔[1]

رد المحتار میں ہے: "قولہ (بمثلہ) أی سواء کان بینھما مسیرۃ سفر أو لا" ماتن رحمۃ اللہ علیہ کا قول: (وطن اقامت دوسرے اقامت سے باطل ہو جاتا ہے) اگرچہ ان دونوں کے درمیان سفر شرعی کی مسافت پائی جائے یا نہیں۔[2]

1...۔ تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 02، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...۔ رد المحتار، جلد 02، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

بہار شریعت میں ہے:"وطن اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا، تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔یونہی وطن اقامت وطن اصلی وسفر سے باطل ہو جاتا ہے۔"[1]

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:"خراسانی قدم بغداد وعزم علی الاقامة بها خمسة عشر یوما،ومکی قدم الکوفة وعزم علی الاقامة بها خمسة عشر یوما،ثم خرج کل واحد منهما من وطنه یرید قصر ابن هبیرة فانهما یصلیان اربعا فی الطریق وبالقصر لانهما کانا متوطنین احدهما ببغداد والآخر بالکوفة،ولم یقصدا مسیرة مدة السفر،لان من بغداد الی کوفة مسیرة اربع لیال والقصر هوالمنتصف،وکان کل واحد منهما قاصدا مسیرة لیلتین فبهذالا یصیر مسافرا،فان عزما علی الاقامة بالقصر خمسة عشر یوما صارالقصر وطن سفر لهما وانتقض وطن المکی بالکوفة ووطن الخراسانی ببغداد بوطن مثله،ملخصا"خراسانی بغداد گیا اور وہاں اس کی پندرہ دن رہنے کی نیت تھی۔مکی کوفہ میں گیا اور وہاں اس کی پندرہ دن رہنے کی نیت تھی،پھر ان میں سے ہر ایک اپنے وطن سے قصر ابن ہبیرہ کے ارادے سے نکلے،تو راستے میں اور قصر ابن ہبیرہ پہنچ کر چار رکعتیں پڑھیں گے،کیونکہ ان دونوں کے وطن(اقامت بن گئے)ہیں ایک کا بغداد میں دوسرے کا کوفہ میں۔اور انہوں نے مدتِ سفر کا قصد نہیں کیا،کیونکہ بغداد سے کوفہ چار راتوں کا سفر ہے قصر ان دونوں کے درمیان ہے اور ان میں سے ہر ایک نے دو راتوں کے سفر کا ارادہ کیا ہے اور اتنے سفر سے مسافر نہیں ہوتا۔ہاں اگر قصر میں وہ پندرہ دن رہنے کی نیت کر لیں،تو قصر ان کا وطن اقامت بن جائے گا اور مکی کا کوفہ والا اور خراسانی کا بغداد والا وطن اقامت اپنی مثل کی وجہ سے باطل ہو جائے گا۔[2]

1...بہار شریعت،جلد 01، صفحہ،751مطبوعہ مکتبۃ المدینہ،کراچی۔

2...فتاوی تاتارخانیہ، جلد 01، صفحہ 512،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:" پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہر الیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لئے اور جگہ جانا ہوا جو الٰہ آباد سے تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس، بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہو گا اس مقامِ دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہو گی اور الٰہ آباد میں بھی۔"[1]

تنبیہ: یاد رہے مذکورہ صورت میں پوری نماز پڑھنے کا حکم اسی وقت ہے جبکہ واقعی آپ کی ایک جگہ پورے پندرہ دن رہنے کی نیت ہو اور بعد میں اتفاقاً کہیں جانا پڑ جائے۔ اگر پہلے ہی سے معلوم ہے کہ چار دن کے بعد دوسرے شہر میں کام کے لئے جانا ہو گا اور وہاں کم از کم ایک رات گزارنی ہو گی، تو اس صورت میں یہ جگہ آپ کے لئے وطن اقامت نہیں بنے گی اور دونوں جگہوں میں قصر نماز پڑھنی ہو گی، کیونکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق وطن اقامت بننے کے لئے کسی ایک جگہ پر پورے پندرہ دن گزارنے کی نیت کرنا ضروری ہے اور یہاں پر پندرہ دن کی نیت سے مراد پندرہ راتیں بسر کرنے کی نیت ہے کہ اقامت میں معتبر رات بسر کرنا ہے اگرچہ دن میں کسی دوسرے مقام پر جانے کی نیت ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جبکہ دوسرا مقام مدتِ سفر سے کم پر ہو اور اگر ایک رات بھی کسی اور مقام پر گزارنے کی نیت ہو اگرچہ وہ مدتِ سفر سے کم ہو، تو وطن اقامت نہیں بنے گا اور نماز میں قصر کرنا ضروری ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لا تصح، لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات" حاجی جب (ذوالحجہ کے) دس دنوں میں مکہ میں داخل ہو اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے، تو یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ عرفات جانا اس کا ضروری ہے۔[2]

1...۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 08، صفحہ 252،251، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

2...۔ فتاوی عالمگیری، جلد 01، صفحہ 298، مطبوعہ کوئٹہ۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"الٰہ آباد میں پورے پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہو گا، تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا۔"فی الدر المختار لو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منٰی وعرفۃ "در مختار میں ہے کہ اگر کوئی حاجی مکہ میں ذوالحج کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت درست نہیں، کیونکہ اس نے منٰی اور عرفات کی طرف جانا ہے۔[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری
17 جمادی الاولی 1445ھ/02 دسمبر 2023ء

1 ... فتاویٰ رضویہ، جلد 08، صفحہ 252، 251، ملتقطا۔ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

وطنِ اصلی ووطنِ اقامت کے مسائل

فتویٰ16:

وطن اقامت کن چیزوں سے باطل ہوتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید ایک شہر میں ملازمت کرتا ہے، جس میں اس نے اپنا گھر بھی لیا ہوا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی لے کر جاتا اور رہتا ہے، لیکن اس شہر میں اس کا مستقل رہنے کا ذہن نہیں، جب تک ملازمت ہے تب تک وہاں آنا جانا ہوگا ملازمت ختم ہوگئی تو وہاں نہیں رہے گا۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ شہر زید کے آبائی دیہات (جہاں سے ترک وطن کے ارادے سے دوسری جگہ نہیں گیا) سے 92 کلو میٹر سے زیادہ فاصلے پر ہے، تو کیا یہ اس شہر میں قصر کرے گا یا وہ شہر اس کا وطن اصلی بن چکا؟ اور کیا آبائی دیہات ابھی بھی اس کا وطن اصلی ہے؟ یہاں جب آتا ہے تو یہاں قصر کرے گا یا پوری پڑھے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں جس شہر میں زید ملازمت کر رہا ہے وہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں ہے، وہاں جب بھی جائے اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، تو قصر کرے گا، البتہ جب پندرہ دن وہاں رہنے کی نیت ہوگی، تو وہ وطن اقامت ہوگا اور زید پوری نماز پڑھے گا اور وطن اقامت سفر شرعی، اور دوسری جگہ وطن اقامت بنانے اور وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، لہٰذا

وہ وطن اقامت تب تک کے لئے ہی ہو گا جب تک اسے باطل کرنے والی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔

اور زید کا آبائی دیہات ابھی بھی اس کے لئے وطن اصلی ہے، یہاں جب بھی آئے گا، پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ وطن اصلی کو باطل کرنے والی کوئی صورت نہیں پائی گی، دوسری جگہ گھر لینے اور اسے وطن اقامت بنانے سے وطن اصلی باطل نہیں ہوتا، وطن اصلی باطل تب ہوتا ہے، جبکہ کوئی شخص پہلی جگہ سے ترکِ وطن کا ارادہ کر کے اہل و عیال کے ساتھ دوسری جگہ منتقل ہو جائے (یعنی وطن بنالے) تو پہلی جگہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں رہتی اگرچہ اس میں مکان وزمین باقی ہو۔

سیدی اعلی حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کر لیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا، بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے، تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام بیک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک ۱۵ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔"[1]

وطن اصلی اپنی مثل وطن ہی سے باطل ہوتا ہے یہ مسئلہ کئی متون، شروح اور فتاویٰ میں مذکور ہے، اختصاراً چند ایک حوالے ملاحظہ فرمائیے۔

---

1 .... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 271، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

چنانچہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(الوطن الأصلي يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل، فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما (لا غير و) يبطل (وطن الإقامة بمثله و) بالوطن (الأصلي و) بإنشاء (السفر) والأصل أن الشيء يبطل بمثله، وبما فوقه لا بما دونه۔ملخصاً“ یعنی وطن اصلی اپنے مثل وطن کے ذریعے باطل ہو جائے گا، جبکہ پہلی جگہ میں اس کے اہل و عیال باقی نہ رہیں، پس اگر پہلی جگہ اہل و عیال باقی ہوں، تو وطن باطل نہیں ہو گا، بلکہ دونوں جگہ پوری نماز پڑھے گا۔ اپنی مثل کے علاوہ کسی اور سے وطنِ اصلی باطل نہیں ہوتا اور وطن اقامت اپنی مثل سے، وطن اصلی سے اور سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے اور اصول ان میں یہ ہے کہ چیز اپنی مثل سے اور اپنے سے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے اپنے سے کم شے سے باطل نہیں ہوتی۔[1]

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: ”(قوله يبطل بمثله) سواء كان بينهما مسيرة سفر أولاً، ولا خلاف في ذلك كما في المحيط۔قهستاني، وقيد بقوله بمثله لأنه لو انتقل منه قاصدا غيره ثم بدا له أن يتوطن في مكان آخر فمر بالأول أتم لأنه لم يتوطن غيره نهر“ یعنی وطن اصلی اپنے مثل وطن کے ذریعے باطل ہو جائے گا، خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو اور اس مسئلے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ محیط میں ہے قہستانی۔ماتن نے ”بمثله“ کی قید لگائی، کیونکہ اگر کوئی دوسری جگہ جانے کے ارادے سے منتقل ہوا، پھر اس کے لیے ظاہر ہوا کہ وہ کسی اور جگہ وطن بنائے، پھر وہ پہلی جگہ سے گزرا تو پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ اس نے ابھی اس کے علاوہ جگہ کو وطن نہیں بنایا۔نہر الفائق۔[2]

بحر الرائق میں ہے: ”(قوله و يبطل الوطن الأصلي بمثله لا السفر و وطن الإقامة بمثله والسفر والأصلي)، لأن الشيء يبطل بما هو مثله لا بما هو دونه فلا يصلح مبطلا له۔۔۔

1۔۔۔ تنویر الابصار و در مختار، جلد2، صفحہ 739۔741، مطبوعہ کوئٹہ۔

2۔۔۔ رد المحتار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

وقيد بقوله بمثله، لأنه لو باع داره ونقل عياله وخرج يريد أن يتوطن بلدة أخرى ثم بدا له أن لا يتوطن ما قصده أولا ويتوطن بلدة غيرها فمر ببلده الأول فإنه يصلي أربعا، لأنه لم يتوطن غيره "

یعنی (ماتن صاحبِ کنز نے کہا: وطن اصلی اپنے مثل وطن کے ذریعے باطل ہو گا، سفر سے باطل نہیں ہو گا اور وطن اقامت اپنی مثل سے، سفر سے اور وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے) کیونکہ کوئی چیز اپنی مثل سے ہی باطل ہوتی ہے، اپنے سے کم چیز سے باطل نہیں ہوتی کہ کم چیز اسے باطل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی۔ اور ماتن نے "بمثله" (یعنی اسی کی مثل وطن کے ذریعے) کی قید لگائی، کیونکہ اگر کسی نے اپنا گھر بیچ دیا اور اپنے عیال کو منتقل کیا اور یہ ارادہ کر کے نکلا کہ دوسرے شہر کو وطن بنائے گا، پھر اس کے لیے ظاہر ہوا کہ پہلے جس جگہ وطن بنانے کا قصد کیا تھا، وہاں وطن نہیں بنائے گا، بلکہ اس کے علاوہ دوسرے شہر میں وطن بنائے گا، پھر وہ اپنے پہلے شہر سے گزرا تو وہ پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ ابھی اس نے اس کے علاوہ کوئی اور وطن نہیں بنایا۔[1]

فتح القدیر میں ہے: " والأصلي لا ينتقض إلا بالانتقال عنه واستيطان آخر كما قلنا لا بالسفر ولا بوطن الإقامة "یعنی وطن اصلی دوسری جگہ منتقل ہونے اور دوسری جگہ کو وطن بنا لینے سے ہی ٹوٹے گا، جیسا کہ ہم نے کہا سفر اور وطن اقامت کے ساتھ نہیں ٹوٹے گا۔[2]

رد المحتار میں شرح منیہ سے منقول ہے: "لو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيما، فإن ماتت زوجته في إحداهما وبقي له فيها دور وعقار قيل لا يبقى وطنا له إذ المعتبر الأهل دون الدار۔۔۔وقيل تبقى "اگر کسی شخص کے گھر والے دو شہروں میں ہوں تو دونوں میں سے جس میں بھی داخل ہو گا مقیم ہو جائے گا اگر ایک میں اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس شہر

1۔۔۔ البحر الرائق، جلد2، صفحہ 239، مطبوعہ کوئٹہ۔

2۔۔۔ فتح القدیر، جلد2، صفحہ 41، مطبوعہ کوئٹہ۔

میں اس کا مکان اور زمین باقی ہے، تو ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کے لئے وطن نہیں رہا کہ اعتبار مکان کا نہیں، اہل کا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وطن رہے گا۔[1]

رد المحتار کی مذکورہ عبارت کے جز"وقیل تبقی"کے تحت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جد الممتار میں فرماتے ہیں:"و الیہ اشار محمد فی الکتاب کذا فی الزاھدی ھندیہ أقول:یظھر للعبد الضعیف أن نقل الأھل والمتاع یکون علی وجھین: أحدھما: أن ینقل علی عزم ترک التوطن ھاھنا، والآخر: لا علی ذلك، فعلی الأول لا یبقی الوطن وطنا وإن بقي له فیه دور وعقار، وعلی الثاني یبقی فلیکن المحمل للقولین، وبمثل ھذا یجری الکلام فی موت الزوجۃ فافھم"یعنی(وطن رہے گا)اسی طرف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب میں اشارہ فرمایا ہے، جیسا کہ زاہدی میں ہے، عالمگیری۔ میں کہتا ہوں ضعیف بندے کے لیے یہ ظاہر ہوا کہ اہل و متاع کو نقل کرنے کی دو صورتیں ہوں گی: (1)اس نے وہاں سے ترک وطن کے ارادے پر اہل و متاع کو منتقل کیا(2)ترک وطن کا ارادہ نہیں ہے۔پس پہلی صورت میں وطن وطنِ اصلی نہیں رہے گا اگرچہ اس میں گھر اور زمین باقی ہو اور دوسری صورت میں وطن اصلی باقی رہے گا۔پس چاہیے کہ دونوں اقوال کے لیے ایک محمل ہو ، اور اسی کی مثل کلام بیوی کی موت میں جاری ہو گا پس تو سمجھ جا۔[2]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

12شوال المکرم1442ھ/24مئی2021ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

1...ردالمحتار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...جدالممتار، جلد03، صفحہ 572، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

فتوی 17:

وطن اقامت، وطن اصلی، وطن اقامت اور سفر شرعی سے باطل ہوتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں فیصل آباد سے لاہور جاتا ہوں اور میری وہاں 20 دن رہنے کی نیت ہوتی ہے اور میں پوری نماز پڑھتا ہوں، لیکن بعض دفعہ وہاں دو یا تین دن بعد ارادہ بن جاتا ہے کہ چھ یا سات دن بعد واپس چلے جانا ہے، تو اب جتنے دن میں لاہور رہوں گا، اتنے دن قصر پڑھوں گا یا پوری؟

بسمِ اللہ الرَّحمنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورت مسئولہ میں جب تک آپ لاہور رہیں گے پوری نماز پڑھیں گے، کیونکہ وطن اقامت صرف نیت سے باطل نہیں ہوتا، بلکہ دوسری جگہ کو وطن اقامت بنانے یا وطن اصلی پہنچنے یا مسافت سفر کی نیت سے سفر اختیار کرنے سے باطل ہوتا ہے۔

جیسا کہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(الوطن الاصلی یبطل بمثلہ لا غیرو) یبطل (وطن الاقامۃ بمثلہ و) بالوطن (الاصلی و) بانشاء (السفر)۔ ملخصاً" یعنی: وطن اصلی اپنے مثل وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے اس کے علاوہ نہیں اور وطن اقامت اپنے مثل وطن اقامت، وطن اصلی، سفر کی نیت سے سفر اختیار کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔[1]

یونہی صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وطن اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا، پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا، تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی دونوں کے درمیان مسافتِ سفر

---

1 ... تنویر الابصار و در مختار، جلد 2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

ہو یا نہ ہو۔ یونہی وطن اقامت وطن اصلی وسفر سے باطل ہو جاتا ہے۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

26شوال المکرم1437ھ/31جولائی2016ء

فتویٰ18:

کیا مرد کے لیے سسرال اور بیوی کے لیے میکا وطن اصلی ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ وطن اصلی کی صورتوں میں سے ایک صورت بہار شریعت وغیرہ میں یہ بھی پڑھی تھی کہ آدمی جہاں سے شادی کرلے وہ جگہ بھی اس کی وطن اصلی ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ پڑھا ہوا تو تھا لیکن اس کی طرف کبھی توجہ نہیں گئی اور اب جب غور کیا ہے تو اس سے ظاہراً جو معنی سمجھ آتا ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی کا سسرال بھی اس کے لیے وطن اصلی ہو گا اور اسے وہاں پوری نماز پڑھنی ہو گی۔ اگر اس مسئلہ کا یہی مفہوم ہے، تو میرے خیال میں اس کی طرف عام عوام تو کیا بڑے بڑے علماء کی بھی توجہ نہیں کہ کسی کو بھی اس پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ برائے کرم اس کی وضاحت فرمادیں۔

میں نے ڈیرہ غازی خان سے شادی کی ہے اور بیوی بچوں سمیت میری مستقل رہائش ملتان کی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ میں جب ڈیرہ غازی خان جاؤں گا قصر کروں گا یا پوری نماز پڑھوں گا؟ ابھی تک میرا عمل یہ رہا ہے کہ میں وہاں قصر کرتا رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

---

1 ... بہار شریعت، جلد1، صفحہ 751، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

آدمی جہاں سے شادی کرلے تو اگرچہ مفتٰی بہ قول کے مطابق اس جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے شوہر کی وہاں مستقل سکونت ہونا ضروری نہیں جیسا کہ یہ تفصیل نیچے تنبیہ میں آرہی ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ بیوی کی وہیں مستقل رہائش ہو اور یہ سمجھا جائے کہ شوہر کے اہل خانہ یہاں رہتے ہیں۔ یہ ہرگز مطلب نہیں کہ چاہے بیوی رخصت ہو کر شوہر کے ساتھ دوسری جگہ آگئی، تب بھی وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہو۔ شادی کی جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہونے کی صورت پاک وہند میں بہت ہی کم ہے کہ اولا ہمارے ہاں پہلی بیوی کے موجود ہونے کی صورت میں دوسری شادی کا رواج بہت کم ہے اور اگر کوئی دوسری شادی کرتا بھی ہے، تو عموماً دونوں کو ایک ساتھ یا کم از کم ایک شہر میں رکھتا ہے، لہذا ہمارے ہاں شادی کی جگہ شوہر کے لیے وطن اصلی ہونے والی صورت کا پایا جانا، نادر ہے۔ البتہ عرب میں یہ صورت بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ عربی لوگ اکثر ایک سے زائد دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کرتے ہیں اور بیویوں کو ایک جگہ رکھنے کے بجائے مختلف شہروں میں علیحدہ علیحدہ اپنے ذاتی یا کرائے کے مکانات میں رکھتے ہیں، بیویوں کی وہیں مستقل سکونت ہوتی ہے، وہیں ان کے بچے پیدا ہوتے ہیں، شوہر کبھی مہینہ یا اس سے کم و بیش ایک کے پاس پھر اسی طرح دوسری کے پاس رہتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سب شوہر کے گھر ہیں، اس طرح ایسی تمام جگہیں شوہر کے لئے وطن اصلی قرار پاتی ہیں۔

شادی کی جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہونے کے لئے بیوی کی وہاں مستقل سکونت ضروری ہونے پر پہلی دلیل وہ جزئیہ ہے، جس میں فقہائے کرام نے یہ حکم بیان فرمایا کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں اور دو مختلف جگہوں میں رہتی ہوں تو وہ دونوں جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہیں، ان میں سے جس جگہ بھی وہ جائے گا، مقیم کہلائے گا، البتہ جب کسی بیوی کا انتقال ہو گیا تو چاہے وہاں اسباب و گھر موجود ہو، مفتٰی بہ قول کے مطابق بیوی کے انتقال کر جانے کی صورت میں

اب وہ جگہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں رہے گی۔اس مسئلہ میں واضح طور پر فقہاء نے بیویوں کی سکونت کو شوہر کے وطن اصلی ہونے کی بنیاد بنایا ہے،اسی وجہ سے ایک بیوی کے انتقال ہو جانے پر اس جگہ کے شوہر کے لئے وطن اصلی نہ رہنے کا حکم بیان فرمایا،لہٰذا جہاں سے شادی ہوتے ہی بیوی رخصت ہو کر شوہر کے پاس آجائے گی تو وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہر گز نہیں ہو گی۔

ردالمحتار میں شرح منیہ کے حوالہ سے ہے:"لو کان له اهل ببلدتین فایتهما دخلها صار مقیما فان ماتت زوجته فی احداهما وبقی له فیها دور وعقار قیل لا یبقی وطناًله اذ المعتبر الاهل دون الدار کما لو تاهل ببلدة واستقرت سکناًله ولیس له فیها دار،وقیل تبقی اھ۔" اگر اس کی بیویاں دو شہروں میں ہوں تو ان میں سے جس شہر میں بھی جائے گا مقیم ہو جائے گا،پس ان میں سے ایک شہر میں اس کی بیوی انتقال کر جائے اور اس کا گھر اور جائیداد اس شہر میں باقی ہو،کہا گیا وہ شہر اس کے حق میں وطن اصلی نہ رہے گا کیونکہ اعتبار بیوی کے ہونے کا تھا،گھر کا نہیں،جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں نکاح کر لے اور اس مقام کو جائے سکونت بنالے حالانکہ اس شہر میں اس کا گھر نہ ہو(تب بھی وہ جگہ اس کی وطن اصلی ہو گی)۔اور کہا گیا وطن اصلی باقی رہے گا(یعنی بیوی کے انتقال کے بعد اگر اس جگہ گھر اور جائیداد ہو تو وہ مقام وطن اصلی رہے گا)۔[1]

وطن اصلی ہونے میں مدار مستقل سکونت پر ہے،اسباب وگھر پر نہیں،سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے یہ مسئلہ تفصیل سے بیان فرمانے کے بعد موت زوجہ والے مسئلہ کو اسی پر قیاس کرنے کا فرمایا۔یعنی دو بیویوں میں سے ایک بیوی کا انتقال ہو گیا تو چاہے گھر واسباب وہاں موجود ہو،جب شوہر کی مستقل سکونت وہاں نہیں تو وہ جگہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں رہے گی۔چنانچہ فرماتے ہیں:"قولہ:(لو نقل اهله ومتاعه وله دور فی البلد لا

---

1 ... ردالمحتار،جلد2،صفحہ 739،مطبوعہ کوئٹہ۔

تبقی وطناًله وقیل تبقی)والیه اشار محمد فی الکتاب کذا فی الزاهدی،هندیه،،اقول یظهر للعبد الضعیف ان نقل الاهل والمتاع یکون علی وجهین احدهما ان ینقل علی عزم ترک التوطن هاهنا،والآخر:لا علی ذلک،فعلی الاول لا یبقی الوطن وطنا وان بقی له فیه دور وعقار ،وعلی الثانی یبقی فلیکن المحمل للقولین وبمثل هذا یجری الکلام فی موت الزوجة،فافهم "مصنف علیہ الرحمہ کا قول(اگر کوئی شخص اپنے اہل وسامان کو منتقل کر دے اوراس شہر میں اس کا گھر ہو،وہ شہر اس کے حق میں وطن اصلی نہ رہے گا اور کہا گیا وطن اصلی رہے گا)اسی طرف امام محمد علیہ الرحمۃ نے کتاب میں اشارہ کیا،اسی طرح زاہدی میں ہے،ہندیہ۔میں کہتا ہوں بندہ ناچیز پر آشکار ہوا کہ اہل اور سامان کو نقل کرنا دو صورتوں پر ہے ایک تو یہ کہ اس شہر سے رہائش ختم کرنے کے ارادہ سے اہل وسامان نقل کیا جائے،دوسری صورت یہ کہ رہائش ختم کرنے کا ارادہ نہ ہو،پس پہلی صورت میں وہ شہر وطن اصلی نہ رہے گا اگرچہ وہاں گھر اور جائیداد ہو،اور دوسری صورت میں وطن اصلی رہے گا،لہذا چاہیے کہ ان دو قولوں کا محمل یہ ہی ہو،اسی کی مثل کلام زوجہ کے انتقال کی صورت میں جاری ہو گا،لہذا سے سمجھ لو۔[1]

پہلی دلیل کے جزئیات سے **دوسری دلیل** بھی ماخوذ ہے،وہ اس طرح کہ اوپر مذکور تفصیل کے مطابق جس بیوی کا انتقال ہو گیا، وہاں چاہے اسباب وگھر موجود ہو تب بھی مفتٰی بہ قول کے مطابق وہ جگہ آدمی کے لئے وطن اصلی نہ رہی اور دوسرا قول یہ مذکور ہوا کہ اگر اسباب وگھر اس جگہ بدستور موجود ہوں تو وطن اصلی ہونا بر قرار رہے گا،اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے بعد عورت اگر رخصت ہو کر شوہر کے ساتھ آجائے اور وہاں اسباب وگھر بھی موجود نہ ہو تو دونوں قولوں کے مطابق بالاتفاق وطن اصلی نہ ہونے کا حکم بیان کیا جائے گا، صورت مستفسرہ میں بھی یہی صورت حال ہے کہ بیوی رخصت ہو کر آچکی اور وہاں اس کا گھر واسباب بھی موجود نہیں،لہٰذا

---

1 ... ۔ جد الممتار،جلد 03، صفحہ 572،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ،کراچی۔

دونوں قولوں کے مطابق وہ جگہ وطن اصلی نہیں ہو گی۔

تیسری دلیل: یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی شادی مکہ شریف سے بھی تھی لیکن اہل و عیال کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لے آئے تو مکہ شریف آپ کا وطن اصلی نہ رہا جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے قصر نماز ادا فرمائی۔

محیط برہانی میں ہے:"أن مكة كانت وطناً أصلياً لرسول الله عليه السلام لما هاجر منها إلى المدينة بأهله وعياله وتوطن (بها)، (ف) انتقض وطنه بمكة حتى قال عام حجة الوداع: «أتموا صلاتكم يا أهل مكة، فإنا قوم سفر" بیشک مکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا وطن اصلی تھا پھر جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اسے اپنی جائے سکونت بنالیا، تو مکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا وطن اصلی نہ رہا، یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے سال حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے مکہ کے رہنے والو اپنی نماز مکمل کرو کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں۔[1]

چوتھی دلیل: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل ہے کہ مکہ میں مستقل رہائش نہ ہونے کے باوجود مکہ سے شادی کرنے کی وجہ سے آپ پوری نماز پڑھتے تھے، مگر روایات میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ مکہ میں آپ نے جس عورت سے شادی کی تھی، ان کی رہائش مکہ میں ہی تھی۔

کفایہ میں ہے:"ولو كان له اهل ببلدة فاستحدث (فی) بلدة اخرى اهلا كان كل واحد منهما وطنا اصليا له و روى انه كان لعثمان رضى الله عنه اهل بمكة واهل بالمدينة و كان يتم الصلوة بهما جميعا" اور اگر کسی شخص کی ایک شہر میں بیوی

---

1 .... المحیط البرہانی، جلد2، ص401، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی لبنان۔

ہو پس وہ دوسرے شہر میں بھی نکاح کرلے تو دونوں شہر اس کے حق میں وطن اصلی ہوں گے اور روایت کیا گیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی مکہ میں اور ایک مدینہ میں تھی اور آپ رضی اللہ عنہ دونوں جگہ نماز مکمل پڑھتے تھے۔[1]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"تیسرے یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ میں زمین خرید لی وہاں مکان بنوالیا وہاں اپنی ایک بیوی کو رکھا اس لیے مکہ معظمہ آپ کا ایک قسم کا وطن بن گیا اور اپنے وطن میں اگر کوئی ایک دن کے لیے بھی جائے تو مقیم ہو گا اور قصر نہ پڑھے گا پوری نماز پڑھے گا۔"[2]

پانچویں دلیل یہ ہے کہ عورت کے متعلق فقہاء نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ شادی کے بعد جب رخصت ہو کر شوہر کے پاس آجائے گی اور وہیں مستقل رہنے کا ارادہ ہو تو میکا اس کا وطن اصلی نہیں رہے گا۔ جب رہائش ختم ہو جانے کی وجہ سے میکا عورت کے لئے وطن اصلی نہ رہا تو شوہر کے لئے بدرجہ اولی نہیں ہو گا کہ میکے سے اصل تعلق عورت کا ہے، جب رخصتی ہو جانے اور رہائش ختم ہونے کی وجہ سے وہ جگہ اس کے لئے بھی وطن اصلی نہ رہی تو شوہر کے لئے کیسے ہو سکتی ہے؟؟ لہذا بالکل عجیب ہو گا کہ یوں مسئلہ بیان کیا جائے کہ عورت جب رخصت ہو کر آچکی تو میکا اس کے لیے تو وطن اصلی نہ رہا، مگر مرد کے لیے تب بھی وطن اصلی ہے۔

بہار شریعت میں ہے:"عورت بیاہ کر سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگے تو میکا اس کے لئے وطن اصلی نہ رہا یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے، وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تو میکے

1...کفایہ، جلد2، صفحہ 13، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...جاء الحق، ص489، مطبوعہ: قادری پبلشرز، لاہور۔

آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔"[1]

آدمی کی شادی کے جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے، اس جگہ بیوی کی مستقل سکونت ضروری ہونے پر یہ پانچ دلیلیں ہیں، تتبع و تلاش سے مزید دلائل بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں، لہذا بہار شریعت وغیرہ دیگر کتب فقہ میں موجود مسئلہ کہ "آدمی کی شادی کی جگہ اس کے لئے وطن اصلی ہے" مطلق نہیں ہے، بلکہ بیوی کی سکونت کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ آج کل چونکہ شادی ہو جانے پر بیوی رخصت ہو کر شوہر کے گھر آجاتی ہے، لہذا وہ جگہ شوہر کے گھر سے اگر 92 کلو میٹر یا اس سے زیادہ مسافت پر ہو تو پندرہ دن سے کم کے لئے جانے کی صورت میں شوہر و بیوی دونوں کو قصر کرنا ہو گی۔

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ کے سوال کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ شادی کے بعد جب آپ بیوی بچوں سمیت ملتان رہائش پذیر ہیں، شادی کے بعد ڈیرہ غازی خان سے آپ کی بیوی کی رہائش ختم ہو گئی، تو ڈیرہ غازی خان آپ دونوں کے لیے وطن اصلی نہیں ہے، لہذا وہاں جب آپ پندرہ دن سے کم کے لیے جائیں گے، تو قصر نماز ادا کریں گے۔

تنبیہ! اوپر فتوے میں یہ ذکر کیا گیا کہ شادی کی جگہ کے شوہر کے لئے وطن اصلی ہونے کے لئے شوہر کی وہاں سکونت ضروری نہیں، فقہ حنفی کے مطابق ایک قول تو یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہاں شوہر کی بھی مستقل سکونت ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی نہیں ہو گی۔ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے اظہار فرمایا کہ دونوں قولوں میں ترجیح کا اختلاف ہے، لہذا دونوں قول قوی ہیں، البتہ اصول رسم الافتاء کے مطابق پہلا قول مفتی بہ اور راجح تر ہے کیونکہ علاماتِ فتوی میں سے اس کی طرف "اوجہ" کے الفاظ موجود ہیں، جبکہ دوسرے قول کی

---

1 .... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 751-752، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

طرف کوئی علامت فتوی موجود نہیں۔ نیز بشمول علامہ قاضی خان اور سیدی اعلی حضرت علیہما الرحمۃ کئی فقہاء نے مطلقاً شادی کی جگہ کو وطن اصلی شمار فرمایا، شوہر کی وہاں سکونت کی قید نہیں لگائی اور اسی پر اقتصار بھی فرمایا اور کسی قول پر اقتصار دلیل اعتماد و ترجیح ہے اور علامہ قاضی خان علیہ الرحمۃ کی ترجیح دوسروں کی ترجیح پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہی قول حدیث پاک سے مؤید ہے، اسی کو بہار شریعت میں بھی اختیار فرمایا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(الوطن الاصلی) ھو موطن ولادته او تاھله او توطنه“ وطن اصلی وہ اس کی پیدائش کی جگہ یا اہل بنانے کی جگہ یا وطن بنانے کی جگہ ہے۔[1]

رد المحتار میں ہے: ”قوله: (او تاهله) ای تزوجه قال فی شرح المنية: ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الاقامة به فقيل لا يصير مقيماً وقيل يصير مقيماً وهو الاوجه ولو كان له اهل ببلدتين فايتهما دخلها صار مقيما“ مصنف علیہ الرحمۃ کا قول (اہل بنانے کی جگہ) یعنی اس کی شادی کی جگہ، شرح منیہ میں فرمایا: اگر مسافر نے کسی شہر میں نکاح کر لیا اور وہاں اقامت کی نیت نہ کی تو کہا گیا کہ وہ مقیم نہ ہو گا، اور کہا گیا کہ مقیم ہو جائے گا، اور یہ ہی اوجہ ہے، اور اگر اس کی بیویاں دو شہروں میں ہوں تو ان میں سے جس شہر میں بھی وہ جائے گا مقیم ہو جائے گا۔[2]

در مختار میں ہے: ”تزوج المسافر ببلد صار مقيما على الاوج“ مسافر نے کسی شہر میں نکاح کر لیا، تو اوجہ قول کے مطابق مقیم ہو جائے گا۔[3]

رد المحتار میں ہے: ”قوله: (صار مقيما على الاوجه) ای: بنفس التزوج وان لم يتخذه وطنا او لم ينو الاقامة خمسة عشر يوما، واما المسافرة فانها تصير مقيمة بنفس التزوج اتفاقا

---

1 ... تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

2 ... رد المحتار، جلد 2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

3 ... در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 745، مطبوعہ کوئٹہ۔

کما فی القهستانی ح۔ وحکی الزیلعی هذا الاوجه بقیل:فظاهره ترجیح المقابل فقد اختلف الترجیح ط"مصنف علیہ الرحمۃ کا قول:(اوجہ قول کے مطابق مقیم ہو جائے گا)یعنی صرف نکاح کرنے سے ہی اگرچہ اس نے اس شہر کو جائے سکونت نہ بنایا ہو یا پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو،اور رہی مسافر عورت پس وہ بالاتفاق صرف نکاح سے ہی مقیم ہو جائے گی،جیسا کہ قہستانی میں ہے۔اور امام زیلعی علیہ الرحمۃ نے اس اوجہ قول کو قیل کے ساتھ حکایت کیا،جس کا ظاہر اس کے مقابل قول کو ترجیح دینا ہے،لہذا ترجیح مختلف ہو گئی۔طحطاوی۔[1]

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:"قوله:(صار مقیما علی الاوجه)لقوله علیه الصلوة والسلام من تزوج من بلدة فهو منها بحر" مصنف علیہ الرحمۃ کا قول:(اوجہ قول کے مطابق مقیم ہو جائے گا)حضور علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے "جس نے کسی شہر میں نکاح کیا وہ اسی شہر سے ہے،بحر۔[2]

بہار شریعت میں ہے:"مسافر نے کہیں شادی کر لی اگرچہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو،مقیم ہو گیا اور دو شہروں میں اس کی دو عورتیں رہتی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔"[3]

در مختار میں علامات فتوی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"وفی اول "المضمرات "اما العلامات للافتاء فقوله:۔۔۔ وعلیه الفتوی،وبه یفتی،وبه ناخذ،وعلیه الاعتماد،وعلیه عمل الیوم،علیه عمل الامة وهو الصحیح،اوالاصح،او الاظهر،اوالاشبه،او الاوجه،او المختار، ونحوها مما ذکر فی حاشیة البزدوی اھ"مضمرات کی ابتداء میں ہے،بہر حال افتا کی علامات تو وہ

1۔۔۔ رد المحتار،جلد2،صفحہ 745،مطبوعہ:کوئٹہ۔

2۔۔۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر،جلد02، صفحہ 593،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ،بیروت۔

3۔۔۔ بہار شریعت،جلد1،صفحہ 751،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

فقہاء کا یہ قول ہے:اسی پر فتوی ہے ،اسی پر فتوی دیا جائے گا،اسی کو ہم لیتے ہیں،اسی پر اعتماد ہے،اسی پر آج عمل ہے، اسی پر امت کا عمل ہے،یہی صحیح ہے ،یا زیادہ صحیح ہے،یا زیادہ ظاہر ہے،یا روایۃ منصوص کے زیادہ مشابہ ہے،یا وجہ میں زائد،یا اسی کو اختیار کیا گیا ہے،اور اسی طرح کے الفاظ حاشیہ بزدوی میں مذکور ہیں۔ملخصا"[1]

رد المحتار میں ہے:"قوله:(اوالاوجه)ای:الاظهروجهاًمن حیث ان دلالة الدلیل علیه متجهة ظاهرة اکثر من غیره"مصنف علیہ الرحمۃ کا قول:(یا وجہ میں زائد)یعنی وجہ کے اعتبار سے زیادہ ظاہر اس طرح کہ دلیل کی اس پر دلالت پوری اوراس کے غیر سے زیادہ ظاہر ہو۔[2]

کئی فقہاء نے پہلے قول پر اقتصار فرمایا اور شادی کی جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے،شوہر کی مستقل سکونت کی قید نہیں لگائی۔چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے:"الکوفی اذا نوی الاقامة بمکة ومنی خمسة عشریوما لم یکن مقیما،وان لم یکن بینهما مسیرة سفر لانه لم ینوالاقامة فی احدهما خمسة عشریوما،وان تاهل بهما کان کل واحد من الموضعین وطنا اصلیا له " کوفی جب مکہ و منیٰ میں پندرہ دن اقامت کی نیت کر لے تو وہ مقیم نہیں ہو گا اگرچہ دونوں جگہوں کے درمیان مسافت شرعی کی مقدار نہیں ہے کیونکہ اس نے کسی ایک جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت نہیں کی اور اگر وہ دونوں جگہ اہل بنالے تو دونوں جگہیں اس کے لیے وطن اصلی ہوں گی۔[3]

خلاصہ الفتاوی میں ہے:" الوطن الاصلی وهو مولد الرجل والبلدة التی تاهل بها"وطن اصلی اور وہ آدمی کی پیدائش کی جگہ اور وہ شہر ہے جس میں اس نے اہل بنالیا۔[4]

1.... درمختار مع رد المحتار، جلد 1، صفحہ 172، 171، مطبوعہ کوئٹہ۔
2.... رد المحتار، جلد 1، صفحہ 172، مطبوعہ کوئٹہ۔
3.... فتاوی قاضی خان، جلد 1، صفحہ 148، مطبوعہ کوئٹہ۔
4.... خلاصۃ الفتاوی، جلد 1، صفحہ 204، مطبوعہ کوئٹہ۔

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے شادی کی جگہ کو مطلقاً وطن اصلی شمار فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے، چاہے شوہر کی وہاں سکونت کی نیت نہ بھی ہو تب بھی وہ جگہ اس کا وطن اصلی ہو جائے گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ اس نے شادی کی نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کر لیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک 15 دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔[1]

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن امام قاضی خان علیہ الرحمۃ کی ترجیح سے متعلق فرماتے ہیں: ”امام علامہ فقیہ النفس مالك التصحیح و الترجیح فخر الملة والدین قاضی خان اوزجندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے فتاوی میں روایت صحت پر جزم کیا ہے اور اسی پر اقتصار فرمایا دوسری روایت نقل بھی نہ فرمائی اور اسی روایت کو مدلل و مبرہن کیا **اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی قول پر اقتصار کرنا اس کے اعتماد کی دلیل ہے** اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ کسی قول کو مدلل و مبرہن کرنا بھی اس کی ترجیح کی دلیل ہے۔ پس دو وجہ سے ثابت ہوا کہ امام قاضی خان نے صحت بیع پر اعتماد فرمایا اور اسی کو ترجیح دی اب علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس امام اجل کا ارشاد زیادہ اعتبار و اعتماد کے لائق اور ان کی تصحیح و ترجیح فائق ہے کہ انہیں رتبہ اجتہاد حاصل تھا۔ ملخصا[2]

1... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 271، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

2... فتاوی رضویہ، جلد 17، صفحہ 253، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ شادی کی جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے شوہر کی وہاں مستقل سکونت ہونا ضروری نہیں، لیکن شوہر کی سکونت ضروری نہ ہونے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کی وہاں بیوی کی سکونت بھی ضروری نہیں، اوپر تفصیل سے اس بات کو ثابت کر دیا گیا ہے کہ بیوی کی وہاں مستقل سکونت ہونا ضروری ہے، تب ہی وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہو گی، لہذا اس بات کو اچھے طریقہ سے سمجھ لیا جائے، یاد رکھا جائے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

08 صفر المظفر 1442ھ/26 ستمبر 2020ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ 19:

عورت اپنے شوہر کے ساتھ مستقل طور پر کسی دوسرے ملک چلی گئی تو میکے اور سسرال آنے پر نماز پوری پڑھے یا قصر؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت ہندہ کی شادی فیصل آباد میں ہوئی اور وہ اپنے میکے کراچی سے رخصت ہو کر سسرال فیصل آباد مستقل آ گئی پھر وہاں سے شوہر کے ساتھ مستقل انگلینڈ چلی گئی کہ اس نے اور اس کے شوہر نے فیصل آباد سے ترک وطن کا ارادہ کر لیا اور انگلینڈ میں شہریت حاصل کر لی اور دونوں کا اپنے بچوں کے ساتھ مستقل وہیں رہنے کا ارادہ ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ہندہ اپنے رشتے داروں سے ملنے کے لیے اپنے بیٹے کے ساتھ پاکستان آ رہی ہے، چھ سات دن کراچی رہے گی اور چھ سات دن سسرال فیصل آباد میں رہے گی، اس صورت میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے، پاکستان میں کراچی و فیصل آباد

میں سے کہاں وہ نماز قصر کرے گی اور اس کا وطن اصلی کون سا شہر کہلائے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

دریافت کی گئی صورت میں وہ کراچی اور فیصل آباد دونوں مقامات پر قصر نماز پڑھے گی، کیونکہ کسی مقام پر وہ مقیم نہیں ہوگی کہ ہر جگہ پندرہ دن سے کم ٹھہرے گی اور یہ دونوں شہر اب اس کے لیے وطن اصلی نہیں رہے کہ کراچی سے رخصت ہو کر جب سسرال فیصل آباد مستقل آگئی تو کراچی اس کا وطن اصلی نہ رہا، پھر فیصل آباد سے ترک وطن کے ارادے کے ساتھ مستقل انگلینڈ میں شفٹ ہو گئی، تو فیصل آباد بھی اس کے لیے وطن اصلی نہ رہا، بلکہ انگلینڈ کے جس شہر میں مستقل رہائش اختیار کر لی، وہی اس کا وطن اصلی بن گیا اور وطن اصلی اپنی مثل وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، جبکہ پہلی جگہ سے ترکِ وطن کے ارادے کے ساتھ دوسری جگہ کو وطن بنایا ہو۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اس کا میکا (کراچی) اور سسرال (فیصل آباد) اس کا وطن اصلی ہیں نہ ہی وطن اقامت، تو وہ ان میں نماز قصر کرے (چار رکعات نمازِ فرض کی جگہ دو رکعات فرض پڑھے) گی۔

وطن اصلی اپنی مثل وطن ہی سے باطل ہوتا ہے، یہ مسئلہ کئی متون، شروح اور فتاویٰ میں مذکور ہے۔ اختصاراً چند ایک حوالے ملاحظہ فرمائیے۔

چنانچہ تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: ”(الوطن الأصلي يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل، فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما (لا غير و) يبطل (وطن الإقامة بمثله و) بالوطن (الأصلي و) بإنشاء (السفر) والأصل أن الشيء يبطل بمثله، وبما فوقه لا بما دونه۔ ملخصاً“ یعنی وطن اصلی اپنے مثل وطن کے ذریعے باطل ہو جائے گا، جبکہ پہلی جگہ میں اس کے اہل و عیال باقی نہ رہیں، پس اگر پہلی جگہ اہل و عیال باقی ہوں، تو وطن باطل نہیں ہوگا، بلکہ دونوں

جگہ پوری نماز پڑھے گا۔اپنے مثل کے علاوہ کسی اور سے وطنِ اصلی باطل نہیں ہوتا اور وطن اقامت اپنے مثل سے، وطن اصلی سے اور سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے اور اصول ان میں یہ ہے کہ چیز اپنی مثل سے اور اپنے سے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے، اپنے سے کم شے سے باطل نہیں ہوتی۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے:"(قوله يبطل بمثله) سواء كان بينهما مسيرة سفر أولا، ولا خلاف في ذلك كما في المحيط۔قهستاني، وقيد بقوله بمثله لأنه لو انتقل منه قاصدا غيره ثم بدا له أن يتوطن في مكان آخر فمر بالأول أتم لأنه لم يتوطن غيره نهر" یعنی وطن اصلی اپنے مثل وطن کے ذریعے باطل ہو جائے گا، خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو اور اس مسئلے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ محیط میں ہے۔قہستانی۔ ماتن نے بمثلہ کی قید لگائی، کیونکہ اگر کوئی دوسری جگہ جانے کے ارادے سے منتقل ہوا، پھر اس کے لیے ظاہر ہوا کہ وہ کسی اور جگہ وطن بنائے، پھر وہ پہلی جگہ سے گزرا، تو پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ اس نے ابھی اس کے علاوہ جگہ کو وطن نہیں بنایا۔نہر الفائق۔[1]

فتح القدیر میں ہے:"والأصلي لا ينتقض إلا بالانتقال عنه واستيطان آخر كما قلنا لا بالسفر ولا بوطن الإقامة"یعنی وطن اصلی دوسری جگہ منتقل ہونے اور دوسری جگہ کو وطن بنا لینے سے ہی ٹوٹے گا۔جیسا کہ ہم نے کہا سفر اور وطن اقامت کے ساتھ نہیں ٹوٹے گا۔[2]

رد المحتار میں شرح منیہ سے منقول ہے:" لو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيما، فإن ماتت زوجته في إحداهما وبقي له فيها دور وعقار قيل لا يبقى وطنا له إذ المعتبر الأهل دون الدار وقيل تبقى۔ملخصاً"اگر کسی شخص کے گھر والے دو شہروں میں ہوں، تو دونوں

1...۔ رد المحتار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...۔ فتح القدیر، جلد2، صفحہ 41، مطبوعہ کوئٹہ۔

میں سے جس میں بھی داخل ہو گا، مقیم ہو جائے گا، اگر ایک میں اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس شہر میں اس کا مکان اور زمین باقی ہے، تو ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کے لیے وطن نہیں رہا کہ اعتبار مکان کا نہیں، اہل کا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وطن رہے گا۔[1]

رد المحتار کی مذکورہ عبارت کے جز "وقیل تبقی" کے تحت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جد الممتار میں فرماتے ہیں: "و الیه اشار محمد فی الکتاب کذا فی الزاهدی هندیه أقول: یظهر للعبد الضعیف أن نقل الأهل والمتاع یکون علی وجهین: أحدهما: أن ینقل علی عزم ترك التوطن هاهنا، والآخر: لا علی ذلك، فعلی الأول لا یبقی الوطن وطنا وإن بقي له فیه دور وعقار، وعلی الثاني یبقی فلیکن المحمل للقولین، و بمثل هذا یجری الکلام فی موت الزوجة فافهم" یعنی (وطن رہے گا) اسی طرف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب میں اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے، عالمگیری۔ میں کہتا ہوں ضعیف بندے کے لیے یہ ظاہر ہوا کہ اہل و متاع کو نقل کرنے کی دو صورتیں ہوں گی: (1) اس نے وہاں سے ترک وطن کے ارادے پر اہل و متاع کو منتقل کیا (2) ترک وطن کا ارادہ نہیں ہے۔ پس پہلی صورت میں وطن وطنِ اصلی نہیں رہے گا اگرچہ اس میں گھر اور زمین باقی ہو اور دوسری صورت میں وطن اصلی باقی رہے گا۔ پس چاہیے کہ دونوں اقوال کے لیے ایک محمل ہو، اور اسی کی مثل کلام بیوی کی موت میں جاری ہو گا۔ پس تو سمجھ جا۔[2]

بہار شریعت میں ہے: "عورت بیاہ کر سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگے، تو میکا اس کے لیے وطنِ اصلی نہ رہا یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی، تو قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا، بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی، تو

1... رد المحتار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... جد الممتار، جلد 03، صفحہ 572، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو صدیق محمد ابو بکر عطاری

28 ربیع الثانی 1442ھ/14 دسمبر 2020ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

فتویٰ 20:

جائے پیدائش کے وطن اصلی ہونے کا مطلب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(1) جو انسان جس جگہ پیدا ہوتا ہے، وہ اس کا وطنِ اصلی ہے، تو اگر کوئی بچہ سفر میں کسی اور جگہ جہاں اس کے ماں باپ کا وطنِ اصلی نہیں ہے پیدا ہوا، تو کیا اب بھی وہ جگہ اس کا وطنِ اصلی کہلائے گی؟

(2) اور جوان ہونے کے بعد اگر وہ اپنی رہائش، اس جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ رکھ لے تو کیا اس کا وہ جائے پیدائش والا وطنِ اصلی ختم ہو جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) اگر بچہ سفر میں کسی ایسی جگہ پیدا ہوا کہ جہاں اس کے ماں باپ نہیں رہتے، تو وہ جگہ اس بچے کے لیے وطن اصلی نہیں کہلائے گی اور جو فقہائے کرام نے جائے پیدائش کو وطن اصلی قرار دیا ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مطلقاً جہاں بھی پیدائش ہو جائے وہ وطن اصلی بن جائے گا، بلکہ مراد وہ جائے پیدائش ہے، جہاں اس کی ماں باپ کی اور تبعاً اس بچے کی رہائش ہوتی ہے۔

---

1 .... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 751، 752، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:" بان کان مولدہ وسکن فیہ اولم یکن مولدہ ولکنہ تاھل بہ وجعلہ دارا" ترجمہ: **وطنِ اصلی وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہو اور وہاں اس کی سکونت ہو یا وہاں اس کی پیدائش نہ ہو لیکن اس کے** اہل وعیال وہاں ہوں اور اس جگہ کو اس نے گھر بنالیا ہو۔[1]

اور بعض فقہائے کرام نے تو وطن اصلی کی وضاحت ہی یوں فرمائی ہے کہ جو انسان کی رہائش گاہ ہے، وہی اس کا وطن اصلی ہے، چاہے وہ اکیلا وہاں رہتا ہے یا اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہے یا وہاں پیدا ہوا ہے۔

چنانچہ شرح وقایہ اور درر شرح غرر میں ہے: " الوطن الأصلی ھو المسکن "یعنی انسان کی رہائش گاہ اس کا وطن اصلی کہلاتی ہے۔[2]

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درر کی مذکورہ بالا عبارت کے تحت لکھتے ہیں:"اراد بہ الأعم من أن یکون بنفسہ فقط ولا عیال لہ أو بأھلہ کأن تأھل فیہ ومن قصدہ التعیش لا الارتحال، وکذا محل مولدہ وطن أصلی وھذا الوطن وطن القرار" ترجمہ: مصنف نے مسکن (رہائش گاہ) میں عموم مراد لیا ہے یعنی فقط تنہا بغیر اہل وعیال کے کسی جگہ رہائش رکھ لے، یا اہل وعیال کے ساتھ رہائش رکھ لے بایں طور کہ وہاں شادی کر کے وہیں مستقل رہنے اور وہاں سے نہ جانے کا ذہن بنالے۔ یونہی جائے پیدائش بھی وطن اصلی ہے اور اس وطن کو وطن قرار بھی کہتے ہیں۔[3]

اور عادۃً چونکہ جس جگہ پیدائش ہوتی ہے وہی اس کے ماں باپ کی مستقل رہائش گاہ ہوتی ہے، بچہ بھی وہیں نشو ونما پاتا ہے اور وہیں رہائش رکھتا ہے، اس لیے فقہائے کرام مطلقاً یہی

1.... فتاوی قاضی خان، جلد 1، صفحہ 148، مطبوعہ کوئٹہ۔

2.... درر شرح غرر مع حاشیہ شرنبلالی، جلد 1، صفحہ 378، مطبوعہ اولوالالباب۔

3.... درر شرح غرر مع حاشیہ شرنبلالی، جلد 1، صفحہ 378، مطبوعہ اولوالالباب۔

فرمادیتے ہیں کہ بچے کی جائے ولادت اس کا وطن اصلی ہے۔

(2) اگر کوئی آدمی اپنی جائے پیدائش کو چھوڑنے اور اس کو دوبارہ وطن نہ بنانے کا عزم مصمم کرکے اپنے اہل و عیال کو لے کر مستقل طور پر کسی دوسری جگہ شفٹ ہو جائے یعنی اپنی رہائش دوسری جگہ رکھ لے، تو اب اس کی جائے پیدائش وطن اصلی نہیں رہے گی۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کو اپنی مستقل رہائش گاہ بنالیا اور پھر بعد میں جب مکہ میں آئے، تو اپنے آپ کو مسافر شمار کیا اور فرمایا: ہم یہاں مسافر ہیں۔ اور اگر دوسری جگہ مستقل رہائش نہیں رکھی یا اہل و عیال کو یہاں سے لے کر نہیں گیا، تو پھر اس کا یہ وطن اصلی ختم نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری اور تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے: "ویبطل الوطن الأصلی بمثله أی بالوطن الأصلی لما ذکرنا، ولهذا عد النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم نفسه بمکة مسافرا حیث قال فإنا قوم سفر هذا إذا انتقل عن الأول بأهله وأما إذا لم ینتقل بأهله ولکنه استحدث أهلا ببلدة أخری فلا یبطل وطنه الأول ویتم فیهما" ترجمہ: وطن اصلی اپنی مثل یعنی دوسرے وطن اصلی کے ذریعے باطل ہو جاتا ہے اس وجہ سے جو ہم نے پہلے بیان کی، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو مکہ میں مسافر شمار کیا اور فرمایا: ہم یہاں مسافر ہیں۔ اور یہ اس وقت ہے، جبکہ اپنے اہل و عیال کو لے کر دوسری جگہ منتقل ہو گیا ہو۔ اور اگر وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر دوسری جگہ منتقل نہیں ہوا، بلکہ کسی دوسرے شہر میں بھی اپنے نئے اہل بنالیے (یعنی دوسرے شہر میں شادی کرلی)، تو اب اس کا پہلا وطن باطل نہیں ہوگا، بلکہ وہ دونوں جگہ پوری نماز پڑھے گا۔[1]

در مختار وردالمحتار میں ہے: "یبطل بمثله إذا لم یبق له بالأول أهل (أی وإن بقی له فیه

---

1 ... تبیین الحقائق، جلد 1، صفحہ 517، مطبوعہ مکتبہ محمدیہ آباسین روڈ چمن

عقار قال فی النهر: ولو نقل أهله ومتاعه وله دور فی البلد لا تبقی وطنا له وقیل تبقی کذا فی المحیط وغیره) فلو بقی لم یبطل بل یتم فیهما"والعبارة بین الهلالین من ردالمحتار ترجمہ: وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے، جبکہ پہلی جگہ پر اس کے اہل باقی نہ رہیں یعنی اگرچہ زمین وغیرہ ہو، صاحب نہر لکھتے ہیں: "اگر کسی نے اپنے اہل وسامان کو دوسری جگہ شفٹ کر دیا، لیکن اس کا گھر وغیرہ پہلے شہر میں باقی ہے، تب بھی پہلا شہر اس کا وطن اصلی نہیں رہے گا اور ایک قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں پہلا شہر وطنِ اصلی باقی رہے گا۔ جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے۔"اور اگر کوئی دوسری جگہ منتقل ہوا اور اس کے اہل پہلی جگہ پر باقی ہیں، تو اب وطنِ اصلی باطل نہ ہو گا، بلکہ دونوں جگہ پوری نماز پڑھنی ہو گی۔[1]

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ شامی کے حاشیہ جد الممتار میں ارشاد فرماتے ہیں: "اقول: یظهر للعبد الضعیف انّ نقل الاهل والمتاع یکون علی وجهین: احدهما: ان ینقل علی عزم ترک التوطّن هاهنا، والآخر: لا علی ذلک، فعلی الاوّل لا یبقی الوطن وطناً وان بقی له فیه دُور وعقار، وعلی الثانی یبقی فلیکن المحمل للقولین، وبمثل هذا یجری الکلام فی موت الزوجة، فافهم، واللّٰه تعالی اعلم"ترجمہ: میں کہتا ہوں: "جو عبد ضعیف پر ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ اپنے اہل وسامان کا منتقل کرنا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس طرح منتقل ہو کہ اب آئندہ اس جگہ کو دوبارہ وطن نہ بنانے کا پکا ارادہ کر چکا ہے اور دوسرا یہ کہ اس طرح کا عزم نہیں ہے۔ تو پہلی صورت میں وہ جگہ وطن اصلی باقی نہیں رہے گی اگرچہ وہاں گھر و زمین موجود ہو اور دوسری صورت میں وہ جگہ وطن باقی رہے گی پس چاہئے کہ ان دونوں قولوں کا یہی محمل ہو اور اسی کی مثل کلام زوجہ کی موت کے بارے میں بھی جاری ہو گا، فافهم، واللّٰه

---

1 ... درمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

تعالیٰ اعلم۔"(1)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــه

الجواب صحیح
مفتی محمدھاشم خان عطاری

المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمدساجدعطاری
10ربیع الثانی1435ھ/11فروری2014ء

فتویٰ 21:

وطن اصلی سے دوسری جگہ مستقل شفٹ ہوگیاتو وطن اصلی باطل ہو جائے گا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید اپنے آبائی گاؤں کشمیر سے اپنے اہل ومتاع کے ساتھ کئی سالوں سے مستقل لاہور شفٹ ہو گیاہے، گاؤں میں زید کی صرف زمینیں ومکان باقی ہے اور دیگر رشتہ دار رہتے ہیں،اور زید کا اپنے آبائی گاؤں میں رہنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، بلکہ وہاں کی سکونت کو مستقل ترک کرچکاہے اور اس جگہ صرف رشتہ داروں وغیرہ سے ملاقات کے لئے کبھی کبھی جاتاہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ آبائی گاؤں اس کا وطن اصلی بنتاہے یانہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کا آبائی گاؤں اس کا وطن اصلی نہیں بنتا،کیونکہ زید کا وہاں سے اپنے اہل ومتاع کے ساتھ مستقل لاہور شفٹ ہونا اور اُس جگہ رہائش نہ رکھنے کے عزم نے اس کے اس وطن اصلی کو ختم کردیا،اگرچہ اس کی وہاں پر زمینیں ومکان اوررشتہ داروغیرہ رہتے ہیں، لہٰذا زید

1... جدالممتار علی ردالمحتار، جلد3، صفحہ572، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

اگر 15 دن سے کم رہنے کی نیت سے وہاں جائے گا، تو نماز قصر پڑھے گا۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ شامی کے حاشیہ جد الممتار میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اقول: یظھر للعبد الضعیف انّ نقل الاھل والمتاع یکون علی وجھین: احدھما: ان ینقل علی عزم ترک التوطّن ھاھنا، والآخر: لا علی ذلک، فعلی الاوّل لا یبقی الوطن وطناً وان بقی لہ فیہ دُور وعقار، وعلی الثانی یبقی فلیکن المحمل للقولین، وبمثل ھذا یجری الکلام فی موت الزوجۃ، فافھم، واللہ تعالی اعلم“ ترجمہ: میں کہتا ہوں: ”جو عبد ضعیف پر ظاہر ہوا کہ اس کا اہل ومتاع کے ساتھ منتقل ہونا دو وجہوں سے ہو گا، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس طرح منتقل ہو کہ اس جگہ کو وطن بنانے کے ترک کرنے کا عزم ہو اور دوسرا یہ کہ اس طرح نہ ہو، پس پہلی وجہ پر اس کے لیے وطن اصلی نہ رہے گا، اگرچہ اُس جگہ میں اُس کی زمین اور مکان ہو اور دوسری وجہ پر باقی رہے گا، پس چاہئے کہ ان دونوں قولوں کا یہی محمل ہو اور اسی کی مثل کلام زوجہ کی موت کے بارے میں بھی ہے، اس کو سمجھ لے، اور اللہ بہتر جانتا ہے۔“[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

29 ذو الحجۃ الحرام 1434ھ/04 نومبر 2013ء

فتویٰ 22:

وطن اقامت، محض نیتِ سفر سے نہیں، بلکہ بالفعل سفر سے باطل ہوتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید حیدر آباد سے کراچی بیس دن کے لیے آیا، بارہویں دن اس کو معلوم ہوا کہ کل چھٹی ہے، لہٰذا اس نے ارادہ کر لیا کہ کل واپس حیدر آباد چلا جاؤں گا۔ اب بارہویں دن جب سے واپسی کی نیت کی ہے تب سے

1 ... جد الممتار، کتاب الصلاۃ، جلد 03، صفحہ 572، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

لے کر تیرہویں دن واپس جانے تک یہ نماز قصر پڑھے گا یا پوری؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں چونکہ زید کی نیت کراچی میں بیس دن ٹھہرنے کی تھی، لہٰذا کراچی اس کا وطن اقامت ہے اور یہ کراچی میں مقیم، اور جب کوئی جگہ وطن اقامت بن جائے، تو اس وطن اقامت کے باطل ہونے کی فقہاء نے تین صورتیں لکھی ہیں: (1) وطن اصلی میں واپس آجانا (2) کسی دوسری جگہ کو وطن اقامت بنالینا (3) وطن اقامت سے سفر کر جانا۔

چنانچہ حضرت علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں: "وطن الاقامۃ ینتقض بالوطن الاصلی و بوطن الاقامۃ ایضاً و ینتقض بالسفر ایضاً۔ ملخصاً" ترجمہ: وطن اقامت وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے اور کسی دوسری جگہ کو وطن اقامت بنانے سے بھی باطل ہو جاتا ہے اور سفر کرنے سے بھی باطل ہو جاتا ہے۔[1]

اور یہاں مذکورہ تینوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں پائی جارہی، کیونکہ ابھی تک نہ تو زید اپنے وطن اصلی واپس لوٹا ہے اور نہ ہی اس نے کسی اور جگہ کو وطن اقامت بنایا ہے اور نہ ہی یہاں سے اس نے سفر شروع کیا ہے، بلکہ صرف سفر کرنے کی نیت کی ہے اور مذکورہ جزئیہ میں سفر سے مراد محض نیتِ سفر نہیں، بلکہ بالفعل سفر کرنا، مراد ہے، کیونکہ نیت جب تک فعل سے ملی ہوئی نہ ہو، اس وقت تک اس نیت کا اعتبار نہیں، جیسا کہ اگر کوئی شخص اپنے وطن اصلی میں رہتے ہوئے مسافتِ سفر تک کسی مقام پر جانے کی نیت کرے، لیکن بالفعل سفر نہ کرے تو محض نیت کر لینے سے وہ مسافر نہیں ہو جائے گا، کیونکہ نیت کے معتبر ہونے کے لئے اس کا فعل سے ملا

---

1 .... بدائع الصنائع، جلد 1، صفحہ 498، مطبوعہ کوئٹہ۔

ہوا ہونا ضروری ہے اور فعل اس وقت تک متحقق نہیں ہو گا، جب تک وہ نیتِ سفر کے ساتھ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے۔

حضرت علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں: "لا یصیر مسافراً بمجرد نیة مدة السفر ما لم یخرج من عمران المصر۔۔۔لأن النیة انما تعتبر اذا کانت مقارنة للفعل، لأن مجرد العزم عفو، وفعل السفر لا یتحقق الا بعد الخروج من المصر فما لم یخرج لا یتحقق قران النیة بالفعل فلا یصیر مسافراً و هذا بخلاف المسافر اذا نوی الاقامة فی موضع صالح للاقامة حیث یصیر مقیماً للحال، لأن نیة الاقامة هناک قارنت الفعل وهو ترک السفر، لأن ترک فعل فعل فکانت معتبرة" ترجمہ: کوئی شخص محض مسافتِ سفر تک جانے کی نیت کر لینے سے مسافر نہیں ہو گا جب تک وہ شہر کی آبادی سے نہ نکل جائے، کیونکہ نیت اسی وقت معتبر ہو گی جب وہ فعل سے ملی ہوئی ہو کہ محض عزم تو معاف ہے اور فعلِ سفر شہر سے نکلے بغیر متحقق نہیں ہوتا، تو جب تک یہ شہر سے نہ نکلے نیت کا فعل سے ملا ہوا ہونا نہیں پایا جائے گا، لہٰذا یہ مسافر نہیں ہو گا، بخلاف مسافر کے کہ جب وہ ایسی جگہ پہنچ کر اقامت کی نیت کر لے جو اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو، تو یہ فوراً مقیم ہو جائے گا، کیونکہ نیتِ اقامت یہاں فعل سے ملی ہوئی ہے اور وہ فعل ترکِ سفر، کیونکہ ترکِ فعل بھی ایک فعل ہی ہے، لہٰذا یہاں نیت معتبر ہے۔[1]

امام برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری اسی مسئلے کو بیان کرنے کے بعد اس کی نظیر لکھتے ہیں: "و نظیر هذا ما قال فی کتاب الزکاة: من کان له عبد للخدمة، فنوی أن یکون للتجارة لم یکن للتجارة حتی یبیعه، وان کان للتجارة، و نوی أن یکون للخدمة، خرج من التجارة بالنیة" ترجمہ: اس مسئلے کی نظیر کتاب الزکوٰۃ میں بیان کیا گیا یہ مسئلہ ہے کہ جس کے پاس خدمت کا غلام ہو اور وہ اس کی تجارت کی نیت کر لے، تو یہ اس وقت تک مالِ

---

1 .... بدائع الصنائع، جلد 1، صفحہ 476، مطبوعہ کوئٹہ۔

تجارت نہیں ہو گا جب تک یہ اسے بیچ نہ دے اور اگر وہ غلام تجارت کے لئے خرید ا تھا اور اس سے خدمت کی نیت کرلی، تو وہ صرف نیت کرنے سے ہی مالِ تجارت سے خارج ہو جائے گا۔[1]

بالکل اسی طرح سوال میں ذکر کی گئی صورت میں بھی زید نے اگلے دن حیدر آباد واپس جانے کی صرف نیت کی ہے بالفعل سفر شروع نہیں کیا، لہٰذا یہ نیت اس وقت تک کارآمد نہیں جب تک وہ سفر کر کے کراچی کی آبادی سے باہر نہ نکل جائے۔

لہٰذا پوچھی گئی صورت میں زید حیدر آباد واپس جانے کی محض نیت کر لینے سے مسافر نہیں ہو گا، بلکہ یہ مقیم ہی رہے گا اور یہ جب تک کراچی میں رہے گا پوری نماز پڑھے گا، ہاں جب کراچی سے حیدر آباد روانہ ہو گا، تو کراچی کی آبادی سے باہر نکلتے ہی حیدر آباد کی آبادی میں داخل ہونے تک دورانِ سفر قصر نماز پڑھے گا۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ زید اپنے وطن سے ستر یا اسی کوس کے فاصلے پر کسی شہر میں ملازم ہے، وہاں سے سال دو سال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا اس آمد و رفت میں اس کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ جواباً آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جب وہاں سے بقصدِ وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر کرے گا۔“[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

09صفر المظفر 1434ھ/23دسمبر 2012ء

1...۔ محیط برھانی، جلد2، صفحہ 387، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی لبنان۔

2...۔ فتاویٰ رضویہ، جلد8، ص258، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

فتویٰ 23:

مسافت شرعی تک پہنچنے سے پہلے لوٹ آیا تو کیا حکم ہو گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ 92 کلو میٹر یا اس سے زائد کے ارادے سے سفر شروع کیا، لیکن ابھی پندرہ بیس کلو میٹر ہی سفر کیا تھا کہ کسی وجہ سے ارادہ کینسل ہو گیا اور واپس آ گئے، تو مقیم کے احکام کب جاری ہوں گے؟ جب گھر واپس پہنچ جائیں گے یا ارادہ ختم ہوتے ہی مقیم والے احکام شروع ہو جائیں گے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مذکورہ صورت میں سفر کا ارادہ کینسل ہوتے ہی آدمی مقیم شمار ہو گا اور پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ مسافت شرعی یعنی 92 کلو میٹر یا اس سے زائد کی نیت سے سفر شروع کرنے سے آدمی اگرچہ مسافر ہو جاتا ہے، اور مسافر والے احکام بھی شروع ہو جاتے ہیں، مگر مسافر ہونا مستحکم تبھی ہوتا ہے جب پورے 92 کلو میٹر کا سفر طے کر لیا جائے، اگر کسی وجہ سے 92 کلو میٹر سے پہلے سفر ختم کرنے کا ارادہ ہو جائے، تو مسافر والا حکم فوراً باطل ہو جاتا ہے اور آدمی مقیم شمار ہوتا ہے۔

مسافت شرعی سے پہلے لوٹ آنے والے شخص کے متعلق در مختار میں فرماتے ہیں: "یتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر" مسافر محض لوٹنے کے ارادے سے پوری نماز پڑھے گا سفر کے مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "العلة في الحقيقة هي المشقة و أقيم السفر مقامها ولكن لا تثبت عليتها إلا بشرط ابتداء وشرط بقاء، فالأول مفارقة البيوت قاصدا

---

1 ... در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 728، مطبوعہ کوئٹہ

مسيرة ثلاثة أيام، **والثاني استكمال السفر ثلاثة أيام**، فإذا وجد الشرط الأول ثبت حكمها ابتداء فلذا يقصر بمجرد مفارقة العمران ناويا **ولا يدوم إلا بالشرط الثاني فهو شرط لاستحكامها علة فإذا عزم على ترك السفر قبل تمامه بطل بقاؤها علة لقبولها النقض قبل الاستحكام** ومضى فعله في الابتداء على الصحة لوجود شرطه ولذا لو لم يصل لعذر ثم رجع يقضيها مقصورة كما قدمناه فتدبره "**حقیقت میں علت تو مشقت ہے اور سفر کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے لیکن سفر کا علت بننا ابتدا اور بقا کی شرط کے ساتھ ثابت ہو گا، پس اول (ابتدا) گھروں سے تین دن کے سفر کے ارادہ سے جدا ہو جاتا ہے، اور دوسرا (بقا) تین دن سفر کو پورا کرنا ہے، پس جب پہلی شرط پائی جائے، تو شروع میں علت والا حکم ثابت ہو جائے گا، لہذا وہ آبادی سے سفر کی نیت سے جدا ہوتے ہی نمازوں میں قصر کرے گا اور سفر والا یہ حکم برقرار نہیں رہے گا مگر دوسری شرط کے ساتھ، لہذا سفر کے بطور علت مستحکم ہونے کے لئے وہ شرط ہو گا، پس سفر پورا ہونے سے پہلے جب وہ ترکِ سفر کا ارادہ کر لے تو سفر کا بطور علت باقی رہنا باطل ہو جائے گا، اس کے استحکام سے پہلے ہی ختم ہو جانے کو قبول کر لینے کی وجہ سے، اور اس کا شروع والا فعل صحت پر جاری ہو گا۔ اس کی شرط (سفر شروع کرنے کے) پائے جانے کی وجہ سے، اسی وجہ سے اگر عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکا پھر لوٹ آیا، تو قصر کے ساتھ قضا کرے۔ جیسا کہ یہ مسئلہ قریب ہی ہم بیان کر چکے، پس تو غور و فکر کر۔**[1]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "فلو عزم على الرجوع الى بلده قبل سيره ثلاثة ايام على قصد قطع السفر فانه يتم كما مر" **اگر کسی شخص نے تین دن سفر پورا کرنے سے پہلے، سفر ختم کرنے کے ارادہ سے اپنے شہر لوٹنے کا ارادہ کر لیا، تو وہ پوری نماز پڑھے گا۔ جیسا کہ یہ مسئلہ پیچھے گزر چکا۔**[2]

---

1 ... رد المحتار، جلد2، صفحہ 728، مطبوعہ کوئٹہ۔

2 ... رد المحتار، جلد2، صفحہ 733، مطبوعہ کوئٹہ۔

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

29 محرم الحرام 1443ھ/07 ستمبر 2021ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ 24:

ایک شہر کے مختلف محلے ایک جگہ کے حکم میں ہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں بارہ ماہ کے مدنی قافلے میں ہوں، مجلس ہمیں کسی شہر میں پندرہ دن سے زائد عرصہ کے لیے بھیجتی ہے، ایک مسجد میں تین دن ٹھہرنا ہوتا ہے، پھر اسی شہر کے دوسرے محلے و علاقے کی مسجد میں تین دن، تو کیا ہم وہاں پر مقیم ہوتے ہیں یا مسافر؟ برائے مہربانی رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں آپ مقیم ہیں۔ اصول یہ ہے کہ ایک شہر کے مختلف محلے ایک جگہ کے حکم میں ہیں، لہٰذا آپ کی اگر کسی شہر میں پندرہ یا اس سے زائد دن ٹھہرنے کی نیت ہو، اگرچہ اس دوران اس کے مختلف محلوں میں سفر کرتے رہیں۔ جیسا کہ مدنی قافلے میں ہوتا ہے، تو آپ اس شہر میں مقیم ہوں گے۔

بدائع الصنائع میں ہے: ”إذا نوى المسافر الإقامة خمسة عشر يوما في موضعين فان كان مصراً واحداً أو قرية واحدة صار مقيماً لانهما متحدان حكماً“ ترجمہ: مسافر نے دو مقامات پر پندرہ دن رہنے کی نیت کی، اگر وہ ایک ہی شہر یا بستی (میں) ہو، تو وہ مقیم ہو جائے گا، کیونکہ یہ دونوں مقامات حکماً ایک ہیں۔[1]

1 ... بدائع الصنائع، جلد 1، صفحہ 483، مطبوعہ کوئٹہ۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ عشر یوما او اکثر"ترجمہ:مسافر سفر کے حکم میں رہتا ہے،جب تک کہ وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ یا اس سے زائد دن رہنے کی نیت نہ کرلے۔[1]

بہار شریعت میں ہے:"دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں، جیسے مکہ و منٰی تو مقیم نہ ہوا اور ایک دوسرے کی تابع ہو جیسے شہر اور اس کی فنا تو مقیم ہو گیا۔"[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

14صفر المظفر 1443ھ/22ستمبر 2021ء

فتویٰ 25:

دوسرے ملک کی نیشنلٹی حاصل کرنے سے وہ ملک وطن اصلی بن جائے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ درج ذیل صورتوں میں اسپین (دار الحرب) میں رہتے ہوئے اس کا کوئی شہر وطنِ اصلی بن جائے گا؟

1.ایک شخص یہاں کا نیشنلٹی ہولڈر(Nationality Holder) ہے اور چونکہ پاکستان اور اسپین میں دُہری شہریت کا معاہدہ نہیں اس لیے پاکستان جانے کے لیے اس کو ویزا لینا پڑتا ہے۔ آیا یہاں جس شہر میں اس کی رہائش ہے، وہ اس کا وطن اصلی کہلائے گا؟

2.ایک شخص جس کے پاس پرمنٹ ریزیڈنسی (Permanent Residency) (مستقل رہائش) ہے، البتہ پاسپورٹ اور نیشنلٹی (Nationality) پاکستان کی ہے، اس کے لیے اسپین کا شہر وطن اصلی بن جائے گا؟

1...فتاویٰ عالمگیری، جلد1، صفحہ154، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

2...بہار شریعت، جلد1، صفحہ745، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

3.ایک شخص جس کے پاس ٹمپریری ریزیڈنسی (Temporary Residency) (عارضی رہائش) ہے اور پاسپورٹ و نیشنلٹی (Nationality) پاکستان کی ہے، اس کے لیے اسپین کا شہر وطن اصلی بن جائے گا؟

4.ایک شخص جو یہیں پیدا ہوا مگر نیشنلٹی (Nationality) پاکستان ہی کی ہے، تو اس کے لیے اسپین کا شہر وطن اصلی بن جائے گا؟

ان میں ہر ایک صورت کی دونوں صورتیں واضح ہو جائیں کہ آیا مستقل ہمیشہ یہیں رہنے کا ارادہ ہو اور فیملی وغیرہ بھی ساتھ ہی شفٹ ہو، تو کیا حکم ہو گا اور اگر بڑے بوڑھے ہو جانے کے بعد واپس پاکستان جانے کا ارادہ ہے، تو کیا حکم ہو گا۔ بعض لوگوں کے پاس ابھی ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ (Temporary Residence Card) ہوتا ہے، مگر ان کی مستقل یہیں رہنے کی نیت بن جاتی ہے ان کا کیا حکم ہو گا، اسی طرح ایسے بعض حضرات کا کاروبار وغیرہ یا جائداد وغیرہ یہیں بن جاتی ہیں اور ان کی یہیں جینے مرنے کی نیت بن جاتی ہے، تو کیا حکم ہو گا؟ بعض حضرات کے پاس پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ (Permanent Residence Card) ہوتے ہوئے بھی عمر کے آخری حصے میں پاکستان واپس جانے ہی کی نیت ہو، مثلاً: بال بچے یہیں رہیں میری نسل یہیں پروان چڑھے، البتہ میں عمر کے آخری حصے میں پاکستان چلا جاؤں گا ایسی صورت میں اس شخص کا اسپین کے شہر کو وطنِ اصلی قرار دینے کا کیا حکم ہو گا؟ اسی سے متصل یہ کہ بعض لوگوں کے پاس پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ ہے اور انہوں نے اپنے بال بچے بھی یہیں شفٹ کر لیے ہیں کاروبار خاندان سب یہیں ہے، اب ان کی یہاں سے واپس جانے کی نیت نہیں، ایسی صورت میں اسپین کا شہر ان کے لیے وطن اصلی بن جائے گا؟

وضاحت: ریزیڈنسی (Residency) سے مراد نیشنل آئی ڈی کارڈ برائے غیر ملکی حضرات ہے(Foreigner Identification Card)یعنی ریزیڈنس(رہائش) کی اجازت کا کارڈ ہے۔ اسپین کے قانون کے مطابق لیگل(Legal) (قانونی طور پر نئے آنے والے) شخص کو پہلے ایک سال کا ریزیڈنس کار(Residence Card) ملتا ہے، پھر ری نیو کروانے پر دو سال کا ریزیڈنس کارڈ(Residence Card) ملتا ہے، پھر دو سال کی مدت پوری ہو جانے پر دوبارہ ری نیو کروانا ہوتا ہے، جس کے بعد پھر دو سالہ ریزیڈنس کارڈ(Residence Card) ملتاہے۔ان مذکورہ تمام کارڈز کو ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ (Temporary Residence Card) کہتے ہیں۔ان کی ری نیوویشن(Renovation) کی بعض شرائط بھی ہوا کرتی ہیں۔ جیسے درخواست دہندہ کا مخصوص عرصے سے جاب پر ہونا یا کاروبار کرتے ہوئے ہونا، ٹیکس پے ہوا ہونا وغیرہ، ان شرائط کے پائے جانے کی صورت میں ری نیویشن کی درخواست منظور ہو جانے کا ظن غالب ہوتا ہے۔

اس کے بعد ری نیو کروانے پر 5 سالہ ریزیڈنس کارڈ ملتا ہے، جو کہ پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ(Permanent Residence Card) ہوتا ہے، اس کے بعد ہر 5 سال بعد اسے ری نیو کروانے کی صرف درخواست دینی ہوتی ہے، اس کے علاوہ کوئی شرائط نہیں ہوتیں، جیسے ہی درخواست دی جاتی ہے یہ دوبارہ ری نیو ہو کر 5 سال کا مل جاتا ہے۔جب ایک شخص کو 10 سال ہو جائیں، تو وہ نیشنلٹی (Nationality) اپلائی کر سکتا ہے۔

پرمنٹ ریزڈنس کارڈ اور نیشنلٹی میں فرق یہ ہے کہ پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ والے کو وہاں رہائش کی غیر محدود مدت تک اجازت ہوتی ہے، مگر وہ وہاں کا قومی نہیں کہلاتا، جبکہ نیشنلٹی والے کو غیر محدود مدت تک رہائش کی اجازت کے ساتھ ساتھ وہاں کی قومیت بھی حاصل ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جواب سے پہلے کچھ چیزیں سمجھ لیں تاکہ جواب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

وطن اصلی کی تعریف: وطن اصلی وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کی بیوی وہاں رہتی ہے یا وہاں سکونت کرلی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔

تنویر الابصار و در مختار اور رد المحتار میں ہے: "(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله (أي تزوجه) أو توطنه (أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل)" والعبارة بين الهلالين من رد المحتار: ترجمہ: وطن اصلی وہ جگہ ہے، جہاں پیدا ہوا ہے یا شادی کی ہے یا اس جگہ کو وطن بنالیا ہے۔ وطن بنالینے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں رہنے کا پکا ارادہ کرلیا ہے اور وہاں سے واپس جانے کا ارادہ نہیں، اگرچہ بیوی پاس نہ ہو۔[1]

بہار شریعت میں ہے: "وطن اصلی: وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کرلی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔"[2]

سوال میں مذکور مختلف قسم کے کارڈز سے نیت اقامت میں فرق پڑنے کی تفصیل:

ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ کی تفصیل: ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ پاس ہے اور ری نیویشن کی شرائط بھی پوری ہیں، تو اس صورت میں چونکہ کارڈ کی ری نیویشن کا ظن غالب ہوتا ہے اور چند سالوں کے بعد یہ کارڈ پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ میں تبدیل بھی ہوجاتا ہے، جس کی ری نیویشن کی کوئی شرط نہیں، اس لیے اس صورت میں اگر وہاں کا وہ رہائشی جو ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ کا حامل ہے وہاں ہمیشہ رہنے کی نیت کرلیتا ہے، تو اسپین کا شہر اس کا وطن اصلی بن جائے گا۔

1... تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 750، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

اور اگر ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ کی ری نیویشن کی شرائط پوری نہیں اور ایسی صورت میں وہ وہاں ہمیشہ رہنے کی نیت کرتا ہے، تو اس کی اس نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا، کیونکہ ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ محدود مدت تک کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بعد قانونی طور پر اسپین میں رہنے کی اجازت نہیں، اگر خود وہاں سے نہ نکلا، تو حکومت پکڑ کر نکال دے گی یا جیل میں ڈال دے گی۔ الغرض ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ کی شرائط پوری نہ ہونے کی صورت میں اسپین میں ہمیشہ رہنے کی نیت نہیں بن پائے گی، بلکہ وہاں رہنے کے متعلق وہ اپنے ارادے میں متردد رہے گا، جبکہ نیت عزم بالجزم کا نام ہے اور وطن اصلی کے لیے ضروری ہے کہ وہاں ہمیشہ رہنے کی نیت ہو۔

پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ: پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ کی ری نیویشن کی کوئی شرط نہیں، اس لیے پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ کی صورت میں وہاں ہمیشہ رہنے کی نیت کرلیتا ہے، تو اسپین کا شہر اس کا وطن اصلی بن جائے گا۔

جن صورتوں میں ہمیشہ رہنے کا ارادہ کرنے کے باجود اسپین وطن اصلی نہیں بن سکتا، ان کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کا لشکر دارالحرب میں گیا یا دارالحرب میں کسی قلعہ کا محاصرہ کیا، تو مسافر ہی ہے، اگرچہ پندرہ دن کی نیت کرلی ہو، اگرچہ کثرت تعداد وغیرہ قرائن سے مسلمانوں کا غلبہ ظاہر ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ قرائن مسلمانوں کے غلبہ پر دلالت کرتے ہیں، مگر علاقہ جب کفار کا ہے، تو ممکن ہے کہ انہیں مدد ملے اور مسلمانوں کو معاذ اللہ ہزیمت کا سامنا ہو یا وہ کوئی ایسی چال چلیں جس کی وجہ سے مسلمان تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود فتح یاب نہ ہوں اور یہ احتمالات وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادے میں جزم اور پختگی نہیں آنے دیں گے، حالانکہ نیت نام ہی عزم بالجزم یعنی پختہ ارادے کا ہے، ایسے ہی پوچھی گئی صورت میں اگر ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ پاس ہے اور ری نیویشن کی شرائط پوری نہیں اور ایسا شخص وہاں ہمیشہ رہنے کا ارادہ کرلے، تو

ظاہر ہے کہ اس کے ارادے میں جزم اور پختگی نہ ہو گی، بلکہ تردد میں رہے گا اور تردد کے ہوتے ہوئے نیت کبھی متحقق نہیں ہو سکتی، برخلاف اس کے کہ ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ کی شرائط پوری ہوں یا پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ پاس ہو یا نیشنلٹی کہ ایسی صورت میں وہاں ہمیشہ رہنے کا ارادہ کرلیا، تو ارادے میں جزم اور پختگی ہو گی ،اس لیے ایسی صورت میں وہ جگہ وطن اصلی بن جائے گی۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ دارالحرب میں امان لے کر گیا اور پندرہ دن اقامت کی نیت کی، تو مقیم ہو جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"حاصر قوم مدينة في دار الحرب أو أهل البغي في دار الإسلام في غير مصر ونووا الإقامة خمسة عشر يوما قصروا، لأن حالهم متردد بين قرار وفرار فلا تصح نيتهم وإن نزلوا في بيوتهم، كذا في التمرتاشي. ولهذا قال أصحابنا رحمهم الله تعالى في تاجر دخل مدينة لحاجة نوى أن يقيم خمسة عشر يوما لقضاء تلك الحاجة لا يصير مقيما، لأنه متردد بين أن يقضي حاجته فيرجع وبين أن لا يقضي فيقيم فلا تكون نيته مستقرة۔۔۔ ومن دخل دار الحرب بأمان ونوى الإقامة في موضع الإقامة صحت نيته، كذا في الخلاصة" ترجمہ: دارالحرب کے کسی شہر کا یا دار الاسلام میں شہر سے باہر باغیوں کا مسلمانوں نے محاصرہ کرلیا اور وہیں پندرہ دن اقامت کی نیت کرلی، تو قصر نماز پڑھیں، کیونکہ ان کی حالت فتح پاکر ٹھہرنے سے یا مغلوب ہو کر بھاگ جانے کے درمیان متردد ہے، لہذا ان کی نیت درست نہیں ہو گی، اگرچہ وہ اپنے گھروں میں قیام پذیر ہوں۔ تمرتاشی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اسی وجہ سے وہ تاجر جو شہر میں کسی کام سے گیا اور وہاں جاکر پندرہ دن کی نیت کرلی، اس کے متعلق ہمارے ائمہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ وہ مقیم نہ ہو گا، کیونکہ اس کی حالت دو حالتوں کے درمیان متردد ہے، ہو سکتا ہے اس کی حاجت پوری ہو تو چلا جائے اور حاجت پوری نہ ہو، تو رکا رہے، اس تردد کی وجہ سے قرار نہیں پکڑے گی ۔۔۔ جو شخص دارالحرب میں امان لے کر گیا اور اقامت کی صلاحیت رکھنے والی جگہ میں اقامت کی

نیت کی، تو اس کی نیت درست ہے۔ خلاصہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ [1]

غنیۃ المستملی میں ہے: ”لا تصح نیۃ الاقامۃ من العسکر فی دار الحرب لانھم بین ان یھزموا فیقروا او یھزموا فیفروا وحالھم ھذہ مبطلۃ عزیمتھم لترددھا فی الاقامۃ ولابد فی تحقق النیۃ من الجزم ولو کانت الشوکۃ لھم لان احتمال وصول المدد للعدو ووجود مکیدۃ من القلیل یھزم بھا الکثیر قائم وذلک یمنع الجزم ۔۔۔ وھذا بخلاف من دخل الیھم بامان حیث تصح نیۃ الاقامۃ منہ“ ترجمہ: دار الحرب میں لشکر اسلام کا اقامت کی نیت کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ دو حالتوں کے درمیان ہیں کہ یا شکست دے کر وہیں ٹھہرے رہیں یا شکست پاکر راہ فرار اختیار کریں اور ٹھہرنے کے ارادے میں ان کا یہ تردد ان کی عزیمت کو باطل کرے گا، جبکہ نیت کے متحقق ہونے کے لیے جزم کا پایا جانا ضروری ہے اور یہ نیت کا درست نہ ہونا، اس صورت میں بھی ہے کہ شان وشوکت لشکر اسلام کی زیادہ ہو، کیونکہ دشمن کو مدد پہنچنے یا خفیہ تدبیر کے ذریعے کم تعداد ہونے کے باوجود زیادہ لشکر پر غالب آنے کا احتمال تو باقی ہے اور یہ احتمال اقامت کی عزیمت میں رکاوٹ ہے ۔۔۔ یہ مسئلہ اس مسئلے کے بر خلاف ہے کہ اگر دار الحرب میں امان لے کر گیا اور وہاں نیت اقامت کرلی، تو بالاتفاق یہ نیت درست ہے۔ [2]

بہار شریعت میں ہے: ”مسلمانوں کا لشکر دارالحرب کو گیا یا دارالحرب میں کسی قلعہ کا محاصرہ کیا، تو مسافر ہی ہے، اگرچہ پندرہ دن کی نیت کرلی ہو، اگرچہ ظاہر غلبہ ہو۔ یوہیں اگر دار الاسلام میں باغیوں کا محاصرہ کیا ہو، تو مقیم نہیں اور جو شخص دارالحرب میں امان لے کر گیا اور پندرہ دن کی اقامت کی نیت کی تو چار پڑھے۔“ [3]

نوٹ: ہمیشہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ بوڑھا ہو جانے کے بعد بھی وہاں سے منتقل

---

1 ۔۔۔ فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 154، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

2 ۔۔۔ غنیۃ المستملی، صفحہ 540، مطبوعہ کوئٹہ۔

3 ۔۔۔ بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 747۔748، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

ہو جانے کا ارادہ نہ ہو، ورنہ وہ جگہ عارضی قیام گاہ ہی رہے گی۔

غنیۃ المستملی میں ہے: ”الاوطان ثلثۃ وطن اصلی ووطن اقامۃ ووطن سفر فالاصلی وھو مولد الانسان او موضع تاھل بہ ومن قصدہ التعیش بہ لاالارتحال عنہ“ ترجمہ: وطن تین قسم کے ہیں۔ وطن اصلی، وطن اقامت، وطن سفر۔ وطن اصلی وہ جگہ ہے جہاں انسان کی پیدائش ہوئی یا وہاں شادی کرلی ہے اور وہاں ہمیشہ رہنے کا ارادہ ہے، وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں۔[1]

اب سوال کا جواب سنئے کہ درج ذیل صورتوں میں اسپین کا شہر وطن اصلی بن جائے گا۔

(1) پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ پاس ہے۔

(2) نیشنلٹی پاس ہے۔

(3) ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ پاس ہے اور اس کی ری نیویشن کی شرائط پوری ہیں اور اسپین میں ہمیشہ رہنے کا ارادہ بھی ہے۔

(4) خود وہاں ہمیشہ رہنے کا ارادہ نہیں، مگر بیوی کو وہاں ہمیشہ کے لئے شفٹ کرلیا ہے اور بیوی کو وہاں کی نیشنلٹی حاصل ہے یا اس کے پاس پرمنٹ ریزڈنس کارڈ ہے یا ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ ہے اور اس کی ری نیویشن کی شرائط بھی پوری ہیں۔

(5) ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ پاس ہے اور اس کی ری نیویشن کی شرائط بھی پوری نہیں، مگر بیوی کو وہاں ہمیشہ رکھنے کا ارادہ ہے اور اس کو وہاں کی نیشنلٹی حاصل ہے یا ان کے پاس پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ ہے یا ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ ہے اور اس کی ری نیویشن کی شرائط بھی پوری ہیں۔

باقی صورتوں میں اسپین کا شہر وطن اصلی نہیں بنے گا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ وطن اصلی ہونے میں مدار مستقل سکونت پر ہے، یعنی یا تو خود وہاں ہمیشہ رہنے کا ارادہ ہو یا بیوی کو وہاں ہمیشہ رکھنے کا ارادہ ہو، اور مستقل سکونت شرعاً تب مانی

---

1 ... غنیۃ المستملی، صفحہ 544، مطبوعہ کوئٹہ۔

جائے گا، جب وہ جگہ مستقل سکونت کی صلاحیت بھی رکھتی ہو، لہٰذا مذکورہ بالا صورتوں میں اسپین کا شہر وطن اصلی بن جائے گا۔

اور درج ذیل صورتوں میں اسپین کا شہر وطن اصلی نہیں بن سکتا۔

(1) ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ بنا ہوا ہے اور ری نیویشن کی شرائط پوری نہیں۔

(2) ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ بنا ہوا ہے اور ری نیویشن کی شرائط پوری ہیں، مگر خود وہاں ہمیشہ رہنے کا ارادہ نہیں اور بیوی بھی پاکستان میں ہے۔

(3) ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ بنا ہوا ہے اور ری نیویشن کی شرائط پوری ہیں اور بیوی بھی اسپین میں ہے، لیکن اس کو وہاں ہمیشہ کے لیے رکھنے کا ارادہ نہیں۔

(4) یا ہمیشہ کے لیے رکھنے کا ارادہ بھی ہے، لیکن بیوی کے پاس وہاں کی نیشنلٹی یا پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ نہیں۔

(5) یا ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ ہے اور ری نیویشن کی شرائط پوری نہیں۔ کیونکہ پہلی صورت میں تو اس کے پاس عارضی رہائش کا کارڈ ہے اور ری نیویشن کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ری نیو ہونے کا ظن غالب نہیں اور ظاہر ہے کہ اس کارڈ کی مدت پوری ہونے کے بعد وہ اسپین میں نہیں رہ سکتا، لہٰذا وہاں مستقل سکونت کی نیت بے کار ہے اور دوسری صورت میں ری نیویشن کی شرائط تو پوری ہیں، مگر خود وہاں رہنے کا ارادہ نہیں اور بیوی بھی وہاں نہیں، تو وطن اصلی کیسے بنے گا اور تیسری صورت میں خود بھی وہاں ہمیشہ رہنے کا ارادہ نہیں اور بیوی کو بھی وہاں ہمیشہ رکھنے کا ارادہ نہیں اس لیے وطن اصلی نہیں بنے گا اور چوتھی صورت میں بیوی کو ہمیشہ رکھنے کا ارادہ ہے، مگر پرمنٹ ریزیڈنس کارڈ یا نیشنلٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا ٹمپریری ریزیڈنس کارڈ کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے ان کو وہاں ہمیشہ کے لیے رکھنا ممکن نہیں۔

تنبیہ: وطن اصلی کی تعریف میں ایک چیز یہ ذکر ہوئی ہے کہ جس جگہ پیدائش ہے وہ وطن اصلی ہے، اس سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ اگر آدمی اس جگہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے، تب بھی وہ وطن اصلی ہی رہے گا، حالانکہ یہ درست نہیں، بلکہ پیدائش کی جگہ بھی وطن اصلی اسی صورت میں رہے گی، جب وہاں بیوی رہتی ہو یا خود وہاں ہمیشہ رہنے کی نیت ہو۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں، مثلاً: جہاں پیدا ہوا ہے اس جگہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور اپنی بیوی کو بھی وہاں سے منتقل کر لیا، تو وہ جگہ وطن اصلی نہ رہے گی۔ اس پر متعدد دلائل ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی مبارک مکہ شریف سے بھی تھی، لیکن اہل و عیال کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لے آئے، تو مکہ شریف آپ کا وطن اصلی نہ رہا، اسی لیے حجۃ الوداع کے موقع پر ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ شریف میں قصر نماز ادا فرمائی۔

محیط برہانی میں ہے: ”من حكم الوطن الأصلي أن ينتقض بالوطن الأصلي، لأنه مثله والشيء ينتقض بما هو مثله حتى لو انتقل من البلد الذي تأهل به بأهله وعياله وتوطن ببلدة أخرى بأهله وعياله لا تبقى البلدة المنتقل عنها وطنا له ألا ترى أن مكة كانت وطنا أصليا لرسول الله عليه السلام ثم لما هاجر منها إلى المدينة بأهله وعياله وتوطن (ف) انتقض وطنه بمكة حتى قال عام حجة الوداع أتموا صلاتكم يا أهل مكة، فإنا قوم سفر“ ترجمہ: وطن اصلی، وطن اصلی کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ اس کا مثل ہے اور چیز اپنی مثل کے ساتھ ٹوٹ جاتی ہے، اسی وجہ سے جس شہر میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا ہے اس سے منتقل ہو کر اگر دوسری جگہ کو اپنا وطن بنا لیا، تو پہلا شہر اس کا وطن اصلی نہیں رہے گا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ مکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وطن اصلی تھا، پھر جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی اور اسے اپنی جائے سکونت

بنالیا، تو مکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وطن اصلی نہ رہا، یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے سال حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مکہ کے رہنے والو اپنی نماز مکمل کرو، کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں۔[1]

دوسری دلیل یہ ہے کہ عورت کے متعلق فقہاء نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ شادی کے بعد جب رخصت ہو کر شوہر کے پاس آجائے گی اور وہیں مستقل رہنے کا ارادہ ہو، تو میکا اس کا وطن اصلی نہیں رہے گا۔ اور اس مسئلے میں عورت کا میکا جائے پیدائش ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے کوئی تفصیل نہیں فرماتے۔

بہار شریعت میں ہے: ”عورت بیاہ کر سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگے، تو میکا اس کے لئے وطن اصلی نہ رہا یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے، وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی، تو قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا، بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی، تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔“[2]

یہاں سے سوال میں مذکور چوتھی صورت کے متعلق ہونے والے ممکنہ شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

04 جمادی الاول 1443ھ/09 دسمبر 2021ء

فتویٰ 26:

وطن کی اقسام اور ان کے احکام؟ وطن سکنیٰ کا اعتبار ہو گا یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید اپنے شہر گوجرانوالہ سے اولاً

---

1 ... محیط برہانی، جلد 2، صفحہ 401، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی۔

2 ... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 752، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

مرید کے جائے گا جو کہ شرعی سفر نہیں بنتا، مرید کے شہر میں صرف دو دن رہے گا، پھر وہاں سے آگے کراچی کے لیے روانہ ہو گا، پھر کراچی میں 15 دن سے زیادہ قیام کرے گا، پھر وہاں سے ڈائریکٹ گوجرانوالہ اپنے وطن اصلی میں آئے گا اور راستے میں مرید کے بھی آئے گا، مگر واپسی پر اس کو مرید کے میں کوئی کام نہیں ہو گا۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید جیسے ہی مرید کے میں شرعی سفر کی نیت کر لے گا، تو اسی وقت مسافر ہو جائے گا کہ مرید کے اس کا وطن اصلی نہیں یا سفر کے ارادے سے جب مرید کے شہر کی آبادی سے باہر نکلے گا، تب سے نماز قصر کرنی شروع کرے گا؟ اور واپسی میں جب مرید کے سے گزرے گا، تو مرید کے کی آبادی میں پوری نماز پڑھے گا یا قصر؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اپنے سوال کے براہِ راست جواب سے پہلے کچھ اصول ذہن نشین فرمالیجئے تاکہ جواب کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

(1) وطن کی تین قسمیں ہیں: (الف) وطن اصلی: اس سے مراد کسی شخص کی وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کرلی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔ جیسا کہ صورت مسئولہ میں زید کے لیے شہر گوجرانوالہ وطن اصلی ہے۔

(ب) وطنِ اِقامت: اس سے مراد وہ جگہ ہے کہ جہاں مسافر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کے ارادے سے قیام کرے۔ جیسا کہ صورت مسئولہ میں زید کے لیے شہر کراچی وطن اقامت ہے۔

(ج) وطن سکنٰی: اس سے مراد، جو وطن اصلی و اقامت نہیں۔ جیسا کہ وطن اصلی سے نکل کر مسافت شرعی سے کم فاصلے پر کہیں رہنا یا وطن اصلی کے علاوہ کہیں پندرہ دن سے کم رہنے

کی نیت سے ٹھہرنا، جیسا کہ صورت مسئولہ میں زید کے لیے مرید کے اس کا وطن سکنٰی ہے۔ کثیر مشائخ نے وطن سکنٰی کا اعتبار کیا ہے، البتہ محققین کی عبارات میں وطن کی بس پہلی دو قسمیں ہی مذکور ہیں، وطن سکنٰی کو الگ وطن شمار نہیں کیا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے محققین اور مشائخ متاخرین کی عبارات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا: کہ سفر کے تحقق کے بعد وطن سکنٰی کا بالاتفاق اعتبار نہیں، محققین کا کلام اسی پر محمول ہے، سفر کے تحقق سے پہلے بالاتفاق وطن سکنٰی کا اعتبار ہے۔ عامۃ المشائخ کا کلام اسی پر محمول ہے۔ ہماری صورت میں بھی چونکہ سفر کے تحقق سے پہلے مرید کے زید کا وطن سکنٰی بنا ہے، اس لیے بالاتفاق اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

(2) ہر وطن اپنی مثل یا اپنے سے قوی کے پائے جانے سے باطل ہو جاتا ہے۔ یعنی وطن اصلی اس وقت تک باطل نہیں ہوتا، جبکہ وطن اصلی سے ترک وطن کے ارادے سے دوسری جگہ کو وطن نہ بنالے اور وطن اقامت، دوسری جگہ وطن اقامت بنانے، یا سفر شرعی کرنے یا وطن اصلی میں آجانے سے باطل ہو جاتا ہے، اور وطن سکنٰی دوسری جگہ کو وطن سکنٰی بنانے یا وطن اقامت بنانے، یا سفر شرعی کرنے یا وطن اصلی میں آجانے سے باطل ہو جاتا ہے۔

(3) تینوں اوطان میں مقیم سے مسافر بننے کے لیے شرعی سفر کے ارادے سے آبادی سے نکلنے کا اعتبار ہے، جب تک آبادی میں رہے گا مقیم ہے، تو مقیم ہی رہے گا۔

ان اصولوں کی روشنی میں اب جواب ملاحظہ فرمائیے۔

دریافت کی گئی صورت میں زید جاتے ہوئے جب تک مرید کے کی آبادی میں موجود رہے گا، پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ جاتے ہوئے مرید کے اس کے لیے سفر شرعی کے تحقق سے پہلے ہی وطن سکنٰی ہوا، لہذا یہ مرید کے میں جب تک رہے گا مقیم رہے گا، پھر جیسے ہی شرعی سفر کے ارادے سے مرید کے کی آبادی سے نکلے گا، قصر کرے گا، کیونکہ وطن سکنٰی سے شرعی سفر کے

ارادے سے نکلنے پر وطن سکنیٰ باطل ہو جاتا ہے۔ پھر کراچی میں چونکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہے، اس لیے جیسے ہی کراچی کی آبادی میں داخل ہو گا، تو پوری پڑھے گا، کیونکہ کراچی اس کے لیے وطن اقامت ہے، جب تک وطن اقامت میں رہے گا پوری پڑھے گا، پھر کراچی سے واپسی پر کراچی کی آبادی سے نکلنے کے بعد سے اپنے شہر گوجرانوالہ کی آبادی میں داخل ہونے تک قصر کرے گا، مریدکے سے جب گزرے گا، تو مریدکے میں بھی قصر کرے گا، کیونکہ وطن سکنیٰ سفر شرعی سے باطل ہو گیا تھا، اب مریدکے میں نہیں، بلکہ وطن اصلی کی آبادی میں داخل ہونے پر پوری نماز پڑھنے کا حکم ہو گا۔

مبسوط سرخسی میں ہے:"وإن خرج الكوفي والخراساني يريدان قصر ابن هبيرة وهو على ليلتين من الكوفة صليا أربعا، لأنهما لم يعزما على السفر من الكوفة فإن أدنى مدة السفر ثلاثة أيام فإن بدا لهما أن يقيما بالقصر خمسة عشر يوما ثم يمضيان إلى بغداد صليا أربعا، لأن من القصر إلى بغداد دون مدة السفر فإن بدا لهما الرجوع من بغداد إلى الكوفة ويمران بالقصر فالخراساني يصلي أربعا والكوفي يصلي ركعتين--- وأما وطن الكوفي بالقصر فكان وطن السكنى، لأنه في فناء وطنه الأصلي ولا يكون له وطنا مستعارا في فناء وطنه الأصلي---ووطن السكنى ينتقض بالخروج منه لا على قصد السفر فالتحق هو بعدما وصل إلى بغداد بمن لم يدخل القصر فإذا عزم على الرجوع إلى وطنه فقد أنشأ سفرا من بغداد إلى الكوفة ---وإن لم يكونا نويا الإقامة بالقصر ولا ببغداد فإذا خرجا من بغداد إلى الكوفة صليا ركعتين، لأن وطنهما بالقصر كان وطن السكنى، وقد انتقض بالخروج منه" یعنی اگر کوفی و خراسانی قصر ابن ہبیرۃ کے لیے نکلے جو کہ کوفہ سے دو رات کے فاصلے پر ہے، تو دونوں پوری نماز پڑھیں گے، کیونکہ دونوں کوفہ سے سفر شرعی کے ارادے سے نہیں نکلے کہ سفر شرعی کم از کم تین دن کی مسافت ہے، پھر وہاں ان کا پندرہ دن رکنے کا ارادہ بن گیا اس کے بعد دونوں بغداد کے لیے نکلے، تو وہاں بھی پوری

پڑھیں، کیونکہ قصر سے بغداد بھی مسافت شرعی سے کم فاصلے پر ہے، وہاں سے پھر کوفہ کے لیے لوٹے اور قصر سے گزرے، تو خراسانی مقام قصر میں پوری پڑھے گا، جبکہ کوفی چار فرض کی جگہ دو رکعات پڑھے گا، کیونکہ کوفی کے لیے قصر وطن سکنٰی تھا کہ وہ اس کے وطن اصلی کی فنا میں ہے اور وطن اصلی کی فنا میں وطن اقامت نہیں ہو سکتا اور وطن سکنٰی اس کی آبادی سے نکلنے پر باطل ہو گا، صرف قصدِ سفر سے باطل نہیں ہو گا، پس کوفی بغداد میں پہنچنے کے بعد اس شخص کی طرح ہو گیا جو کبھی بھی قصر میں داخل ہی نہ ہوا ہو، پھر جب اپنے وطن کی طرف لوٹنے کا عزم کیا، تو اس نے بغداد سے کوفہ کی طرف سفر شرعی شروع کیا۔ اور اگر دونوں نے ہی نہ قصر میں پندرہ دن اقامت کی نیت کی اور نہ ہی بغداد میں تو جب بغداد سے کوفہ کی طرف نکلیں گے، دونوں ہی دو رکعات پڑھیں گے، کیونکہ قصر ان کے لیے وطن سکنٰی تھا اور وطن سکنٰی اس سے نکلنے کی وجہ سے باطل ہو گیا۔[1]

وطن کی اقسام و تعریف اور باطل ہونے کے متعلق مبسوط للسرخسی میں ہے :"

فالحاصل أن الأوطان ثلاثة. وطن قرار ويسمى الوطن الأصلي وهو أنه إذا نشأ ببلدة أو تأهل بها توطن بها. ووطن مستعار وهو أن ينوي المسافر المقام في موضع خمسة عشر يوما وهو بعيد عن وطنه الأصلي ووطن سكنى وهو أن ينوي المسافر المقام في موضع أقل من خمسة عشر يوما أو خمسة عشر يوما وهو قريب من وطنه الأصلي، ثم الوطن الأصلي لا ينقضه إلا وطن أصلي مثله، والوطن المستعار ينقضه الوطن الأصلي ووطن مستعار مثله والسفر لا ينقضه وطن السكنى لأنه دونه، ووطن السكنى ينقضه كل شيء إلا الخروج منه لا على نية السفر. وقد قررنا هذا الأصل فيما أمليناه من شرح الزيادات فأكثر المسائل على هذا الأصل بخروجها ثمة" یعنی: خلاصہ کلام یہ ہے کہ وطن کی تین اقسام ہیں۔ وطن قرار اس کو وطن اصلی بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ ہے کہ جس شہر میں پیدا ہوا یا جس میں اس کے اہل ہیں اور اس نے اسے

---

1 ... مبسوط سرخسی، جلد2، صفحہ 118، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

وطن بنا لیا۔ دوسری قسم وطن مستعار (وطن اقامت) اس سے مراد، جہاں مسافر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اور وہ وطن اصلی سے دور ہو۔ تیسری قسم وطن سکنٰی۔ اس سے مراد کہ جہاں مسافر پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کرے یا پندرہ دن ہی ٹھہرنا ہے، مگر وطن اصلی سے قریب ہے۔ پھر وطن اصلی باطل نہیں ہوتا، مگر اپنے ہی مثل وطن اصلی سے اور وطن اقامت کو وطن اصلی، وطن اقامت اور سفر شرعی باطل کر دیتے ہیں اور وطن سکنٰی اس کو باطل نہیں کرتا، کیونکہ یہ اس سے کم ہے اور وطن سکنٰی کو سبھی باطل کر دیتے ہیں، سوائے اس صورت کے وطن سکنٰی سے نکلنا سفر کی نیت کے بغیر ہو، بے شک اس ضابطے کو ہم نے شرح زیادات پر اپنی امالی میں ثابت کیا ہے، پس اکثر مسائل وہاں کی آبادی سے نکلنے کے ساتھ اس ضابطے پر مبنی ہیں۔[1]

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(الوطن الأصلي يبطل بمثله لا غير و) يبطل (وطن الإقامة بمثله و) بالوطن (الأصلي و) بإنشاء (السفر) والأصل أن الشيء يبطل بمثله، وبما فوقه لا بما دونه ولم يذكر وطن السكنى وهو ما نوى فيه أقل من نصف شهر لعدم فائدته، وما صوره الزيلعي رده في البحر۔ ملخصاً“ یعنی وطن اصلی اپنی مثل وطن کے ذریعے باطل ہو جائے گا۔ اپنی مثل کے علاوہ کسی اور سے وطنِ اصلی باطل نہیں ہوتا اور وطن اقامت اپنی مثل سے، وطن اصلی سے اور سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے اور اصول ان میں یہ ہے کہ چیز اپنی مثل سے اور اپنے سے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے، اپنے سے کم شے سے باطل نہیں ہوتی۔ اور وطن سکنٰی کا ماتن نے ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس کے ذکر میں کوئی فائدہ نہیں اور وطن سکنٰی وہ جگہ ہے جہاں پندرہ دن سے کم رہنا ہو، امام زیلعی نے جو وطن سکنٰی کے معتبر ہونے پر جو صورت بیان کی ہے، بحر نے اس کا رد کیا ہے۔[2]

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: ”(قوله وما صوره الزيلعي) حيث قال: رجل خرج من مصره إلى قرية لحاجة ولم يقصد السفر ونوى أن يقيم فيها أقل من خمسة عشر يوما فإنه يتم

1... مبسوط سرخسی، جلد1، صفحہ250، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

2... تنویر الابصار و در مختار، جلد2، صفحہ739 تا741، مطبوعہ کوئٹہ۔

فيها لأنه مقيم ثم خرج من القرية لا للسفر ثم بدا له أن يسافر قبل أن يدخل مصره وقبل أن يقيم ليلة في موضع آخر فسافر فإنه يقصر ولو مر بتلك القرية ودخلها أتم لأنه لا يوجد ما يبطله مما هو فوقه أو مثله اهـ ح. (قوله رده في البحر) بأن السفر باق لم يوجد ما يبطله وهو مبطل لوطن السكنى على تقدير اعتباره لأن السفر يبطل وطن الإقامة فكيف لا يبطل وطن السكنى، فقوله لأنه لم يوجد ما يبطله ممنوع. قال ح: واعترضه شيخنا بأن المبطل لهما سفر مبتدأ منهما. وأما إذا خرج منهما إلى ما دون مدة السفر ثم أنشأ سفرا فإنهما لا يبطلان فإذا مر بهما أتم اهـ ونقل الخير الرملي مثله عن خط بعضهم وأقره. قال ح: وهو وجيه۔۔۔فما صوره الزيلعي صحيح ومن تصويره علمت أنه لا بد أن يكون بين الوطن الأصلي وبين وطن السكنى أقل من مدة السفر وكذا بين وطن الإقامة ووطن السكنى. اهـ "یعنی زیلعی نے جو اس کی صورت بیان کی وہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے شہر سے سفر شرعی کے ارادے کے بغیر کسی کام سے گاؤں کی طرف نکلا اور نیت یہ ہے کہ اس گاؤں میں وہ پندرہ دن سے کم رہے گا، تو وہ اس میں پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ وہ اس میں مقیم ہے، پھر گاؤں سے سفر کے ارادے کے بغیر نکلا، پھر اپنے شہر میں داخل ہونے، اور دوسری جگہ رات گزارنے سے پہلے اس کا سفر کا ارادہ بن گیا، تو سفر میں وہ قصر کرے گا مگر جب اس بستی سے گزرے گا اس میں داخل ہو گا، تو پوری پڑھے گا، کیونکہ وطن سکنی کو باطل کرنے والی اس سے قوی یا مثل کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ بحر نے اس کا رد یوں کیا کہ سفر باقی ہے، سفر کو باطل کرنے والی کوئی صورت نہیں پائی گئی، حالانکہ سفر معتبر، وطن سکنی کو باطل کر دیتا ہے، کیونکہ سفر شرعی وطن اقامت کو بھی باطل کر دیتا ہے، تو وطنِ سکنی کو کیونکر باطل نہیں کرے گا؟ اور زیلعی کا یہ کہنا کہ وطن سکنی کو باطل کرنے والی صورت نہیں پائی گئی درست نہیں۔ حلبی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے بحر کی عبارت پر اعتراض کیا کہ وطن اقامت و سکنی کو سفر شرعی تب باطل کرتا ہے، جبکہ سفر شرعی کی ابتدا ان کی آبادی سے کی جائے، البتہ جب ان کی آبادی سے سفر شرعی سے کم فاصلہ کے لیے نکلا، پھر وہاں سے سفر شرعی شروع کیا، تو اب یہ دونوں وطن باطل نہیں

ہوں گے، جب ان سے گزرے گا، تو پوری پڑھے گا۔ علامہ خیر الدین رملی نے ان مشائخ میں سے بعض کی عبارت اس کی مثل نقل کی ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے۔ امام حلبی نے فرمایا کہ یہ توجیہ قابل اعتبار ہے، پس زیلعی نے جو صورت بیان کی ہے، صحیح ہے اور تو ان کی صورت جان چکا کہ اس میں ضروری ہے: وطن اصلی اور وطن سکنی کے درمیان مدت سفر سے کم فاصلہ ہو، اسی طرح وطن اقامت و وطن سکنی کے درمیان شرعی سفر سے کم فاصلہ ہو۔

مزید اسی میں آگے فرمایا: "وقد أيد في الظهيرية قول عامة المشائخ باعتبار وطن السكنى بأن الإمام السرخسي ذكر مسألة تدل عليه. وهي: كوفي خرج إلى القادسية لحاجة وبينهما دون مسيرة السفر ثم خرج منها إلى الحيرة يريد الشام حتى إذا كان قريبا منها بدا له الرجوع إلى القادسية ليحمل ثقله منها ويرتحل إلى الشام ولا يمر بالكوفة أتم حتى يرتحل من القادسية استحسانا لأنها كانت له وطن السكنى، ولم يظهر له بقصد الحيرة وطن سكنى آخر ما لم يدخلها فيبقى وطنه بالقادسية ولا ينتقض بهذا الخروج كما لو خرج منها لتشييع جنازة ونحوه۔ ملخصا" یعنی ظہیریہ میں وطن سکنی کے اعتبار پر مشائخ کے قول کی تائید کی ہے، بایں طور کہ امام سرخسی نے ایک مسئلہ ذکر کیا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ کوفی کسی کام سے قادسیہ گیا، جبکہ دونوں کے درمیان شرعی سفر کی مسافت نہیں ہے، پھر وہاں سے حیرہ کی طرف نکلا اور اس کا ارادہ شام جانے کا ہے جب حیرہ کے قریب پہنچ گیا، تو اسے قادسیہ لوٹنا پڑا، تاکہ وہاں سے اپنا سامان اٹھالے پھر شام کا سفر اختیار کرے اور وہ کوفہ سے نہیں گزرا، تو اس صورت میں استحساناً یہ حکم ہے کہ قادسیہ میں پوری نماز پڑھے حتی کہ وہ قادسیہ سے شام کے سفر کے لیے نکل جائے، کیونکہ قادسیہ اس کا وطن سکنی تھا اور حیرہ کو ابھی وطن سکنی بنانا نہیں پایا گیا کہ اس میں داخل نہیں ہوا تھا، تو قادسیہ ہی اس کا وطن سکنی باقی رہا، محض اس نکلنے سے وطن سکنی باطل نہیں ہوا۔ جیسا کہ سفر شرعی کے ارادے کے بغیر جنازہ وغیرہ کے لیے نکلنے پر حکم ہے۔[1]

---

1 ... ردالمحتار، جلد2، صفحہ 742،741، مطبوعہ کوئٹہ۔

اس سے آگے دونوں مسائل میں تطبیق بیان کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اقول : ويمكن أن يوفق بين القولين بأن وطن السكنى إن كان اتخذه بعد تحقق السفر لم يعتبر اتفاقا وإلا اعتبر اتفاقا، فإذا دخل المسافر بلدة ونوى أن يقيم بها يوما مثلاً ثم خرج منها ثم رجع إليها قصر فيها كما كان يقصر قبل خروجه، وعليه يحمل كلام المحققين لقول البحر إنهم قالوا لا فائدة فيه لأنه يبقى فيه مسافرا على حاله فصار وجوده كعدمه اهـ فقولهم لأنه يبقى فيه مسافرا على حاله ظاهر في أنه كان مسافرا قبل اتخاذه وطنا، وما قاله عامة المشائخ محمول على ما إذا اتخذه وطنا قبل سفره كما صوره الزيلعي والإمام السرخسي، هذا ما ظهر لي والله أعلم" میں کہتا ہوں کہ دونوں اقوال میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ وطن سکنی اگر سفر کے تحقق کے بعد بنایا، تو بالاتفاق معتبر نہیں، وگرنہ معتبر ہے، پس جب کوئی شخص کسی شہر میں داخل ہو اور اس میں مثلاً ایک دن رہنے کی نیت ہے، پھر اس سے نکلا پھر واپس آ گیا، تو اس میں قصر کرے گا۔ جیسا کہ نکلنے سے پہلے قصر کر رہا تھا، اسی پر محققین کا کلام محمول کیا جائے، کیونکہ بحر میں ہے: محققین نے فرمایا: وطن سکنی کو بیان کرنے میں فائدہ نہیں، کیونکہ اس میں وہ اپنی سابقہ حالت پر مسافر ہی رہے گا، تو اس کا وجود اس کے عدم کی طرح ہی ہے۔ ان کا فرمان: "سابقہ حالت پر مسافر رہے گا" سے ظاہر ہے کہ وطن سکنی بنانے سے پہلے وہ مسافر تھا اور جو عامۃ المشائخ نے فرمایا وہ محمول ہے اس صورت پر جب اس نے سفر شرعی متحقق ہونے سے پہلے وطن سکنی اختیار کیا ہو۔ جیسا کہ امام زیلعی اور سرخسی نے اس کی صورت بیان کی ہے، یہ میرے لئے ظاہر ہوا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔[1]

جد الممتار میں ہے:" قوله: قبل أن يقيم ليلة في موضع آخر، فسافر": قيد به، لأن لا يوجد وطن سكنى غير الأول فيبطل الأول به، لأنه مثله" یعنی سفر دوسری جگہ رات گزارنے سے

---

1 ... رد المحتار، جلد 2، صفحہ 742، مطبوعہ کوئٹہ۔

پہلے کیا، یہ قید اس لیے لگائی تا کہ پہلی جگہ کے علاوہ کو وطن سکنی بنانا نہ پایا جائے کہ جس سے پہلا وطن سکنی باطل ہو جائے، کیونکہ یہ وطن سکنی ہونے میں پہلے کی مثل ہو گا۔ [1]

سفر کے تحقق کے لئے آبادی سے نکلنے کا اعتبار ہے، اس سے متعلق امام بخاری نے باب باندھا ہے: " باب يقصر إذا خرج من موضعه وخرج علي بن أبي طالب رضى الله عنه: فقصر وهو يرى البيوت، فلما رجع قيل له هذه الكوفة قال: لا حتى ندخلها "یعنی باب اس بارے میں کہ قصر تب کرے جب اپنی اقامت کی جگہ سے نکل جائے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے، تو آپ نے قصر کی حالانکہ آپ گھروں کو دیکھ رہے تھے پھر جب آپ لوٹے، تو کہا گیا وہ کوفہ ہے، فرمایا نہیں، یہاں تک کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

اس باب کے تحت امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لائے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: " صليت الظهر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة أربعا وبذي الحليفة ركعتين "یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں نماز ظہر چار رکعت پڑھی پھر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ [2]

مذکورہ حدیث صحیح بے شمار کتب احادیث میں موجود اور ہمارے متعدد فقہاء نے مذکور مسئلہ پر بطور دلیل ذکر کی ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ، وعمدۃ القاری، عنایہ، بنایہ، منحۃ السلوک وغیرہ میں اس حدیث کو بطور دلیل ذکر کیا۔ منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک میں ہے: " حتى لو كان أمامه دار أو داران: لا يقصر، لما روي عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: "صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر بالمدينة أربعاً والعصر بذي الحليفة ركعتين" رواه أبو داؤد ومسلم. قوله: (حتى يرجع إليها) أي إلى بيوت مصره، فإذا رجع إليها ودخل فيها: أتم " یعنی

1.... جد الممتار، جلد 03، صفحہ 572-573، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

2.... الصحیح البخاری، صفحہ 205، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

یہاں تک کہ شہر کی آبادی کے ایک دو گھر ہی ابھی باقی ہوں، تو بھی قصر نہ کرے، کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں نماز ظہر چار رکعت پڑھی پھر ذوالحلیفۃ میں دو رکعت پڑھی۔ ابو داؤد اور مسلم نے اسے روایت کیا، یہاں تک کہ اپنے شہر کی آبادی میں لوٹ آئے آبادی میں داخل ہو جائے، تو پوری نماز پڑھے۔[1]

وطنِ اصلی کی طرح وطنِ اقامت کی آبادی سے نکلنا سفر کے تحقق کے لئے معتبر ہے اس پر بطور دلیل مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر موجود ہے کہ آپ بصرہ میں مقیم تھے پھر جب سفر کے ارادہ سے نکلے مگر بصرہ کی متصل آبادی سے ابھی باہر نہیں ہوئے تھے، تو آپ نے پوری نماز پڑھی اور فرمایا اگر ہم ان بانس کی لکڑی کے بنے ہوئے گھروں سے آگے چلے جاتے، تو قصر نماز پڑھتے۔

چنانچہ بنایہ میں ہے: "(وفيه الأثر) ش: أي فيما ذكرنا من أن حكم السفر بمفارقة بيوت المصر، الأثر عن الصحابة رضي الله عنهم، قال السغناقي: وهو المأثور عن علي رضي الله عنه وتبعه الأكمل وغيره في هذا. قلت: رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه" حدثنا عباد بن العوام عن داؤد بن أبي هند عن أبي حرب بن أبي الأسود الديلمي أن عليا رضي الله عنه خرج من السفر فصلى الظهر أربعا، ثم قال: إنا لو جاوزنا هذا الخص لصلينا ركعتين، ورواه عبد الرزاق في "مصنفه" أخبرنا سفيان الثوري عن داؤد بن أبي هند عن أبي حرب بن أبي الأسود أن عليا رضي الله عنه لما خرج من البصرة، راى خصا، فقال: لو جاوزنا هذا الخص لصلينا ركعتين، فقلت: وما الخص؟ قال: بيت من قصب" یعنی شہر کے گھروں سے نکلنے پر سفر کا حکم ہو گا، اس میں صحابہ سے آثار موجود ہیں سغناقی نے فرمایا: یہ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اکمل وغیرہ نے

---

1 .... منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک، صفحہ 184، مطبوعہ وزارۃ الأوقاف والشؤون الإسلامیۃ-قطر

اس میں ماتن کی پیروی کی ہے۔ میں کہتا ہوں ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ عباد بن عوام نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے ابو حرب بن ابو الاسود دیلمی سے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر کے لیے نکلے، تو آپ نے ظہر چار رکعت پڑھی پھر فرمایا: اگر ہم اس خص سے آگے چلے جاتے، تو ضرور دو رکعت پڑھتے۔ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اس کو روایت کیا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے ابو حرب بن ابو الاسود سے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بصرہ سے نکلے، تو خص پر پہنچے تو فرمایا اگر ہم اس خص سے آگے چلے جاتے، تو ضرور دو رکعت پڑھتے۔ میں نے عرض کی یہ خص کیا ہے فرمایا بانس کی لکڑی سے بنا ہوا گھر۔[1]

کتاب الاصل میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سوال اور اس پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جواب کچھ یوں مذکور ہے: "قلت أرأيت رجلا من أهل خراسان قدم الكوفة وأراد المقام هناك شهرا فأتم الصلاة ثم خرج منها إلى الحيرة فوطن نفسه بها على إقامة خمسة عشر يوما فأتم الصلاة ثم خرج من الحيرة يريد خراسان فمر بالكوفة فأدركته الصلاة كم يصلي قال يصلي ركعتين "ترجمہ: میں نے عرض کیا: آپ کی کیا رائے ہے، اس خراسانی سے متعلق جو کوفہ آیا اور وہاں ایک مہینا رہنے کا ارادہ کیا پس نماز پوری پڑھی، پھر وہاں سے حیرہ کی طرف نکلا اور وہاں پندرہ دن رہنے کی نیت سے اسے اپنا وطن بنایا پس نماز پوری پڑھی، پھر حیرہ سے خراسان کے ارادے سے نکلا اور کوفہ سے گزرا، تو نماز کا وقت ہو گیا، ایسی صورت میں یہ کتنی رکعتیں ادا کرے گا؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دو رکعتیں ادا کرے گا۔[2]

فتح القدیر میں اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے یہ صراحت فرمائی کہ جیسے ہی حیرہ سے نکلا، تو مسافر ہو گیا، لہذا خراسان پہنچنے تک قصر ادا کرے گا اور حیرہ اس کا وطن اقامت تھا جس کی

1.... البنایۃ، جلد 03، صفحہ 255، مطبوعہ ملتان۔

2.... کتاب الاصل، باب صلوۃ المسافر، جلد 1، صفحہ 263، مطبوعہ بیروت۔

آبادی سے نکلنے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: "خراساني قدم الكوفة ونوى الإقامة بها شهرا ثم خرج منها إلى الحيرة ونوى المقام بها خمسة عشر يوما ثم خرج من الحيرة يريد العود إلى خراسان ومر بالكوفة فإنه يصلي ركعتين، لأن وطنه بالكوفة كان وطن إقامة، وقد انتقض بوطنه بالحيرة، لأنه وطن إقامة مثله، **وكذا وطنه بالحيرة انتقض بالسفر** لأنه وطن إقامة **فكما خرج من الحيرة على قصد خراسان صار مسافرا** ولا وطن له في موضع فيصلي ركعتين حتى يدخل خراسان "ترجمہ: کوئی خراسانی کوفہ آیا اور وہاں ایک مہینا رہنے کی نیت کی پھر وہاں سے حیرہ کی طرف نکلا اور حیرہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت کی، پھر حیرہ سے خراسان واپس جانے کے ارادے سے نکلا اور کوفہ سے اس کا گزر ہوا، تو وہ دو رکعتیں ادا کرے گا، کیونکہ کوفہ میں اس کا وطن، وطن اقامت تھا اور وہ حیرہ میں وطن بنانے کی وجہ سے ختم ہو گیا، کیونکہ حیرہ کا وطن، کوفہ کی طرح وطن اقامت ہے اور اسی طرح اس کا حیرہ کا وطن سفر کی وجہ سے ٹوٹ گیا، کیونکہ یہ وطن اقامت ہے پس جیسے ہی خراسان کے ارادے سے حیرہ سے نکلا، تو وہ مسافر ہو گیا اور کسی مقام پر اس کا وطن نہیں ہے، تو خراسان میں داخل ہونے تک دو رکعتیں ادا کرے گا۔[1]

اسی طرح سفر سے واپسی پر ایک شہر کا رہنے والا اپنے قریب کے دوسرے شہر میں پہنچے، تو ابھی سفر ختم نہیں ہو گا جب تک اپنے شہر نہ چلا جائے، لہذا نماز میں قصر کرے گا۔ چنانچہ کتاب الاصل میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سوال اور اس پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جواب کچھ یوں مذکور ہے: "قلت أرأيت رجلا أقبل من الجبل يريد الحيرة وأهله بها فمر بالكوفة فحضرت الصلاة أيصلي صلاة مسافر أو صلاة مقيم قال بل يصلي صلاة مسافر ما لم يدخل الحيرة أو يوطن نفسه على إقامة خمسة عشر يوما بالكوفة "ترجمہ: میں نے عرض کیا: آپ کی کیا رائے ہے اس شخص کے متعلق کہ جو حیرہ کے ارادے سے جبل سے آیا اور اس کے

---

1 ... فتح القدیر، جلد 02، صفحہ 42، مطبوعہ کوئٹہ۔

گھر والے بھی حیرہ میں ہی ہیں (یعنی اس کا وطن اصلی حیرہ ہے) پس کوفہ سے اس کا گزر ہوا، تو نماز کا وقت ہو گیا، اس صورت میں وہ مسافر والی نماز پڑھے گا یا مقیم والی، تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بلکہ جب تک حیرہ میں داخل نہ ہو جائے یا کوفہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے اسے اپنا وطن نہ بنا لے اس وقت تک مسافر کی نماز ہی ادا کرے گا۔(1)

اور یہ قاعدہ ہے کہ جس طرح سفر کے تحقق کے لیے اپنے شہر یا وطن اقامت والے شہر کی آبادی سے نکلنا ضروری ہے اسی طرح سفر ختم ہونے کے لیے جیسے ہی اپنے شہر یا جہاں اقامت شرعی کا ارادہ ہے اس شہر کی آبادی میں داخل ہو گا تو سفر ختم ہو جائے گا۔

چنانچہ بنایہ میں ہے: "(لأن الإقامة تتعلق بدخولها) ش: أي الإقامة من السفر تتعلق بدخول بيوت المصر م: (فيتعلق السفر بالخروج عنها) ش: أي عن بيوت المصر، لأن الشيء إذا تعلق بالشيء تعلق ضده بضده، وحكم الإقامة وهو الإتمام، لما تعلق هذا الموضع تعلق حكم السفر بالمجاوزة عنه" ترجمہ: کیونکہ سفر کے بعد مقیم ہونے کا تعلق شہر کے گھروں میں داخل ہونے کے ساتھ ہے، تو سفر کا تعلق شہر کے گھروں سے نکلنے کے ساتھ ہو گا، کیونکہ جب ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ متعلق ہو، تو اس کی ضد دوسری چیز کی ضد کے ساتھ متعلق ہو گی اور اقامت کا حکم جو کہ نماز مکمل کرنا ہے، جب وہ اس جگہ کے ساتھ متعلق ہے تو سفر کا حکم اس سے تجاوز کرنے کے ساتھ متعلق ہو گا۔(2)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

04 ربیع الثانی 1444ھ/31 اکتوبر 2022ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

1...۔ کتاب الاصل، باب صلوۃ المسافر، جلد 1، صفحہ 233، مطبوعہ بیروت۔

2...۔ البنایۃ شرح الھدایۃ، باب صلاۃ المسافر، جلد 03، صفحہ 254-255، مطبوعہ ملتان۔

فتویٰ 27:

جس شہر میں ملازمت وغیرہ کی غرض سے رہتا ہو وہ وطن اصلی نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں ایک سرکاری محکمے میں ملازمت کرتا ہوں اور ملازمت میں ایک جگہ پر چند سال رہنے کے بعد ہماری دوسری جگہ پوسٹ ہو جاتی ہے، مگر میں جہاں بھی رہتا ہوں، میرے اہل و عیال بھی ساتھ ہوتے ہیں اور رہائش وغیرہ کی تمام سہولیات میسر ہوتی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ وہ جگہ جہاں میں نے اہل و عیال کے ساتھ چند سال رہنا ہو، وہ میرے لیے وطنِ اصلی قرار پائے گی یا نہیں اور نمازوں کے متعلق کیا احکام ہوں گے؟ اکثر جس جگہ پوسٹ ہوتی ہے وہ میرے آبائی علاقے سے 92 کلومیٹر کی مسافت سے زیادہ ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں جس جگہ آپ کی پوسٹ ہوتی ہے، وہ آپ کے لیے وطنِ اصلی نہیں بنے گی، اگرچہ اہل و عیال ساتھ رہتے ہوں اور رہائش وغیرہ کی سہولیات بھی میسر ہوں، کیونکہ وہاں آپ کا قیام عارضی ہوتا ہے، مستقل نہیں اور جو جگہ انسان کی جائے ولادت نہ ہو اور نہ ہی وہاں مستقل رہنے کا ارادہ ہو، تو شرعاً وہ جگہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں ہوتی، نیز جب آپ کی ملازمت کی جگہ آپ کے آبائی علاقے سے 92 کلومیٹر کی مسافت سے زیادہ ہوتی ہے، تو اس صورت میں نماز کے متعلق درج ذیل احکام ہوں گے۔

(1) جب جب وہاں پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت ہو گی، تو وہ جگہ آپ کی وطنِ اقامت بن جائے گی اور آپ مکمل نماز ادا کریں گے، قصر نہیں پڑھیں گے۔

(2)اور جب پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت ہو گی، تو آپ شرعی مسافر ہوں گے ، لہٰذا اکیلے نماز پڑھنے کی صورت میں قصر نماز واجب ہو گی، یعنی چار رکعت والے فرض دو ادا کرنا ہوں گے۔

وطن اصلی کی تعریف کے بارے میں تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار میں ہے:" الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاهّله ای تزوجه او توطنه ای عزم علی القرار فیه وعدم الارتحال۔ملخصاً" ترجمہ: وطن اصلی وہ کہ جہاں اس کی پیدائش ہوئی ہو یا اس نے وہاں شادی کر لی ہو یا اسے اپنا وطن بنا لیا ہو، یعنی اب وہاں ہمیشہ رہنے اور اس جگہ کو نہ چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہو۔[1]

اور جس جگہ پندرہ دن یا اس سے زائد رہنا ہو، وہ وطن اقامت ہو گا، جیسا کہ وطن اقامت کی تعریف کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"وطن سفر وقد سمي وطن إقامة وهو البلد الذي ينوي المسافر الاقامة فيه خمسة عشر يوما أو أكثر "ترجمہ: اور وطنِ سفر اور اسی کو وطن اقامت بھی کہا جاتا ہے یہ وہ شہر (یا علاقہ) ہے، جس میں مسافر پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے۔[2]

اور جہاں پندرہ دن یا اس سے زائد رہنا ہو، وہاں پوری نماز ادا کرنا ہو گی، ورنہ قصر کرنا ہو گی۔ جیسا کہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"(او ینوی اقامة نصف شهرینوی بموضع) واحد (صالح لها، فیقصرفی اقل منه)۔ملخصاً"ترجمہ: یا(مسافر تب مقیم ہو گا) جب اس نے ایسی ایک ہی جگہ جو اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو، اس پر آدھا مہینا(پندرہ دن) ٹھہرنے کی نیت کی ہو، لہٰذا پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی صورت میں قصر کرے گا۔[3]

1... تنویر الابصار و در مختار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ 157، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

3... تنویر الابصار والدر المختار، جلد2، صفحہ 728، مطبوعہ کوئٹہ۔

وطنِ اقامت باطل ہونے کی تفصیل کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ووطن الاقامة يبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الأصلي"ترجمہ: اور وطنِ اقامت، وطن اقامت اور سفر شروع کرنے سے اور وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے۔[1]

اور مسافر پر قصر پڑھنا لازم ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:"ان الله تعالى فرض الصلوة على لسان نبيكم على المسافر ركعتين وعلى المقيم اربعا"ترجمہ: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے مسافر پر دو رکعتیں فرض کیں اور مقیم پر چار رکعتیں۔[2]

علامہ شمس الدین تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات:1004ھ) لکھتے ہیں:"صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوبا"ترجمہ: مسافر کے لئے چار فرض کے بجائے دو رکعت فرض پڑھنا واجب ہے۔[3]

جس شہر میں ملازمت وغیرہ کی غرض سے رہتا ہو، اُس کے وطنِ اصلی نہ ہونے کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:"جب کہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے، نہ وہاں اس نے شادی کی، نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کرلیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا، بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے، تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی، اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ، اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجتِ اقامت بعض یا کل اہل وعیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہِ خاص سے ہے، نہ مستقل و

1.... فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 157، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2.... الصحیح المسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، صفحہ 150، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

3.... ۔ تنویر الابصار مع الدر المختار، جلد 2، صفحہ 726، مطبوعہ کوئٹہ

مستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا، جب تک 15 دن کی نیت نہ کرے گا، قصر ہی پڑھے گا کہ وطنِ اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔"[1]

مزید ایک مقام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "جب کہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے، تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا، قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا، پوری نماز پڑھے گا۔"[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

19 محرم الحرام 1444ھ/18 اگست 2022ء

فتویٰ 28:

کسی شخص کے والدین دوسرے شہر رہتے ہوں، جہاں بیوی بچے نہیں رہتے، نہ ہی وہ شہر اس کی جائے ولادت ہے تو وہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید اپنے والد بکر کے گھر اپنے والد اور بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے، بکر سردیوں کے موسم میں سندھ چلا جاتا ہے، جبکہ زید اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بلوچستان ہی میں رہتا ہے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ جب زید اپنے والد بکر کے پاس جائے گا، تو مقیم ہو گا یا مسافر؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

1... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 271، 272، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

2... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

دریافت کی گئی صورت میں اگر زید کے والد کا مکان زید کے مکان سے مسافتِ سفر یعنی 92 کلو میٹر پر ہے اور زید کا اپنے والد کے پاس پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے، تو زید اپنے والد کے مکان پر مسافر ہو گا، کیونکہ بالغ کے والدین اگر کسی دوسرے شہر میں رہتے ہوں اور وہ شہر اس کی جائے ولادت نہیں اور نہ ہی اس کے بیوی بچے وہاں رہتے ہوں، تو وہ جگہ اس کے لیے وطن نہیں۔

جیسا کہ حلبی کبیری میں ہے: ”لو کان له ابوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذلک وطناله“یعنی اگر کسی بالغ شخص کے والدین اس کی جائے ولادت کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں ہوں اور اس کے بیوی بچے بھی وہاں نہیں، تو وہ جگہ اس کے لیے وطن نہیں۔“[1]

صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”بالغ کے والدین کسی شہر میں رہتے ہیں اور وہ شہر اس کی جائے ولادت نہیں، نہ اس کے اہل وہاں ہوں تو وہ جگہ اس کے لیے وطن نہیں۔“[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ماجد رضا عطاری مدنی

29 محرم الحرام 1431ھ/16 جنوری 2010ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ 29:

متبوع کی نیت کا اعتبار ہے، نیز تنخواہ دار اور دِہاڑی دار ملازم کے حکم میں فرق

1... حلبی کبیری، صفحہ 544، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 751، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں سعودی شہر قصیم میں شیخ کا ڈرائیور ہوں اور میری رہائش بھی شیخ کے ساتھ قصیم میں ہے۔ شیخ کا جب بھی سفر ہوتا ہے، تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس شہر جانا ہے اور کہاں کہاں رُکنا ہے لیکن اکثر یہ معلوم نہیں ہوتا، کہ وہاں قیام کتنے دن کا ہے۔ شیخ سے اس کی نیت پوچھنا ممکن نہیں۔ جب مجھے معلوم ہے کہ مجھے شرعی سفر سے زیادہ سفر کرنا ہے، لیکن وہاں پہنچ کر قیام کتنے دن کرنا ہے، یہ معلوم نہیں، تو اس صورت میں مکمل نماز پڑھوں گا یا قصر؟ یا میں اپنی الگ سے نیت کروں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورتِ مسئولہ میں اصل اعتبار شیخ کی نیت کا ہے، آپ کی اپنی نیت کا اعتبار نہیں کہ آپ اس کے ملازم ہونے کی وجہ سے احکاماتِ سفر میں اس کے تابع ہیں، لہٰذا شرعی مسافت پر جانے کے بعد اگر شیخ نے پندرہ دن سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرلی، تو وہ مقیم ہو جائے گا اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے آپ بھی مقیم ہو جائیں گے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب آپ کو اپنے شیخ کی نیتِ اقامت کا علم ہو، ورنہ آپ شرعی مسافت پر جانے کے بعد مسافر ہی رہیں گے اور آپ پر نماز میں قصر کرنا واجب ہو گا۔

چنانچہ در مختار میں ہے: ”(والمعتبر نیۃ المتبوع) لانہ الاصل لا التابع (کامراۃ و عبد و جندی و اجیر مع زوج و مولی و امیر و مستاجر) ملخصا“ اعتبار متبوع کی نیت کا ہے، نہ کہ تابع کی نیت کا، جیسے عورت شوہر کے ساتھ غلام آقا کے ساتھ لشکر امیر کے ساتھ اور اجیر مستاجر کے ساتھ ہو۔[1]

---

1 ... تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 743، مطبوعہ کوئٹہ۔

عالمگیری میں مزید ہے:" وکل من کان تبعاً لغیرہ یلزمہ طاعتہ یصیر مقیماً باقامتہ و مسافراً بنیتہ و خروجہ الی السفر کذا فی محیط السرخسی۔ الاصل ان من یمکنہ الاقامۃ باختیارہ یصیر مقیماً بنیۃ نفسہ و من لا یمکنہ الاقامۃ باختیارہ لا یصیر مقیماً بنیۃ نفسہ حتی ان المراۃ اذا کانت مع زوجھا فی السفر و الرقیق مع مولاہ و التلمیذ مع استاذہ و الاجیر مع مستاجرہ و الجندی مع امیرہ فھؤلاء لا یصیرون مقیمین بنیۃ انفسھم فی ظاھر الراویۃ کذا فی المحیط" ہر وہ شخص جو اپنے غیر کے تابع ہو، اس کو اس کی اطاعت لازم ہے اور وہ اس کے مقیم ہونے سے مقیم ہو گا اور اس کی نیت اوراس کے شرعی سفر پر نکلنے سے مسافر ہو گا، یونہی محیط سرخسی میں ہے:"اصل یہ ہے کہ جس کو اپنے اختیار سے اقامت پر قدرت ہو، تو وہ اپنی نیت سے مقیم ہو گا اور جس کو اپنے اختیار سے اقامت پر قدرت نہ ہو، تو وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہو گا، یہاں تک کہ عورت جب شوہر کے ساتھ سفر میں ہو اور غلام آقا کے ساتھ اور شاگرد اپنے استاذ کے ساتھ اور اجیر اپنے مستاجر کے ساتھ اور لشکر اپنے امیر کے ساتھ، ظاہر الروایہ کے مطابق یہ سب کے سب اپنی نیت سے مقیم نہیں ہوں گے، اسی طرح محیط میں ہے۔[1]

شرعی مسافت پر پہنچ کر ملازم کے مقیم ہونے کے لیے مستاجر کی نیت کا علم ہونا ضروری ہے، اس کے بارے میں در مختار میں ہے:" ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع، فلو نوی المتبوع الاقامۃ و لم یعلم التابع فھو مسافر حتی یعلم علی الاصح و فی الفیض: و بہ یفتی کما فی المحیط و غیرہ دفعاً للضرر عنہ" تابع کو متبوع کی نیت کا علم ہونا ضروری ہے، اگر متبوع نے اقامت کی نیت کی اور تابع کو علم نہ ہو، تو اصح قول کے مطابق وہ مسافر ہو گا جب تک اس کو نیت کا علم نہ ہو جائے، اور فیض میں ہے: اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے جیسا کہ محیط اور اس کے علاوہ میں ہے، اس (تابع) سے ضرر کو دور کرتے ہوئے۔[2]

1... فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، صفحہ 155، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

2... تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 744، مطبوعہ کوئٹہ۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:” قولہ: (دفعاً للضرر عنہ) لانہ مامور بالقصر منھی عن الاتمام فکان مضطراً، فلو صار فرضہ اربعاً باقامۃ الاصل بلا علمہ لحقہ ضرر عظیم من جھۃ غیرہ بکل وجہ وھو مدفوع شرعاً “شارح کا قول: اس سے ضرر کو دور کرتے ہوئے، کیونکہ اس کو قصر کا حکم دیا گیا ہے اور مکمل نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، تو یہ مجبور ہو گا، اگر اس کے فرض اصل کے مقیم ہونے سے چار ہو جائیں بغیر علم کے، تو اس کو ہر طرح سے ایک بڑا ضرر لاحق ہو گا اپنے علاوہ کی طرف سے، اور وہ شرعاً مدفوع ہے۔[1]

یہ یاد رہے کہ مذکور بالا حکم تنخواہ دار ملازم کے لیے ہے، دِہاڑی دار ملازم کے لیے نہیں۔ دِہاڑی دار ملازم ہے، تو اس کی اپنی نیت کا اعتبار ہو گا، چاہے مستاجر اسے مہینوں اپنے ساتھ رکھے کہ ہر دن گزرنے کے ساتھ دِہاڑی دار اجیر کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اس لیے اس کی اپنی نیت معتبر ہو گی۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے:” قولہ: (اجیر) ای: مشاھرۃ او مسانھۃ کما فی التاترخانیۃ، اما لو کان میاومۃ بان استاجرہ کل یوم بکذا فان لہ فسخھا اذا فرغ النھار، فالعبرۃ لنیتہ “شارح کا قول: اجیر یعنی جو ماہانہ یا سالانہ اجیر ہو جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے، بہر حال اگر یومیہ اجیر ہو اس طرح کہ اس کو ہر دن اتنے کے بدلے اجرت پر رکھا ہو تو جب دن مکمل ہو جائے، تو اس کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے، اور ایسی صورت میں اعتبار اس اجیر کی نیت کا ہو گا۔[2]

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــــــــــــــــہ
ابو سعید محمد نوید رضا عطاری
19جمادی الاول1444ھ/14دسمبر2022ء

1...ردالمحتار، جلد2، صفحہ744، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...ردالمحتار، جلد2، صفحہ743، مطبوعہ کوئٹہ۔

فتویٰ 30:

وطن اقامت میں سامان رکھا ہو، تو پھر بھی سفر شرعی سے باطل ہو جائے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ علمائے کرام سے سُن رکھا تھا کہ کسی کی وطن اقامت میں پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت ہے، تو اس کے لئے وہاں قصر نماز ہو گی۔ اب ایک مفتی صاحب نے بتایا کہ وطن اقامت میں اگر اس کا ایک کمرہ ہے، جس میں اس کا ضروریات کا سامان ہے اور اس کی چابی بھی اس کے پاس ہے، تو اگر کسی بھی وقت اس نے وہاں پندرہ دن رہنے کی نیت کر لی تو مقیم ہو جائے گا۔ وطنِ اقامت، وطنِ اصلی میں آنے جانے کی وجہ سے باطل نہ ہو گا۔ وطن اصلی سے وطن اقامت میں آتے ہی وہ مقیم ہو جائے گا، اگرچہ وطن اقامت میں اس نے پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی ہو۔

ان کی دلیل بحر کا یہ جزئیہ ہے: "وفی المحیط: ولو کان لہ اھل بالکوفۃ واھل بالبصرۃ، فمات اھلہ بالبصرۃ لا تبقی وطنالہ، وقیل: تبقی وطنا، لانھا کانت وطنالہ بالاھل والدار جمیعا فبزوال احدھما لا یرتفع الوطن، **کوطن الاقامۃ یبقی ببقاء النقل وان اقام بموضع آخر**۔ ملخصا" ترجمہ: اور محیط میں ہے: اگر کسی کی ایک بیوی کوفہ میں اور ایک بیوی بصرہ میں ہو، پھر بصرہ والی بیوی فوت ہو جائے، تو بصرہ اس کا وطن باقی نہ رہے گا اور کہا گیا ہے کہ بصرہ وطن باقی رہے گا، کیونکہ وہ اس کی بیوی اور گھر دونوں کی وجہ سے اس کا وطن تھا، تو ان میں سے ایک کے ختم ہونے سے وطن ختم نہیں ہو گا۔ جیسے وطن اقامت سامان کے باقی رہنے سے باقی رہتا ہے، اگرچہ دوسرے مقام پر اقامت اختیار کی ہو۔[1]

اس سے دلیل یوں لی گئی ہے کہ: صاحبِ بحر نے تصریح کی ہے کہ بقاء نقل یعنی سامانِ رہائش وغیرہ کے باقی رہنے سے وطن اقامت باقی رہتا ہے، اگرچہ دوسری جگہ سفر اختیار کر لے۔

---

1 ... بحر الرائق، جلد2، صفحہ 239، مطبوعہ کوئٹہ۔

اور دوسری دلیل بدائع کا یہ جزئیہ ہے :"وینقض بالسفر ایضا، لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار، ولکن لحاجة، فاذا سافر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضاًله دلالة "ترجمہ: اور وطن اقامت، سفر سے بھی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا اس مقام پر وطن بنانا ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ حاجت کے لیے ہے پس جب وہ اس مقام سے سفر کرے گا، تو اس سے اس کی حاجت پوری ہونے پر دلیل پکڑی جائے گی، تو وہ اس جگہ کو وطن بنانے سے اعراض کرنے والا ہو جائے گا اور اس وطن کو دلالۃً ختم کرنے والا ہو جائے گا۔[1]

اس سے دلیل یوں لی گئی ہے کہ: امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تعلیل سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ وطن اقامت کو باطل کرنے والے سفر سے مراد یہ ہے کہ اب یہاں رہائش کی حاجت نہ رہے اور جانے والا اس مقام کی وطنیت کو ختم کر دے اور یہ اس سفر میں ہوتا ہے جو کہ بصورت ارتحال ہوتا ہے اور وطن اقامت میں کچھ بھی نہ رہے۔ اس کے برخلاف جس شہر یا جگہ میں کامل رہائش ہے، رہائش کی نیت بھی ہے اور رہائش کا سامان بھی وہیں ہے، اگرچہ وہ اس کا وطن اصلی نہیں ہے، تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص نے اپنا وطن اقامت ختم نہیں کیا۔

اس پس منظر میں چند سوالات کے جوابات درکار ہیں:

(1) کیا ایسا ہے کہ سامان کی وجہ سے وطن اقامت باقی رہتا ہے، باطل نہیں ہوتا، اگرچہ وہ وہاں سے سفر شرعی کی مسافت پر چلا جائے یا وطن اصلی میں بھی چلا جائے؟

(2) اگر ایسا نہیں ہے تو پھر جو جزئیات اوپر مذکور ہوئے ان کا کیا جواب ہوگا؟

(3) ایک دینی طالب علم جو کم از کم ایک سال تک کسی مدرسہ میں قیام کا ارادہ رکھتا ہو، اور وہ ایک بار پندرہ دن سے زائد کی نیت سے مذکورہ مدرسہ میں قیام کر چکا ہے۔ اور وہ مدرسہ اس

---

1 .... بدائع الصنائع، جلد 1، صفحہ 498، مطبوعہ کوئٹہ۔

کے وطن سے شرعی مسافت پر ہو، اب اگر وہ مدرسہ میں پندرہ دن سے کم کی نیت سے آئے، تو کیا مدرسہ میں قصر نماز پڑھے یا پوری؟ جبکہ وہ مدرسہ کے جس کمرہ میں رہتا ہے اس کے مشترکہ تالے کی ایک چابی اس کے پاس ہے، اس کا ذاتی بستر، چارپائی، پیٹی اور کپڑوں کا بیگ وغیرہ مدرسہ میں ہوتا ہے۔ یہی معاملہ اگر کسی ملازم کے ساتھ پیش آئے کہ وہ سفر شرعی کی مسافت پر موجود اپنی جائے ملازمت پر مالک کی طرف سے ملنے والا ایک عارضی کمرہ رکھتا ہے، جس میں اس کا سامان وغیرہ ہے اور وہاں ایک مرتبہ وہ وطن اقامت اختیار کرلیتا ہے، تو اب وہاں سے اپنے وطن اصلی مسافت شرعی کی مدت پر جانے کی صورت میں اس کا وطن اقامت باطل ہو گا یا نہیں؟

(4) اب تک اگر وہ طالب علم شرعی مسافت طے کرکے، پندرہ دن سے کم رہنے کی صورت میں قصر نمازیں پڑھتا اور پڑھاتا رہا، تو اس کی ان گزشتہ نمازوں کا کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) وطن اقامت کے ختم ہونے کے لیے تین میں سے ایک شرط پائی جائے، تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔

(الف) کسی اور جگہ کو وطن اقامت بنالینا۔

(ب) وطن اقامت سے سفر شرعی اختیار کرنا۔

(ج) وطن اصلی چلے جانا۔

محیط رضوی میں ہے: "ووطن الاقامۃ یبطل بالوطن الاصلی وبوطن الاقامۃ لانہ مثلہ وبانشاء السفر" ترجمہ: اور وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے وطن اصلی کے ساتھ اور وطن اقامت کے ساتھ کیونکہ یہ اس کی مثل ہے اور سفر کرنے کے ساتھ۔[1]

1 ... المحیط الرضوی، کتاب الصلاۃ، جلد 01، صفحہ 387، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

جب ان تینوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے گی، تو وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اگرچہ اس کا سامان وہاں پر موجود ہو۔ سامان کا موجود رہنا، اس وقت تک کفایت کرے گا، جب تک ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے، جب ان تینوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے گی، تو اب سامان کا وطن اقامت میں ہونا کوئی فائدہ نہیں دے گا، وطن اقامت باطل ہو جائے گا۔

اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ وطن کی ایک قسم کا نام ہے "وطن سُکنیٰ" یعنی وطن اصلی کے علاوہ کسی مقام پر پندرہ دن سے کم رہنا۔

حلبۃ المجلی میں ہے: "الاوطان عندالجمهورثلاثة: وطن اصلی ووطن اقامة ووطن سكنى: وهوماينوى الاقامة فيه اقل من خمسة عشر۔ ملخصاً" ترجمہ: جمہور کے نزدیک وطن تین اقسام کے ہیں: وطن اصلی، وطن اقامت اور وطن سکنی اور یہ وہ ہے جس میں پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کرے۔[1]

اگر کوئی وطن سکنی میں اپنا سامان رکھ کر چلا جائے اور کسی اور مقام پر وطن سکنی بنالے، تو اب اس کا پہلا وطن سکنی باطل ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کا سامان پہلے وطن سکنی میں باقی ہے اور اگر وہ سفر شرعی سے کم مسافت پر جائے اور وطن سکنی بنانے سے پہلے لوٹ آئے، تو اس کا پہلا وطن سکنی باقی رہے گا۔

چنانچہ بحر الرائق میں جس محیط رضوی کے حوالے سے وہ مسئلہ ذکر ہوا، جسے سوال میں ذکر کیا گیا ہے، اسی محیط رضوی میں وطن سکنی والا مسئلہ یوں مذکور ہے:

"كوفی خرج الى القادسية لحاجة ،ثم خرج منهاالى الحيرة لحاجة ثم خرج منهايريدالشام **وله بالقادسية ثقل يريدان يحمله فمربهايصلى ركعتين** لان وطنه بالقادسية

---

1 .... حلبۃ المجلی، فصل فی صلاۃ المسافر، جلد02، صفحہ 529، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

كانت وطن سكنى وقد ظهر له بالحيرة وطن سكنى فيبطل به الاول، ولو خرج من القادسية الى الحيرة فقبل ان يصل الى الحيرة رجع الى القادسية ليحمل ثقله منها ويرتحل الى الشام صلى اربعا بالقادسية لانه لم يظهر له بالحيرة وطن سكنى آخر مالم يدخلها فلا يبطل وطنه السكنى بالقادسية كما لو خرج منها لبول او غائط اوليشيع جنازة اولاستقبال قادم لايبطل وطنه بالقادسية" ترجمہ: کوفہ کا رہنے والا کسی حاجت سے قادسیہ کی طرف گیا، پھر وہاں سے حیرہ کی طرف کسی حاجت سے گیا، پھر وہاں سے شام کے ارادے سے نکلا اور قادسیہ میں اس کا سامان ہے، وہ اسے اٹھانا چاہتا ہے، پس وہ قادسیہ سے گزرا، تو دو رکعتیں پڑھے گا، کیونکہ قادسیہ میں اس کا وطن، وطن سکنی تھا اور حیرہ میں اس کا وطن سکنی ثابت ہو گیا، تو اس کی وجہ سے پہلا وطن سکنی باطل ہو جائے گا اور اگر قادسیہ سے حیرہ کی طرف نکلا، پس حیرہ پہنچنے سے پہلے ہی قادسیہ کی طرف واپس لوٹا، تاکہ وہاں سے اپنا سامان اٹھائے اور شام کی طرف کوچ کرے، تو قادسیہ میں چار رکعات ادا کرے گا، کیونکہ جب تک وہ حیرہ میں داخل نہیں ہوا، تو حیرہ میں اس کا دوسرا وطن سکنی ثابت نہیں ہوا، پس اس کا قادسیہ کا وطن سکنی باطل نہیں ہو گا۔ جیسے اگر وہ قادسیہ سے پیشاب، پاخانہ کے لیے یا جنازے میں شرکت یا کسی آنے والے کا استقبال کرنے کے لیے نکلتا، تو اس کا قادسیہ والا وطن باطل نہ ہوتا۔[1]

اس سے واضح ہوا کہ سامان کا باقی رہنا اس وقت تک کفایت کرے گا جب تک کہ پہلا وطن باطل نہ ہو جائے، جب پہلا وطن باطل ہو جائے، تو اب سامان کا باقی رہنا کفایت نہیں کرے گا، لہٰذا ہماری صورت میں بھی جب تک وطن اقامت باطل نہیں ہو گا، اس وقت تک سامان کا اس مقام پر رہنا کفایت کرے گا، لیکن جب تین شرائط میں سے کسی ایک کے ساتھ وطن اقامت باطل ہو جائے گا، تو اب سامان کا وہاں رہنا مفید نہیں ہو گا۔

---

1 .... المحیط الرضوی، جلد 01، صفحہ 387-388، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:"إن وطن السكني ينتقض بالكل، صورته رجل خرج من النيل وهو سواد الكوفة وبينهما أقل من مسيرة ثلاثة أيام ونزل بالكوفة ثقلة، ثم خرج من الكوفة إلى القادسية يطلب غريمه، ثم خرج من القادسية يريد الشام، ويريد أن يمر بالكوفة، فإنه يصلي بالكوفة ركعتين، لأن **وطن سكناه بالقادسية أبطل وطن سكناه بالكوفة بتركه متاعه فيها**، فإن نوى بالقادسية أن يقيم بها خمسة عشر يوما بطل سكناه بالكوفة، لأن وطن السكنى يبطل بوطن الإقامة، وكذلك إذا انتقل إلى القادسية بأهله ومتاعه يصلي بالكوفة ركعتين، لأن وطن السكنى يبطل بالوطن الأصلي"**ترجمہ:وطن سکنی،وطن کی تمام اقسام سے باطل ہو جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ:ایک شخص نیل سے نکلااور نیل کوفہ کا گاؤں ہے،اور کوفہ اور نیل کے درمیان تین دن کی مسافت سے کم سفر ہے،اور کوفہ میں اس نے سامان کے ساتھ پڑاؤ کیا،پھر اپنے مقروض کی تلاش میں کوفہ سے قادسیہ کی طرف نکلا،پھر قادسیہ سے شام کے ارادے سے نکلااور کوفہ پر گزرنا چاہتاہے تووہ کوفہ میں دو رکعتیں پڑھے گا،کیونکہ کوفہ میں سامان چھوڑنے کے ساتھ،اس نے جو وطن سکنی بنایا تھا،اسے قادسیہ کے وطن سکنی نے باطل کر دیا،اوراگر قادسیہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت کرے تب بھی اس کا کوفہ کا وطن سکنی باطل ہو جائے گا،کیونکہ وطن سکنی،وطن اقامت سے باطل ہو جاتاہے اوراسی طرح جب قادسیہ اپنے اہل اور سامان کے ساتھ منتقل ہو جائے،توکوفہ میں دو رکعتیں اداکرے گا،کیونکہ وطن سکنی،وطن اصلی سے باطل ہو جاتاہے۔**[1]

اس سے بھی واضح ہوا کہ سامان چھوڑنا اس وقت تک کفایت کرتاہے،جب تک پہلا وطن باطل نہ ہوا ہو،جب کسی طریقے سے پہلا وطن باطل ہو جائے،خواہ اسی کے مثل وطن کے ذریعے تواب وہاں سامان رہنا کفایت نہیں کرے گا۔نیز اس سے یہ بھی پتا چلا کہ وطن باطل

---

1 .... البنایۃ شرح الھدایۃ،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ المسافر،جلد 03، صفحہ 272،مطبوعہ ملتان۔

ہونے کی وہی معروف صورتیں ہیں کہ اپنے مثل سے یا اپنے سے زائد والی صورتوں وغیرہ کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے، اگرچہ پہلے وطن میں سامان موجود ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں اس حوالے سے واضح طور پر موجود ہے کہ وطن اقامت میں اگرچہ گھر والے بھی ہوں، تب بھی سفر شرعی کی مسافت طے کر کے واپس وطن اقامت میں آئے گا، تو دوبارہ وطن اقامت بنانے کے لیے پندرہ دن قیام کی نیت کرنی ہوگی۔

چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں سوال ہوا: "کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کر کے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے زائد ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جارہا ہو، مگر اہل وعیال اس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اُس کا وطن ثانی میں رہنا ہوگا ہی، سال بھر میں مہینہ دو مہینہ کے واسطے اہل وعیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جائے اور بعض کو وطن چھوڑ جائے یا کل متعلقین ہمراہ لے جائے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہو اور ان سب صورتوں میں ان کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور بظاہر وجہِ قیام ثانی کے وہی تعلقات جدید ہیں اور درصورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجانے کا بھی قصد رکھتا ہے، ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہوا وطن ثانی میں آئے اور ۱۵ روز قیام کا قصد نہ رکھتا ہو، تو صلاۃ رباعیہ کو پورا پڑھے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے؟ بینوا توجروا"

اس کے جواب میں فرمایا: "جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کر لیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا، بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے، تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ **اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل**

اہل وعیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک ۱۵ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔"[1]

(2)سوال میں ذکر کردہ جزئیات کا جواب:

(الف)بحر الرائق کے جزئیہ کا جواب: اس میں جو یہ عبارت ہے:" کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر" (جیسے وطن اقامت سامان کے باقی رہنے سے باقی رہتا ہے، اگرچہ دوسرے مقام پر اقامت اختیار کی ہو۔) اس کی وضاحت یہ ہے کہ:

اوپر جو ہم نے تفصیل ذکر کی، اس کے مطابق جب تک پہلا وطن باطل نہ ہوا ہو، تب تک وہاں سامان باقی رہنا کفایت کرتا ہے، لیکن اگر پہلا وطن باطل ہو جائے، تو پھر سامان باقی رہنا کفایت نہیں کرتا۔ اس تفصیل کے مطابق بحر کے جزئیہ میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ دوسرے مقام پر اقامت اس طریقے سے اختیار کی گئی کہ جس سے وطن اقامت باطل ہو سکتا ہے (یعنی سفر شرعی کر کے یا دوسرے مقام پر پندرہ دن یا زائد رہنے کی نیت کے ساتھ یا وطن اصلی میں جا کر)، لہٰذا اس سے مفتی صاحب کا استدلال بھی نہیں ہو سکتا، بلکہ اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق تو یہاں دوسرے مقام پر اقامت سے مراد یہی ہو گا کہ سفر شرعی کیے بغیر، وطن اصلی کے علاوہ پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت سے دوسرے مقام پر اقامت اختیار کی یعنی وطن سکنی بنایا، تو اس سے وطن اقامت باطل نہیں ہو گا، کیونکہ وطن اقامت باطل کرنے والی تین شرطوں میں سے کوئی بھی نہیں پائی گئی۔

---

1 ... فتاوی رضویہ، جلد 08، صفحہ 271، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

ردالمحتار میں ہے:"(قوله والأصل أن الشيء يبطل بمثله) كما يبطل الوطن الأصلي بالوطن الأصلي و وطن الإقامة بوطن الإقامة و وطن السكنى بوطن السكنى، وقوله: وبما فوقه أي كما يبطل وطن الإقامة بالوطن الأصلي و كما يبطل وطن السكنى بالوطن الأصلي وبوطن الإقامة، وينبغي أن يزيد وبضده كبطلان وطن الإقامة أو السكنى بالسفر فإنه في البحر علل لذلك بقوله لأنه ضده (قوله لا بما دونه) كما لم يبطل الوطن الأصلي بوطن الإقامة ولا بوطن السكنى ولا بإنشاء السفر و كما **لم يبطل وطن الإقامة بوطن السكنى** "**ترجمہ: اور اصل یہ ہے کہ شے اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے جیسے وطنِ اصلی، وطنِ اصلی سے باطل ہو جاتا ہے اور وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے اور وطن سکنی، وطن سکنی سے باطل ہو جاتا ہے اور شے اپنے سے بڑھ کر شے کے ساتھ بھی باطل ہو جاتی ہے جیسے وطن اقامت، وطن اصلی کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے اور جیسے وطن سکنی، وطن اصلی اور وطن اقامت کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے اور یہ اضافہ بھی ہونا چاہیے اور اپنی ضد کے ساتھ بھی شے باطل ہو جاتی ہے جیسے وطن اقامت یا سکنی کا سفر سے باطل ہونا کہ بحر میں اس کی علت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ سفر، اقامت کی ضد ہے۔ شے اپنے سے کم درجہ شے کے ساتھ باطل نہیں ہوتی جیسے وطن اصلی، وطن اقامت سے بھی باطل نہیں ہوتا اور وطن سکنی سے بھی باطل نہیں ہوتا اور سفر کرنے سے بھی باطل نہیں ہوتا اور جیسے وطن اقامت، وطن سکنی سے باطل نہیں ہوتا۔**[1]

(ب) بدائع کے جزئیہ کا جواب:

فقہائے کرام نے سفر شرعی سے وطن اقامت باطل ہونے کی مختلف طریقے سے تعلیل فرمائی ہے، جن میں سے ایک تعلیل وہی ہے، جو بدائع میں ہے اور ایک تعلیل دوسری کتب میں یہ فرمائی گئی کہ سفر، اقامت کی ضد ہے، اور شے کا اپنی ضد کے ساتھ وجود نہیں رہتا، لہذا جب سفر پایا گیا، تو اقامت باطل ہو جائے گی۔ جیسے اوپر ردالمحتار میں بحر کے حوالے سے گزرا۔ نیز محیط رضوی

---

1 ردالمحتار، جلد2، صفحہ 741، مطبوعہ کوئٹہ۔

میں ہے:"ووطن الاقامة يبطل۔۔۔بانشاء السفر لانه ضده والشئی لا يبقی مع وجود ضده" ترجمہ:اور وطن اقامت سفر کی ابتدا کرنے سے باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ سفر، اقامت کی ضد ہے اور شے اپنی ضد کے پائے جانے کی صورت میں باقی نہیں رہتی۔[1]

یہ دوسری تعلیل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جب بھی سفر پایا جائے گا، تو اقامت باطل ہو جائے گی، اگرچہ وطن اقامت میں اس کا سامان بھی موجود کیوں نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں بھی سفر اقامت کی ضد ہی ہے۔اور بدائع کی تعلیل اس کے مخالف نہیں، کیونکہ بدائع میں یہ کہا گیا ہے کہ "بندہ وطن اقامت سے سفر تبھی کرتا ہے ،جب اس کی حاجت پوری ہو جائے تو سفر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حاجت پوری ہو چکی۔"

اس کی وضاحت یہ ہو سکتی ہے کہ جیسے سفر میں مشقت ہونے کے باعث کئی رخصتیں ہیں، مثلاً: نماز میں قصر کرنے اور روزہ افطار کرنے وغیرہ کی لیکن سفر کو مشقت کا قائم مقام کر دیا گیا، تو اب اگرچہ بظاہر کوئی انتہائی آرام دہ سفر اختیار کرے، تب بھی مذکورہ بالا رخصتیں اس کو ملیں گی ، اسی طرح سفر کو حاجت پوری ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا کہ سفر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہو گا کہ اس کی حاجت پوری ہو چکی ہے، لہٰذا یہ سفر کو ختم کرنا چاہتا ہے، اسی وجہ سے سفر کرنے کو دلالۃً وطن ختم کرنا، قرار دیا گیا ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے: " ثم لما أقيم حولان الحول مقام الاستنماء فبعد ذلك لم يعتبر حقيقة الاستنماء حتى إذا ظهر النماء أو لم يظهر يجب الزكاة كالسفر لما أقيم مقام المشقة لم يعتبر حينئذ وجود المشقة فكذلك هاهنا "ترجمہ: پھر جب حولان حول (سال گزرنے) کو اضافہ حاصل کرنے کے قائم مقام کر دیا گیا، تو اس کے بعد حقیقتاً اضافہ حاصل کرنے کا اعتبار نہیں رہا، یہاں تک کہ جب سال گزر جائے ،اضافہ ہو یا نہ ہو زکوٰۃ لازم ہو

---

1 ۔۔۔ المحیط الرضوی، کتاب الصلاۃ، جلد 01، صفحہ 387، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

جائے گی جیسے سفر کو جب مشقت کے قائم مقام کر دیا گیا، تو اب مشقت کے پائے جانے کا اعتبار نہیں ہے پس اسی طرح یہاں بھی ہو گا۔[1]

مزید یوں بھی وضاحت ہو سکتی ہے کہ ہر دفعہ کی اقامت میں انسان کی حاجت ایک نئی حاجت ہو گی، جب ایک دفعہ اقامت کرنے کے بعد وہ سفر کرے گا، تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ پہلی حاجت اس کی مکمل ہو چکی ہے۔ اب نئی حاجت تب متحقق ہو گی، جب وہ دوبارہ وہاں پر پندرہ دن یا اس سے زائد اقامت اختیار کرے۔

(3) طالب علم ہو یا ملازم جب اس نے ایک دفعہ اپنی جائے اقامت کو وطن اقامت بنالیا، تو وہ اس وقت تک وطن اقامت رہے گا، جب تک اوپر ذکر کردہ تین شرطوں میں سے کوئی بھی نہ پائی جائے، لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک پائی گئی یعنی سفر شرعی کر لیا یا وطن اصلی چلا گیا یا دوسرا وطن اقامت بنالیا، تو پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اگرچہ وہاں پر اس کا سامان وغیرہ بھی موجود ہو، اب جب دوبارہ اس مقام پر پہنچے گا، تو پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت کرے گا، تو ہی دوبارہ وطن اقامت ہو گا ورنہ نہیں ہو سکے گا اور مسافت شرعی پائی گئی تو نماز میں قصر ہی کرے گا۔ جیسے فتاویٰ رضویہ میں ہے: "جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے، نہ وہاں اس نے شادی کی، نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کر لیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا، بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے، تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل وعیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل ومستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک ۱۵ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔"[2]

1... البنایۃ شرح الہدایۃ، کتاب الزکاۃ، جلد 04، صفحہ 09، مطبوعہ ملتان۔

2... فتاوی رضویہ، جلد 08، صفحہ 271، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

(4)جب وہ طالب علم شرعی مسافت طے کرکے اس مدرسہ میں صرف تعلیم کی غرض سے عارضی طور پر آیا اور پندرہ یا اس سے زائد دن رہنے کی نیت نہیں تھی، تو اس پر چار رکعتی فرض نماز کو قصر پڑھنا لازم تھا، لہٰذا اس صورت میں اس نے جتنی چار رکعتی فرض نمازیں قصر نمازیں پڑھیں وہ درست ہوئیں اور قصر پڑھانے کے حوالے سے یہ تفصیل ہے کہ جن کو پڑھائی اگر وہ بھی مسافر تھے، تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اگر پڑھنے والے سارے یا بعض مقیم تھے اور اس نے قصر پڑھ کر سلام پھیر دیا، مقیم نمازیوں نے بقیہ اپنی رکعتیں شرعی طریقے پر مکمل کیں، تو وہ بھی درست ہو گئیں۔ اور اگر مقیم نمازیوں نے دو پر ہی سلام پھیر دیا تو ان کی نماز نہیں ہوئی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

21 جمادی الثانی 1443ھ/25 جنوری 2022ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

فتویٰ 31:

آدمی اپنے وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جاتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں خانپور کا رہائشی ہوں۔ ہمارا پہلے رحیم یار خان مدنی مشورہ تھا اور اس کے بعد احمد پور شرقیہ بھی، لہٰذا میں پہلے خانپور سے رحیم یار خان مدنی مشورہ میں حاضر ہوا۔ پھر وہاں سے احمد پور شرقیہ گیا۔ احمد پور شرقیہ رحیم یار خان سے تقریباً 96 کلو میٹر یعنی شرعی سفر بنتا ہے، جبکہ خانپور سے احمد پور شرعی سفر نہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ میں نے جو رحیم یار خان سے سفر شروع کیا اور راستہ میں خانپور سے بھی گزرا اس میں میں مسافر ہوا یا نہیں؟ اور مجھے قصر کرنی چاہیے تھی یا نہیں؟ جبکہ رحیم یار خان سے احمد پور سفر کرتے ہوئے عشاء کی نماز میں نے احمد پور میں قصر کرکے پڑھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

آدمی کا وطن اصلی اس کی اقامت کے لئے متعین ہے یعنی آدمی جب اپنے وطن اصلی میں داخل ہو جائے، تو چاہے مقیم ہونے کی نیت ہو یا نہ ہو، داخل ہونا چاہے کسی حاجت کے لئے ہو یا صرف عبور کرنے (گزرنے) کے لئے، بہر حال آدمی مقیم ہو جاتا ہے اور اس کا سفر ختم شمار کیا جاتا ہے۔اس کے مطابق رحیم یار خان سے احمد پور شرقیہ جاتے ہوئے راستہ میں جب آپ اپنے وطن اصلی یعنی خانپور پہنچے، تو اگرچہ آپ کا خانپور آنا صرف وہاں سے گزرنے کے لئے تھا، مذکورہ بالا قانون شرعی کے مطابق آپ کا سفر منقطع ہو گیا۔اس طرح آپ صرف خانپور سے احمد پور سفر کرنے والے کہلائے اور خانپور سے احمد پور چونکہ شرعی سفر نہیں بنتا یعنی دونوں کا فاصلہ 92 کلو میٹر سے کم ہے، لہذا آپ مسافر شرعی نہ ہوئے اور آپ پر بغیر قصر پوری نماز پڑھنا فرض تھا، جبکہ آپ کے بیان کے مطابق اس دوران آپ نے عشاء کی نماز قصر پڑھی، اس طرح آپ کا فرض ادا نہ ہوا لہذا اس کی قضا فرض ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:"(یقصر حتی یدخل مصرہ) یعنی وطنہ الاصلی (أو ینوی اقامۃ نصف شھر ببلد أو قریۃ)" مسافر قصر کرے گا یہاں تک کہ اپنے شہر یعنی اپنے وطن اصلی میں داخل ہو جائے یا کسی شہر یا گاؤں میں آدھا مہینا اقامت کی نیت کر لے۔[1]

طحطاوی علی المراقی میں ہے:"قولہ:(یعنی وطنہ الاصلی) والاطلاق دال علی ان الدخول أعم من ان یکون للاقامۃ أو لا و لحاجۃ نسیھا۔ملخصا" مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:(یعنی اپنے وطن اصلی) اور اطلاق اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ بے شک داخل ہونا

---

1 ... مراقی الفلاح مع الطحطاوی، صفحہ 425، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

اس سے عام ہے کہ وہ اقامت کے لئے ہو یا (اقامت کے لئے) نہ ہو اور کسی ایسی حاجت کے لئے ہو جسے وہ بھول گیا ہو۔[1]

الجوھرۃ النیرۃ میں ہے:"(وإذا دخل المسافر مصره أتم الصلاة وإن لم ينو المقام فيه) سواء دخله بنية الاجتياز أو دخله لقضاء حاجة، لأن مصره متعين للإقامة فلا يحتاج إلى نية "اور جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہو جائے، تو پوری نماز پڑھے گا اگرچہ اس نے وہاں اقامت کی نیت نہ کی ہو، برابر ہے کہ عبور کرنے کے لئے داخل ہوا ہو یا کسی حاجت کو پورا کرنے کے لئے داخل ہوا ہو، کیونکہ اس کا شہر اقامت کے لئے متعین ہے، لہذا (مقیم ہونے کے لئے) نیت کی حاجت نہیں۔[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

20 محرم الحرام 1438ھ/22 اکتوبر 2016ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ 32:

کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں تو کس راستے سے جانے سے شرعی مسافر ہو گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر دو شہروں کو ملانے والے راستے اس طرح ہوں کہ ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے لئے درمیانی مسافت 94 کلو میٹر ہو اور وہاں سے واپسی کی مسافت 84 کلو میٹر ہو، تو اس صورت میں ان دونوں شہروں کے رہنے والے ایک دوسرے شہر میں جائیں گے، تو وہ نمازیں کس انداز میں ادا کریں گے؟

1... طحطاوی علی المراقی، صفحہ 425، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

2... الجوھرۃ النیرۃ، جلد 1، صفحہ 219، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ایک جگہ کی دوسری جگہ سے دوری ومسافت میں شرعاً اس جگہ جانے کے لئے **اختیار** کیے گئے راستے کا اعتبار ہے، لہٰذا **کسی جگہ پہنچنے کے لیے متعدد راستے ہوں، تو جس راستے کو وہ اختیار کرے گا، اس کا اعتبار ہو گا۔**

پوچھی گئی صورت میں اگرچہ واپسی جس راستے سے ہو وہ بانوے کلو میٹر سے کم ہے، لیکن اس جگہ جاتے وقت کا راستہ بانوے کلو میٹر سے زیادہ کا تھا، لہٰذا اتنی مسافت پر جب کوئی شخص جائے گا، تو وہ مسافر کہلائے گا واضح رہے کہ جو فاصلہ لکھا گیا ہے اس میں گھر سے گھر کی پیمائش مراد نہیں ہوتی، بلکہ شہر کے بعد فنائے شہر سے لے کر جہاں جانا چاہتا ہے اس بستی یا شہر کی فناء تک کتنا فاصلہ بنتا ہے کہ اصل دار و مدار اس چیز پر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "تعتبر المدۃ من ای طریق اخذ فیہ "یعنی اسی راستے سے مدت کا اعتبار کیا جائے گا جس کو وہ اختیار کرے گا۔[1]

در مختار میں ہے: "ولو لموضع طریقان احدھما مدۃ السفر والآخر اقل، قصر فی الاول لا الثانی"

رد المحتار میں اس کے تحت مذکور ہے: "ای ولو کان اختار السلوک فیہ بلا غرض صحیح "یعنی اگر کسی جگہ پہنچنے کے لئے دو راستے ہوں ایک راستہ مدت سفر جتنا ہو اور دوسرا کم ہو، تو پہلے راستے سے جانے میں قصر کرے گا دوسرے راستے سے جانے میں قصر نہیں کرے گا، اگرچہ اس راستے سے جانے میں اس کی کوئی صحیح غرض نہ بھی ہو۔[2]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں۔ ایک سے مسافت سفر ہے دوسرے سے نہیں، تو جس راستہ سے یہ جائے

1... فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، صفحہ 153، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

2... در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 726، مطبوعہ کوئٹہ۔

گا اس کا اعتبار ہے، نزدیک والے راستے سے گیا تو مسافر نہیں اور دور والے سے گیا، تو ہے، اگرچہ اس راستہ کے اختیار کرنے میں اس کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں، ایک دریا کا دوسرا خشکی کا ان میں ایک دو دن کا ہے دوسرا تین دن کا، تین دن والے سے جائے، تو مسافر ہے ورنہ نہیں۔[1]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــ

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو الحسن جمیل احمد غوری عطاری

16 جمادی الاولی 1436ھ/08 مارچ 2015ء

---

1 ... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 741-742، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

قصر کے اَحکام

فتویٰ 33:

سفر شرعی کے دوران ضمنی قیام (دوست سے ملاقات کرنا) مسافر ہونے سے مانع نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کسی شہر میں امامت کرتا ہے جو کہ اس کا وطنِ اصلی نہیں ہے، اس نے اس شہر سے کسی دوسرے شہر شادی میں شرکت کے لئے جانا ہے اور اسی دن واپس بھی آنا ہے اور ان دونوں شہروں کے درمیان تقریباً 100 کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ اس کا شادی سے واپسی کے بعد اپنے امامت والے شہر میں تقریباً ایک ہفتہ رہنے کا ارادہ ہے، پھر ہفتے بعد اس نے اپنے وطن اصلی جانا ہے۔ اگر مذکورہ شخص شرعی مسافر ہونے سے بچنے کے لیے یہ حیلہ اپنائے کہ شادی پر جاتے ہوئے شہر سے تقریباً 20، 30 کلو میٹر کی مسافت پر ایک دوست کو بلالے اور چند منٹ اس سے ملاقات کر کے پھر دوسرے شہر چلا جائے، تاکہ مسلسل 92 کلو میٹر کا سفر نہ ہونے کی وجہ سے وہ مسافر شرعی نہ بنے اور اسے شادی سے واپسی کے بعد نمازوں میں قصر نہ کرنی پڑے۔ تو کیا اس حیلے کی وجہ سے شرعی سفر کا اتصال ٹوٹ جائے گا یا نہیں اور وہ دوسرے شہر آتے، جاتے اور وہاں قصر نماز ادا کرے گا یا مکمل نماز ادا کرے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سوال میں بیان کردہ حیلہ اپنانے کی وجہ سے مذکورہ شخص کے شرعی سفر کا اتصال نہیں ٹوٹے گا اور وہ شادی کے لیے دوسرے شہر آتے، جاتے اور وہاں پہنچنے پر قصر نماز ادا کرے گا، نیز شادی کے بعد جب سفر شرعی کر کے امامت والے شہر میں پہنچے گا، تو وہاں 15 دن سے کم ٹھہرنے

کا ارادہ ہونے کی وجہ سے ان ایام میں بھی نماز میں قصر کرے گا۔

مسئلہ کی تفصیل:

تفصیل اس میں یہ ہے کہ قوانینِ شرعیہ کے مطابق شرعاً مسافر وہ ہوتا ہے، جو شخص تین دن کی راہ (تقریباً 92 کلومیٹر) کے ارادے سے اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے نکل جائے، پھر اگر اس کا وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ ہو، تو وہاں بھی مسافر ہی رہے گا اور جب ایک دفعہ شرعی طور پر کوئی مسافر ہو جائے، تو اس پر مسافر ہونے کا اطلاق اس وقت تک رہتا ہے، جب تک وہ وطن اصلی میں نہ آجائے یا کسی موضعِ اقامت میں پندرہ یا اس سے زائد دن رہنے کی نیت نہ کر لے۔ دریافت کردہ صورت میں جبکہ اس شخص کا اصل مقصود دوسرے شہر (جو کہ مسافت شرعی پر واقع ہے) شادی میں جانا ہے اور راستے میں صرف بطور حیلہ دوست سے ملاقات کرنے کے لئے چند منٹ کے لئے ضمنی طور پر ٹھہرنا ہے، اس کے علاوہ وہاں کوئی کام نہیں، تو اس سے سفر شرعی کا اتصال نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ سفر شرعی کے دوران ضمنی طور پر قیام کرنا مسافر ہونے سے مانع نہیں ہوتا۔

امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:593ھ) "ہدایہ شریف" میں فرماتے ہیں: "ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما أو أكثر وإن نوى أقل من ذلك قصر، لأنه لا بد من اعتباره مدة، لأن السفر يجامعه اللبث فقدرناها بمدة الطهر" ترجمہ (مسافر ہونے کے بعد) مسافر ہونے کا حکم اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کر لے اور اس سے کم دن کسی مقام پر ٹھہرنے کی نیت کی، تو قصر کرے گا، کیونکہ مسافر ہونے یا نہ ہونے کے لئے مدت کا اعتبار ضروری ہے کہ سفر تھوڑے بہت ٹھہرنے پر مشتمل ہوتا ہی ہے، تو اسی لئے ہم نے (مسافر نہ ہونے کے لئے) مدتِ طہر کا اعتبار کیا ہے۔

اس کے تحت علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:855ھ) فرماتے ہیں: "أن المسافر، ربما يلبث في بعض المواضع لمصلحة له كانتظار الرفقة أو شراء السلعة فلا يعتبر ذلك، فلا بد من أن يقدر اللبث مدة" ترجمہ: مسافر عموماً سفر کے دوران بعض مقامات پر کسی مصلحت وضرورت کی بناپر ٹھہرتا ہی ہے، تو اس تھوڑے بہت ٹھہرنے کا اعتبار نہیں ہوتا، جیسا کہ دوستوں کے انتظار یا کسی سامان کی خریداری کے لئے رکنا وغیرہ، تو مسافر نہ ہونے کے لئے بقدرِ مدت ٹھہرنا ضروری ہے۔[1]

جد الممتار میں ہے: "فأما إذا لم يجتمع مدة سفر أو اجتمعت ولم يكن من قصده أول الخروج إلا بلد دون مدة سفر، ثم حدث القصد إلى آخر فالحكم واضح ايضاً (وهو عدم القصر) وكذلك إذا خرج ناويا مدة سفر وهو المقصود الاصلي، وله بعض حاجات في مواضع واقعة في البين، فالحكم ظاهر ايضاً وهو القصر، لأن العبرة بأصل المقصود وإنما الاشتباه فيما إذا خرج بمقاصد عديدة كلها مقصود بالذات، وفي أقصاها ما هو على مسيرة سفر، وخرج أولا متوجها إلى ما هو دونها، ثم توجه إلى آخر، ثم إلى الأقصى، فهل يعتبر أن من قصده حين الخروج الذهاب إلى ما هو على مسيرة سفر، وإن لم يكن حين خرج متوجها إليه وقاصدا له في الحال، بل قاصدا غيره؟ أم يلاحظ ما هو مقصوده في الحال فيتم، وظاهر إطلاق "البزازية" و"الفتح" هو الإتمام" ترجمہ: جب مسافت سفر نہ بنتی ہو یا بنتی ہو مگر اپنے علاقے سے نکلتے وقت مسافت سفر سے کم پر واقع شہر کا ارادہ ہو بعد میں دوسرے شہر (جو کہ مسافت سفر پر واقع ہو) وہاں جانے کا ارادہ بنے، تو ایسی صورت میں بھی حکم واضح ہے یعنی قصر نہ ہونا۔۔۔ایسے ہی اگر مدت سفر کی نیت سے نکلا جو کہ مقصود اصلی ہے مگر درمیان میں کچھ کام کرنے ہیں تب بھی حکم واضح ہے کہ قصر نماز پڑھنی ہے، کیونکہ اعتبار اصل مقصود کا ہے، اشتباہ صرف اس صورت میں ہے کہ متعدد مقاصد جو مقصود بالذات ہیں، ان کے ارادے سے گھر سے نکلا اور آخری مقصد مدت سفر پر واقع

---

1 ۔۔۔ البنایہ شرح الھدایہ، جلد 3، صفحہ 256، مطبوعہ ملتان۔

ہے اور پہلے مدت سفر سے کم پر گیا پھر دوسرے مقصد کی طرف متوجہ ہوا، تو کیا اس کا اعتبار ہو گا کہ نکلتے وقت اس کا ارادہ اس جگہ کا بھی تھا جو مدت سفر پر واقع ہے، اگرچہ نکلتے وقت وہاں نہیں جارہا تھا اور فی الحال وہاں جانے کا ارادہ نہ تھا، بلکہ دوسری جگہ کا ارادہ تھا یا فی الحال جو مقصود ہے وہاں کا لحاظ کرتے ہوئے پوری نماز کا حکم دیں گے ؟ بزازیہ اور فتح القدیر کے اطلاق سے ظاہر پوری نماز پڑھنا ہے۔[1]

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”**اگر اپنے مقام سے ساڑھے ستاون (۵۷.۱/۲) میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے، بیچ میں جانا مقصود نہیں** اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو، تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے، ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے، مقیم نہیں تو کم وبیش جتنی دور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا، جب تک پندرہ کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔[2]“

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ”آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو، تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں، **اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور موضع میں بھی وہ ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے۔**“[3]

فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے: ” زید کاشی پور کا باشندہ ہے اور بریلی شریف میں امامت کرتا ہے، جب اس کا پندرہ دن سے پہلے وطن واپسی کا ارادہ ہوتا ہے، تو وہ حکم قصر سے بچنے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے کہ وطن سے روانگی کے وقت ارادہ کرتا ہے کہ ردر پور رکوں گا ، پھر بریلی سفر کروں

1... جد الممتار، جلد 03، صفحہ 575، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔
2... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔
3... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 247، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

گارودر پور اتر کر وہ کسی متعلق سے ملاقات کرتا ہے۔ تقریبا ایک گھنٹہ وہاں ٹھہرتا ہے، پھر بریلی کے لئے روانہ ہوتا ہے، رودر پور مسافت سفر نہیں ہے۔ درحقیقت زید کو مقام مذکور میں کوئی کام نہیں ہے صرف حیلہ کے طور پر یہ کیا جاتا ہے کیا اس کا یہ حیلہ معتبر ہے اور وہ بریلی آنے پر مسافر قرار نہیں پائے گا؟ معلوم رہے کہ رودر پور سے بریلی تک مسافت سفر نہیں۔ الجواب: **"صورت مذکورہ میں زید کا حیلہ معتبر نہیں راستہ میں اور بریلی شریف پہنچنے پر وہ مسافر ہی ہو گا اس لئے کہ رودر پور ٹھہرنے کی نیت اس کی ضمنی طور پر ہے اصل ارادہ اس کا بریلی ہی جانے کا ہے اور ضمناً کہیں ٹھہرنے کی نیت سے سفر منقطع نہیں ہو گا۔"**[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

20 جمادی الاول 1444ھ/15 دسمبر 2022ء

فتویٰ 34:

شرعی سفر میں کتنی دیر ٹھہرنا سفر کو منقطع کر دے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر بننے کے لئے تین دن کے متصل سفر کی قید لگائی جاتی ہے، جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: "یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کی راہ کے سفر کا متصل ارادہ ہو اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے، وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا، تو یہ تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا، مسافر نہ ہوا۔"

پوچھنا یہ ہے کہ سفر کے اتصال میں رکاوٹ بننے والے جس کام کا ذکر کیا جارہا ہے، اس سے کتنی دیر کا ٹھہرنا، مراد ہے؟ ایک عالم صاحب سے سنا ہے کہ ایک پوری رات مراد ہے یعنی اگر

---

1 ... فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 222، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور۔

پوری رات ٹھہرنے، پھر آگے سفر کا ارادہ ہے، تو یہ سفر کو منقطع کرے گا اور اگر رات ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، بلکہ گھنٹہ دو گھنٹہ یا چاہے چھے گھنٹہ ہی کیوں نہ رکنا ہو، یہ سفر کو منقطع نہیں کرے گا اور بندہ مسافر ہی رہے گا۔ کیا یہ بات درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سفر شرعی کے لئے تین دن کی مسافت یعنی 92 کلو میٹر یا اس سے زائد متصل سفر کا ارادہ ہو، یہ ضروری ہے۔ متصل سفر سے مراد یہ ہے کہ دوران سفر جہاں رکنا ہو، وہ ضمناً ہو جیسے نماز پڑھنے، کھانے پینے، آرام کرنے وغیرہ ایسے کاموں کے لئے رکنا ہو، جس کی عموماً سفر میں ضرورت پڑتی ہے اور اس ضمناً رکنے کا فقہائے کرام نے کوئی مخصوص وقت مقرر نہیں فرمایا کہ اتنا ہو یا اتنا ہو، بلکہ اسے مطلق رکھا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ رکنے کے اس وقت کی کوئی حد بندی نہیں ہے، یہ رکنا گھنٹہ دو گھنٹہ بھی ہو سکتا ہے اور پورا دن یا پوری رات بھی ہو سکتا ہے اور اس سے سفر پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ فقہاء کے اطلاق کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تین دن کی مسافت کے سفر میں فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق ہر وقت سفر کرنا یعنی چلتے رہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ سال کے سب سے چھوٹے دن کے حساب سے دن کا اکثر حصہ سفر ضروری ہے، جس کا واضح مطلب ہے باقی وقت جس میں رات بھی شامل ہے، اس میں ٹھہرا جا سکتا ہے اور یہ سفر کے منافی نہیں ہے، اسی وجہ سے قدیم زمانوں میں جب اونٹوں، گھوڑوں وغیرہ پر سفر ہوتا تھا، وہ مسلسل جاری نہیں رہتا تھا، بلکہ جانوروں اور اپنے آرام وغیرہ مختلف ضرورتوں کی بنیاد پر دن کا معتد بہ اور اکثر حصہ سفر کرنے کے بعد پڑاؤ کیا جاتا تھا، جس میں پوری پوری رات پڑاؤ بھی ہو جاتا تھا۔

یہ تفصیل ضمناً رکنے کی ہے۔ رکنا اگر بالقصد ہو یعنی یکمشت سفر کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ سفر کئی حصوں میں تقسیم ہے کہ پہلے ایک جگہ جانا ہے، وہاں کچھ کام ہے وہ نمٹا کر آگے جانا ہے، تو

یہ رکنا چاہے کم وقت کے لئے ہو مثلاً: صرف آدھے گھنٹے کا کام ہو، وہ کر کے آگے جانا ہے تو یہ سفر کو منقطع کر دے گا۔ اس پر دلیل بھی فقہائے کرام کا اطلاق ہے کہ وہ اس رکنے کو کسی مخصوص وقت کے ساتھ مقید نہیں کرتے، لہٰذا آدمی مجموعی طور پر اگرچہ مسافت شرعی یعنی 92 کلو میٹر کے سفر پر جارہا ہو، مگر بیچ میں بالقصد کام کے لئے بھی کسی جگہ رکنا ہے اور یہ جگہ مسافت شرعی یعنی 92 کلو میٹر سے کم ہے تو وہ مسافر نہیں ہوگا اور پوری نماز پڑھے گا۔ اس کی ایک مثال مختلف شہروں میں مال سپلائی کرنے کے لئے جانے والے سیلز مین کے سفر کی ہے کہ عموماً وہ روزانہ کی بنیاد پر گاڑی پر مال لوڈ کر کے مختلف شہروں میں مال سپلائی کرنے کے لئے جاتے ہیں اور بسا اوقات ایک ہی دن میں دو دو سو کلو میٹر بھی سفر کر جاتے ہیں، مگر ان کی نیت یکمشت سفر کی نہیں ہوتی، بلکہ شروع سے ہی مختلف شہروں میں جانے اور مال سپلائی کرنے کی نیت ہوتی ہے، یوں ان کا سفر مقصوداً کئی حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اور اکثر باہم ان شہروں کی مسافت 92 کلو میٹر سے کم ہی ہوتی ہے، لہٰذا یہ مسافر شرعی نہیں بنتے۔ سوال میں مذکور بہار شریعت کے جزئیہ میں جس رکنے اور کام کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ سفر کو منقطع کر دے گا، اس سے مراد یہی بالقصد رکنے والی صورت ہے۔

الغرض رات بھر رکنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جسے مطلقاً قاطع سفر (سفر کو ختم کرنے والا) قرار دیں، بلکہ اصل مدار رکنے کے ضمنی یا قصدی ہونے پر ہے، رکنا اگر ضمنی ہے تو چاہے رات بھر ہو یا اس سے زائد، وہ سفر کو ختم نہیں کرے گا اور رکنا اگر قصدی ہے تو چاہے رات سے کم ہو، سفر کے منافی ہوگا۔

تین دن کے سفر سے مراد ہر وقت سفر یعنی چلتے رہنا شرط نہیں ہے، بلکہ دن کا اکثر حصہ مراد ہے، لہٰذا رات بھر کا پڑاؤ سفر کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے: "ولا یشترط سفر

کل یوم إلی اللیل "اور ہر دن رات تک سفر کرنا شرط نہیں ہے۔[1]

ردالمحتار میں ہے:"قوله:(ولا يشترط إلخ) إذ لا بد للمسافر من النزول للأكل والشرب والصلاة **ولأكثر النهار حكم كله**"شارح رحمۃ اللہ علیہ کا **قول**:(اور شرط نہیں ہے۔الخ)کیونکہ مسافر کے لئے کھانے، پینے اور نماز کے لئے اترنا ضروری ہے اور دن کا اکثر حصہ چلنا پورے دن چلنے کے حکم میں ہے۔[2]

بہار شریعت میں ہے:" دن سے مراد سال کا سب میں چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے، نماز اور دیگر ضروریات کے لیے ٹھہرنا، تو ضرور ہی ہے، بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے، مثلاً: شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یونہی کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں، بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سُست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لیے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رُکی ہو نہ تیز۔[3]

ضمناً رکنا منافی سفر نہیں اور قصداً رُکنا یعنی سفر کا یکمشت نہ ہونا بلکہ حصوں میں تقسیم ہونا منافی سفر ہے، چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں :

" فأما إذا لم يجتمع مدة سفر أو اجتمعت ولم يكن من قصده أول الخروج إلا بلد دون مدة سفر، ثم حدث القصد إلى آخر فالحكم واضح أيضا (وهو عدم القصر) و كذلك إذا خرج ناويا مدة

1.... درمختار مع ردالمحتار، جلد02، صفحہ 724، مطبوعہ کوئٹہ۔

2.... ردالمحتار، جلد02، صفحہ 724، مطبوعہ کوئٹہ۔

3.... بہار شریعت، جلد1، صفحہ740، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

سفر، وهو المقصود الاصلي وله بعض حاجات في مواضع واقعة في البين، فالحكم ظاهر أيضا وهو القصر، لأن العبرة بأصل المقصود وإنما الاشتباه فيما إذا خرج بمقاصد عديدة كلها مقصود بالذات، وفي أقصاها ما هو على مسيرة سفر، وخرج أولا متوجها إلى ما هو دونها، ثم توجه إلى آخر، ثم إلى الأقصى، فهل يعتبر أن من قصده حين الخروج الذهاب إلى ما هو على مسيرة سفر، وإن لم يكن حين خرج متوجها إليه وقاصدا له في الحال، بل قاصدا غيره؟ أم يلاحظ ما هو مقصوده في الحال فيتم، وظاهر إطلاق "البزازية" و"الفتح" هو الإتمام"جب مسافت سفر نہ بنتی ہو یا بنتی ہو مگر اپنے علاقے سے نکلتے وقت مسافت سفر سے کم پر واقع شہر کا ارادہ ہو بعد میں دوسرے شہر (جو کہ مسافت سفر پر واقع ہو وہاں جانے کا ارادہ بنے، تو ایسی صورت میں بھی حکم واضح ہے یعنی قصر نہ ہونا ایسے ہی اگر مدت سفر کی نیت سے نکلا مگر درمیان میں کچھ کام کرنے ہیں تب بھی حکم واضح ہے کہ قصر نماز پڑھنی ہے، کیونکہ اعتبار اصل مقصود کا ہے، اشتباہ صرف اس صورت میں ہے کہ متعدد مقاصد جو مقصود بالذات ہیں ان کے ارادے سے گھر سے نکلا اور آخری مقصد مدت سفر پر واقع ہے اور پہلے مدت سفر سے کم پر گیا پھر دوسرے مقصد کی طرف متوجہ ہوا، تو کیا اس کا اعتبار ہوگا کہ نکلتے وقت اس کا ارادہ اس جگہ کا بھی تھا جو مدت سفر پر واقع ہے، اگرچہ نکلتے وقت وہاں نہیں جارہا تھا اور فی الحال وہاں جانے کا ارادہ نہ تھا، بلکہ دوسری جگہ کا ارادہ تھا یا فی الحال جو مقصود ہے وہاں کا لحاظ کرتے ہوئے پوری نماز کا حکم دیں گے۔ بزازیہ اور فتح القدیر کے اطلاق سے ظاہر پوری نماز پڑھنا ہے۔[1]

سفر میں رکنا جہاں مقصود ہو، چاہے کتنا ہی کم ہو، قاطع سفر ہوگا، اور اگر ضمناً ہو تو قاطع سفر نہیں ہوگا، علماء کا اطلاق اس پر دلیل ہے۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"اگر اپنے مقام سے ساڑھے ستاون (۵۷.۱/۲) میل کے فاصلے پر**

---

1 ... جد الممتار، جلد 03، صفحہ 575، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو، تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے ،ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو کم وبیش جتنی دور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا جب تک پندرہ کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے ۔"[1]

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں:"جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کوس کے ارادے پر جائے **کبھی مسافر نہ ہو گا ہمیشہ پوری نماز پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوس یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی نہ بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹکڑے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل**، وعلی ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوا کہ ایک لخت ارادہ ۵۷ میل کا نہ ہوا، ہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو، وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے۔"[2]

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا کہ زید کے وطن سے ایک مقام تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوئی، تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں:"ہے جبکہ قصداً دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اس راہ میں بیس کوس پر ایک شہر ہے، ارادہ یوں کیا

1.... فتاوی رضویہ جلد 8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

2.... فتاوی رضویہ، جلد 08، صفحہ 268، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

کہ پہلے وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے، جاؤں گا یوں چالیس کوس ہو جائیں گے تو قصر نہیں، مکان سے بیس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگر چہ وہاں سے دوسرا مقصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے۔"[1]

مذکورہ بالا جزئیات سے واضح ہے کہ سفر کے دوران رکنا جب مقصود ہو گا، وہ علی الاطلاق قاطع سفر ہو گا اور اس میں تھوڑا، زیادہ رکنے کی تفصیل نہیں ہو گی، کیونکہ وقت کے تھوڑا زیادہ ہونے کے اعتبار سے اگر کوئی تفصیل ہوتی تو اسے بھی ضرور بیان کیا جاتا اور فقط "**وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں** "وغیرہ کلمات نہ بولے جاتے۔

ضمنی طور پر رکنا چاہے طویل ہو، منافی سفر نہیں، اطلاق وغیرہ دلائل کے علاوہ الحمدللہ اس پر صریح دلیل بھی مل گئی۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو، تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں، **اگر چہ راہ میں ضمنی طور پر اور مواضع میں بھی وہ ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے۔**"[2]

مذکورہ بالا جزئیہ کے خط کشیدہ الفاظ ہمارے مدعا پر صریح دلیل ہیں کہ رکنا اگر ضمناً ہو تو قاطع سفر نہیں، چاہے یہ رکنا طویل ہو، رات بھر یا اس سے زائد ہو، کیونکہ اس جزئیہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ **نے ضمنی طور پر ایک روز ٹھہرنے کو منافی سفر شمار نہیں کیا۔**

تنبیہ: مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ تحقق سفر اور آدمی کے مسافر بننے کے اعتبار سے رات گزارنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مطلقاً سفر کو منقطع کرے، اصل مدار رکنے کے قصدی یا

---

1 ... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 254، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

2 ... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 247، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

ضمنی ہونے پر ہے، ہاں اگر سفر متحقق ہو چکا ہو اور بندہ پر سفر کے احکام جاری ہو چکے ہوں اور اب وہ کسی جگہ مقیم ہونا چاہتا ہو، تو ضروری ہے کہ کسی ایک مقام (شہر یا بستی وغیرہ) میں پوری پندرہ راتیں مسلسل گزارنے کی نیت کرے، دن میں چاہے کام کاج کے لئے کہیں جانا بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، اس طرح آدمی مقیم کہلائے گا اور پوری نماز پڑھے گا اور اگر مسلسل پندرہ راتیں ایک مقام میں نہ گزارنی ہوں، بلکہ ایک رات کسی دوسرے شہر یا بستی وغیرہ میں بھی گزارنی ہو تو یہ دوسرا مقام چاہے پہلے مقام سے قریب ہی کیوں نہ ہو، آدمی مقیم نہیں ہو گا جیسے ایک آدمی کراچی سے حیدر آباد گیا اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ چودہ راتیں حیدر آباد اور ایک رات کوٹری میں رہوں گا، تو کوٹری اگرچہ حیدر آباد سے بہت تھوڑے فاصلے پر واقع ہے، مگر اقامت کی شرط کسی ایک مقام میں مسلسل پوری پندرہ راتیں گزارنا نہ پایا گیا، لہٰذا وہ مقیم نہیں ہو گا۔

یہ مسئلہ ایسا ہے، جس میں رات کا مطلقاً عمل دخل ہے۔ جن عالم صاحب کا سوال میں ذکر ہوا، ہو سکتا ہے انہوں نے اس دوسرے مسئلہ میں رات کے معتبر ہونے والی بات کو پہلے مسئلہ کے لئے بھی معتبر سمجھ لیا ہو، حالانکہ یہ درست نہیں ہے اور اب فتویٰ میں رات کہاں معتبر ہے اور کہاں معتبر نہیں ہے، اس کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"و لو نوی الاقامة خمسة عشر یوماً بقریتین ، النهار فی احداهما و اللیل فی الاخری یصیر مقیماً اذا دخل التی نوی البیتوتة فیها هکذا فی محیط السرخسی "اگر دو بستیوں میں پندرہ دن اقامت کی نیت کی، ان دونوں میں ایک میں دن گزارنے اور دوسری میں رات بسر کرنے کی نیت تھی، تو اس بستی میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا جس میں رات گزارنے کی نیت کی تھی۔ ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔[1]

بحر الرائق میں ہے : " لو نوی الاقامة بمکة خمسة عشر یوماً فانه لا یتم الصلاة لان

---

1 .... عالمگیری، جلد 1، صفحہ 154، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بروت۔

الاقامة لا تكون في مكانين اذ لو جازت في مكانين لجازت في اماكن فيؤدي الى ان السفر لا يتحقق لان اقامة المسافر في المراحل لو جمعت كانت خمسة عشر يوماً او اكثر **الا اذا نوى ان يقيم بالليل في احدهما فيصير مقيماً بدخوله فيه لان اقامة المرء تضاف الى مبيته يقال فلان يسكن في حارة كذا وان كان بالنهار في الاسواق ثم بالخروج الى الموضع الآخر لا يصير مسافراً** "اگر مکہ میں پندرہ روز اقامت کی نیت کی، تو وہ پوری نماز نہیں پڑھے گا، اس لئے کہ اقامت دو جگہوں میں نہیں ہوتی، کیونکہ اگر اقامت دو جگہوں پر جائز ہو گی، تو متعدد جگہوں پر بھی جائز ہو جائے گی، پھر یہ بات اس طرف لے جائے گی کہ سفر ہی متحقق نہ ہو، اس لئے کہ سفر کے مراحل میں مسافر کی اقامت ہوتی ہے اگر ان کو جمع کر لیا جائے، تو یہ پندرہ یا اس سے زیادہ دن بن جاتے ہیں۔ **ہاں جب وہ دونوں جگہوں میں سے ایک میں رات میں قیام کی نیت کرے، تو وہ اس جگہ میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا، اس لئے کہ آدمی کی اقامت کی نسبت اس کے رات بسر کرنے کی جگہ کی طرف ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں اس محلے میں رہتا ہے اگرچہ وہ دن میں بازاروں میں ہوتا ہے پھر دوسری جگہ کی طرف نکلنے سے وہ مسافر نہیں ہو گا۔**[1]

مقیم ہونے کے لئے پندرہ راتیں مسلسل ایک جگہ پر گزارنے کی نیت ضروری ہے اگرچہ دن کسی دوسری جگہ پر گزارے۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اقول: الحق ان التوالي شرط فانه لو نوى ان يقيم هاهنا اسبوعاً في اول كل شهر لا يكون مقيماً هاهنا ابداً و الخروج قسمان: احدهما: الخروج نهاراً او ليلاً الى موضع آخر مع المبيت هاهنا، فهذا لا يقطع التوالي و **الآخر: الخروج الى موضع آخر للمبيت فيه و لو ليلة، فهذا الذي يقطع التوالي**۔ ملتقطاً" میں کہتا ہوں: حق یہ ہے کہ تسلسل شرط ہے۔ اگر نیت کرے کہ ہر مہینے کی ابتدا میں ایک ہفتہ یہاں مقیم رہے گا۔ وہ کبھی بھی یہاں مقیم نہیں ہو گا۔ خروج (نکلنے) کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم: دن یا رات میں دوسری جگہ کی طرف اس نیت کے ساتھ

---

1 .... بحر الرائق، جلد 2، صفحہ 232، مطبوعہ کوئٹہ۔

نکلنا کہ رات یہیں گزارے گا، تو یہ تسلسل کو منقطع نہیں کرے گا۔ دوسری قسم: دوسری جگہ کی طرف نکلنا اس میں رات گزارنے کے لئے اگرچہ ایک ہی رات ہو، یہ تسلسل کو منقطع کر دے گا۔[1]

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت الٰہ آباد میں کرلی ہے، تو اب الٰہ آباد وطنِ اقامت ہو گیا۔ نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر، بلکہ ہر روز الٰہ آباد سے کہیں تھوڑی دور یعنی چھتیس کوس سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو، جبکہ نیت کرتے وقت اس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہو گی مثلاً الٰہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہو گا، تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الٰہ آباد کے ضلع میں بلکہ اس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا، تو اقامت صحیح ہو گئی نماز پوری پڑھی جائے گی، جبکہ وہ دوسری جگہ الٰہ آباد سے چھتیس کوس یعنی ستاون اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو۔ ملخصًا"[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

26 ربیع الثانی 1445ھ/11 نومبر 2023ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

1... جد الممتار، جلد 3، صفحہ 566-567، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ: کراچی۔

2... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 251، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

فتوی 35:

قصر اور پوری نماز پڑھنے میں کون سے وقت کا اعتبار ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا گھر سرگودھا ہے۔ مجھے کاروباری سلسلے کی وجہ سے لاہور جانا پڑتا ہے، کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ میں جب لاہور کے لیے سرگودھا سے نکلتا ہوں، تو نکلتے نکلتے عشاء کا وقت شروع ہو چکا ہوتا ہے، کئی مرتبہ میں نماز پڑھے بغیر لاہور روانہ ہو جاتا ہوں اور وہاں جاکر نماز ادا کرتا ہوں۔ اس نماز کے متعلق مجھے تشویش ہے کہ میں یہ نماز دو رکعت ادا کروں گا یا مکمل، کیونکہ جب نماز کا وقت شروع ہوا تھا، تو میں مقیم تھا، پھر میں مسافر ہو گیا، کیونکہ وہاں جاکر مجھے صرف دو تین دن ہی رہنا ہوتا ہے۔ برائے کرم شریعت اسلامیہ کی روشنی میں میری رہنمائی کی جائے کہ میں عشاء مکمل پڑھوں گا یا قصر؟ سرگودھا سے لاہور کا فاصلہ ڈیڑھ سو کلو میٹر سے زائد ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں آپ یہ نماز قصر ادا کریں گے، کیونکہ سفر میں دو رکعت یا چار رکعت پڑھنے کے معاملے میں اس وقت کا اعتبار ہوتا ہے، جس وقت میں وہ نماز ادا کر رہا ہے کہ وہ مسافر ہے یا مقیم؟ مسافر ہونے کی صورت میں فرضوں کی چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھی جاتی ہیں اور مقیم ہونے کی صورت میں چار رکعت ادا کی جاتی ہے۔ معاذاللہ عزوجل! نماز قضا ہو جائے، تو پھر آخری وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ پوچھی گئی صورت میں آپ بھی جب نماز ادا کرتے ہیں، تو مسافر ہوتے ہیں اس لیے آپ فرضوں کی چار رکعت کے بجائے دو رکعت ہی ادا کریں گے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"(والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت فان کان) المکلف (فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع)۔ ملخصاً"یعنی فرض تبدیل ہونے کے لئے آخری وقت کا اعتبار کیا جاتا، لہٰذا اگر مکلف آخری وقت میں مسافر ہو، تو اس پر دو رکعت پڑھنا واجب ہے، ورنہ چار رکعت پڑھنا لازم ہے۔[1]

" والمعتبر فی تغییر الفرض " کے تحت ردالمحتار میں ہے:"ای من قصر الی اتمام و بالعکس "یعنی قصر سے مکمل نماز کی طرف اور مکمل نماز سے قصر کی طرف۔[2]

قصر اور مکمل نماز پڑھنے میں کس وقت کا اعتبار ہو گا؟ اس کے متعلق ردالمحتار میں ہے: " والحاصل ان السبب ھو الجزء الذی یتصل بہ الاداء او الجزء الاخیر ان لم یود قبلہ "یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ وقت کے جس حصے میں نماز ادا کی جائے، نماز کا اصل سبب وقت کا وہی جزو ہے یا پھر نماز قضا ہونے کی صورت میں آخری وقت نماز کا سبب ہے۔[3]

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:"اذا کان الرجل مقیما فی اول الوقت فلم یصل حتی سافر فی آخر الوقت کان علیہ صلاۃ سفر "یعنی اگر کوئی شخص نماز کے ابتدائی وقت میں مقیم ہو، اور وہ نماز پڑھے بغیر مسافر ہو جائے، تو اب اس پر مسافر والی نماز پڑھنا لازم ہے۔[4]

بہار شریعت میں ہے:"قصر اور پوری پڑھنے میں آخر وقت کا اعتبار ہے، جبکہ پڑھ نہ چکا ہو۔ فرض کرو کسی نے نماز نہ پڑھی تھی، اور وقت اتنا باقی رہ گیا ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ لے اب مسافر ہو گیا، تو قصر کرے اور مسافر تھا اس وقت اقامت کی نیت کی، تو چار پڑھے۔"[5]

1.... در مختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ738، مطبوعہ کوئٹہ۔
2.... ردالمحتار، جلد2، صفحہ738، مطبوعہ کوئٹہ۔
3.... ردالمحتار، جلد2، صفحہ738، مطبوعہ کوئٹہ۔
4.... فتاوی تاتارخانیہ، جلد1، صفحہ509، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
5.... بہار شریعت، جلد1، صفحہ749، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

13ربیع الثانی1441ھ11دسمبر2019ء

فتویٰ36:

وطن اصلی جاتے ہوئے راستے میں پوری نماز پڑھیں گے یا قصر؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں اپنے وطن اصلی سے تقریبا200کلو میٹر دور ایک شہر میں جاب کرتا ہوں اور مہینے بعد دو دن کے لئے گھر جاتا ہوں۔جب میں اپنے گھر جاتا ہوں تو وہاں پوری نماز پڑھتا ہوں، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ گھر جاتے ہوئے راستے میں پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس شخص کا92کلو میٹر یا اس سے زائد سفر کا ارادہ ہو، تو اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے نکلتے ہی وہ شرعی مسافر بن جائے گا، اس کے بعد جب تک وہ اپنے وطن اصلی میں داخل نہ ہو جائے یا کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے وہ مسافر ہی رہے گا اور اس دوران نمازوں میں قصر واجب ہو گی۔اس کے مطابق پوچھی گئی صورت میں آپ اپنی جاب والے شہر کی آبادی سے نکلتے ہی مسافر بن جائیں گے اور اپنے وطن اصلی کی آبادی میں داخل ہونے تک راستے بھر قصر نماز پڑھیں گے۔

کنز الدقائق میں ہے:"من جاوز بیوت مصرہ مریدا سیرا وسطا ثلاثۃ أیام فی برأو بحرأو جبل قصر الفرض الرباع حتی یدخل مصرہ أو ینوی إقامۃ نصف شھر ببلد أو قریۃ۔ملخصا"جو آدمی زمین، سمندر یا پہاڑوں کے راستے سے تین دن کے سفر کے ارادے سے اپنے شہر کے گھروں

یعنی آبادی سے درمیانی چال چلتے ہوئے گزر جائے وہ چار رکعت والی فرض نماز میں قصر کرے گا۔جب تک کہ وہ اپنے شہر میں نہ پہنچ جائے یا پھر کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن رہنے کی نیت نہ کرلے۔[1]

بحر الرائق میں ہے:"قوله:(من جاوز بيوت مصره الخ) بيان للموضع الذي يبتدا فيه القصر"ماتن رحمۃ اللہ علیہ کا قول:(جو شخص اپنے شہر کی آبادی سے نکل جائے۔الخ) یہ اس مقام کا بیان ہے جہاں سے قصر کی ابتدا ہو گی۔[2]

مراقی الفلاح میں ہے:"(يقصر حتى يدخل مصره)يعنى وطنه الاصلى (أو ينوى اقامة نصف شهر ببلد أو قرية)"مسافر قصر کرے گا یہاں تک کہ اپنے شہر یعنی اپنے وطن اصلی میں داخل ہو جائے یا کسی شہر یا گاؤں میں آدھا مہینا اقامت کی نیت کرلے۔[3]

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:" جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر کرے گا۔"[4]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

01جمادی الاولی1445ھ/16نومبر2023ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

1...کنزالدقائق، جلد02، صفحہ 225تا233، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...بحر الرائق شرح کنزالدقائق، ج02، صفحہ 225، مطبوعہ کوئٹہ۔

3...مراقی الفلاح، صفحہ 378، مطبوعہ دارالخیر الاسلامیہ بیروت۔

4...فتاوی رضویہ، جلد08، صفحہ 258، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور۔

فتوی:37

حالتِ سفر میں قضا ہونے والی نماز کیسے ادا کریں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کی کئی نمازیں حالت سفر میں قضا ہو گئی ہیں، اب وہ ان کو ادا کرنا چاہتا ہے، تو کیا دو رکعت ادا کرے گا یا چار رکعت؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید حالت سفر میں قضا ہونے والی نمازیں قصر طریقے ہی سے ادا کرے گا، کیونکہ قضا نماز جس حالت میں قضا ہوئی اسی طرح ادا کی جائے گی۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "یقضی المسافر فائتۃ الحضر الرباعیۃ اربعا ویقضی المقیم فائتۃ السفر رکعتین" یعنی مسافر، حالت اقامت میں قضا ہونے والی نماز چار رکعت ہی پڑھے گا اور مقیم، حالت سفر میں قضا ہونے والی نماز دو رکعت ہی پڑھے گا۔[1]

قضا نماز ادا کرنے کا اصول بیان کرتے ہوئے بدائع الصنائع میں ہے: " الاصل ان کل صلاۃ ثبت وجوبھا في الوقت وفاتت عن وقتھا انہ یعتبر في کیفیۃ قضائھا وقت الوجوب وتقضی علی الصفۃ التي فاتت عن وقتھا" یعنی ہر وہ نماز جو فرض ہوئی اور قضا ہو گئی، تو اس کی قضا ادا کرنے کے لیے اس وقت کا اعتبار ہے، جس وقت وہ قضا لازم ہوئی، اور جس کیفیت پر وہ قضا ہوئی اس طرح ادا کی جائے گی۔[2]

قضا نماز کے متعلق ہدایہ میں ہے: " انہ لا یتغیر بعد الوقت" یعنی قضاء نماز وقت کے

1...۔ ردالمحتار، جلد2، صفحہ650، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...۔ بدائع الصنائع، جلد2، صفحہ159، مطبوعہ کوئٹہ۔

بعد تبدیل نہیں ہوتی۔[1]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جو نماز جیسی فوت ہوئی اس کی قضا ویسی ہی پڑھی جائے گی، مثلاً سفر میں نماز قضا ہوئی، تو چار رکعت والی دو ہی پڑھی جائے گی، اگرچہ اقامت کی حالت میں پڑھے اور حالت اقامت میں فوت ہوئی، تو چار رکعت والی کی قضا چار رکعت ہے، اگرچہ سفر میں پڑھے۔“[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

15 جمادی الثانی 1436ھ/05 اپریل 2015ء

فتویٰ 38:

مسافر جان بوجھ کر قصر نہ کرے تو گنہگار ہو گا اور نماز بھی واجب الاعادہ ہو گی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر اگر نماز میں قصر نہ کرے پوری پڑھے، تو کتب فقہ میں فقط اتنا لکھا ہوتا ہے کہ اگر عمداً ایسا کیا ہے، تو گنہگار ہو گا۔ پوچھنا یہ ہے کہ فقط گنہگار ہو گا یا نماز واجب الاعادہ بھی ہو گی؟ اسی طرح بھول کر اگر اس نے قصر نہ کی ہو، تو اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر پر فرض نماز میں قصر کرنا یعنی چار رکعت والی نماز کو دو پڑھنا واجب ہے اور قوانین شرعیہ کے مطابق واجباتِ نماز میں سے کوئی واجب عمداً یعنی جان بوجھ کر چھوڑنے کی صورت میں

---

1 ... ہدایہ مع بنایہ، جلد 3، صفحہ 266، مطبوعہ ملتان۔

2 ... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 703، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

نمازی گنہگار ہوتا ہے اور نماز بھی واجب الاعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہوتی ہے اور سہواً یعنی بھولے سے واجب چھوڑنے کی صورت میں گناہ، تو نہیں ہوتا، البتہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، لہٰذا مسافر اگر نماز میں عمداً قصر نہ کرے، پوری پڑھے، تو اگر قعدہ اولیٰ بقدرِ تشہد کر چکا ہو تو مذکورہ بالا قانونِ شرعی کے مطابق عمداً ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہونے کے ساتھ ساتھ نماز بھی واجب الاعادہ ہوگی۔ یونہی مسافر اگر سہواً نماز میں قصر نہ کرے اور قعدہ اولیٰ بقدرِ تشہد کر چکا ہو، تو مذکورہ بالا قانونِ شرعی کے مطابق اس پر کوئی گناہ تو نہیں، البتہ آخر میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

نیز مسافر کے حق میں دو رکعت ہی پوری نماز ہے، اس وجہ سے دو رکعت پر قعدہ فرض ہے، لہٰذا عمداً یا سہواً قصر نہ کرنے کی صورت میں اگر قعدہ اولیٰ بھی نہ کیا، تو ترکِ فرض کی وجہ سے فرض باطل ہو جائیں گے اور یہ نماز نفل ہو جائے گی۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(صلی الفرض الرباعی رکعتین) وجوباً لقول ابن عباس: ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلاۃ المقیم أربعاً والمسافر رکعتین، ولذا عدل المصنف عن قولھم: قصر، لان الرکعتین لیستا قصراً حقیقۃً عندنا بل ھما تمام فرضہ“ مسافر چار رکعت والے فرض وجوبی طور پر دو پڑھے گا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی وجہ سے: بے شک اللہ تبارک و تعالی نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر مقیم کی نماز چار رکعتیں فرض فرمائیں اور مسافر کی نماز دو رکعتیں فرض فرمائیں اور اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء کے قول: ”مسافر قصر کرے گا“ سے عدول فرمایا، کیونکہ ہمارے نزدیک حقیقت کے اعتبار سے دو رکعتیں قصر نہیں ہیں، بلکہ وہ مسافر کا پورا فرض ہیں۔[1]

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(فلو أتم مسافر ان قعد فی) القعدۃ (الاولیٰ تم فرضہ و) لکنہ (أساء) لو عامداً لتأخیر السلام و ترک واجب القصر و واجب تکبیرۃ افتتاح النفل و

---

1 ... تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 726، مطبوعہ کوئٹہ۔

خلط النفل بالفرض وھذا لا یحل کما حررہ القھستانی بعد أن فسر "أساء" ب "أثم" واستحق النار" پس اگر مسافر نے پوری نماز پڑھی، تو اگر وہ پہلے قعدہ میں بیٹھ چکا ہو، تو اس کا فرض پورا ہو گیا لیکن وہ اساءت کا مرتکب ہوا اگر جان بوجھ کر کرنے والا ہو سلام میں تاخیر کرنے، قصر کے واجب اور نفل کے شروع کرنے کی تکبیر کو ترک کرنے اور نفل کو فرض کے ساتھ ملانے کی وجہ سے اور یہ حلال نہیں ہے، جیسا کہ اس کو قہستانی نے تحریر فرمایا ہے بعد اس کے کہ انہوں نے "وہ اساءت کا مرتکب ہو گا" کی تفسیر "وہ گنہگار ہو گا" اور آگ کا مستحق ہو گا، کے ساتھ کی ہے۔[1]

امداد الفتاح و مراقی الفلاح میں ہے، واللفظ للامداد: "(فاذا أتم الرباعیة و) الحال أنه (قعد القعود الاول) قدر التشهد (صحت صلاته) لوجود الفرض فی محله وهو الجلوس علی الرکعتین، و تصیر الأخریان نافلة له (مع الکراهة) لتأخیر الواجب وهو السلام عن محله ان کان متعمداً و ان کان ساهیاً یسجد للسهو (والا) أی: وان لم یکن قد جلس قدر التشهد علی رأس الرکعتین الاولیتین (فلا تصح) صلاته لترک فرض الجلوس فی محله و اختلاط الفرض بالنفل قبل اکماله" پس مسافر جب چار رکعت والی نماز پوری پڑھے اور حال یہ ہو کہ وہ پہلا قعدہ بقدرِ تشہد کر چکا ہو، تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی فرض کے اس کے محل میں پائے جانے کی وجہ سے اور وہ دو رکعتوں پر بیٹھنا ہے، اور دوسری دو رکعتیں اس کے لئے نفل ہو جائیں گی (لیکن نماز کی یہ صحت) کراہت کے ساتھ ہے، واجب کو اس کے محل سے مؤخر کر دینے کی وجہ سے اور وہ (واجب) سلام ہے، (کراہت کا یہ حکم اس وقت ہے کہ) اگر جان بوجھ کر وہ یہ کام کرنے والا ہو اور اگر بھولے سے کرنے والا ہو تو سجدۂ سہو کرے گا، وگرنہ یعنی اگر وہ پہلی دو رکعتوں پر تشہد کی بقدر نہ بیٹھا ہو، تو اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی، بیٹھنے کے فرض کو اس کے محل میں چھوڑنے اور فرض کو اس کے پورا کرنے سے پہلے نفل سے ملا دینے کی وجہ سے۔[2]

1...۔ تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد2، صفحہ 733-734، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...۔ امداد الفتاح، صفحہ 441، مطبوعہ مکتبہ امین۔

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جہلاً پوری پڑھی اس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔“(1)

بہار شریعت میں ہے: ”واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے، تو اس کی تلافی کے لئے سجدۂ سہو واجب ہے۔ قصداً واجب ترک کیا، تو سجدۂ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہو گا بلکہ اعادہ واجب ہے۔ ملخصاً“(2)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

15 محرم الحرام 1438ھ/17 اکتوبر 2016ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ 39:

مسافر 92 کلو میٹر سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلے تو مسافر نہیں رہتا، مقیم ہو جاتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا گھر چکوال میں ہے، عید کی چھٹیوں کے بعد بسلسلہ ملازمت لاہور جانے کے لئے شام تقریباً 5 بجے جب اڈے پر پہنچا، تو معلوم ہوا کہ سواریاں زیادہ ہونے کی وجہ سے ساری گاڑیاں وقت سے پہلے ہی چلی گئی ہیں، مزید معلومات کرنے پر معلوم ہوا کہ اب صبح ہی گاڑی ملے گی، لیکن میری کوشش تھی کہ میں آج ہی واپس اپنی ڈیوٹی پر پہنچ جاؤں، لہٰذا میں بلکسر انٹر چینج پر چلا گیا، جو تقریباً 25 کلو میٹر چکوال سے دور ہے، وہاں تقریباً 1 گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد بھی گاڑی نہ ملی، تو میں واپس چکوال اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ اس وقت تقریباً ساڑھے چھ ہو چکے تھے اور عصر کے وقت میں تقریباً آدھا گھنٹہ باقی تھا، اب اگر

1...فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

2...بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 708، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

میں چکوال جا کر نماز پڑھتا، تو قضا ہونے کا غالب گمان تھا اس لئے میں نے واپسی آتے ہوئے راستے میں عصر کی نماز دو رکعت ادا کی۔ جس پر میرا اور میرے دوست کا اختلاف ہو گیا، میرا کہنا تھا کہ میں مسافر ہوں اس لئے دو رکعت پڑھوں گا، جبکہ دوست کا کہنا تھا کہ آپ نے 92 کلو میٹر سفر نہیں کیا اس لئے آپ مقیم ہیں۔ اب پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اس صورت حال میں میرے لیے دو رکعت پڑھنا لازم تھا یا چار رکعت؟

بسمِ اللہ الرَّحمنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں آپ کا دو رکعت پڑھنا درست نہیں تھا، بلکہ آپ کی وہ نماز نہیں ہوئی، لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ آپ اس نماز کی قضا کریں، کیونکہ جب کوئی شخص شرعی سفر کی نیت سے اپنے شہر کی حدود سے نکل جائے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ نماز قصر کرے، لیکن اگر وہ 92 کلو میٹر کا سفر کرنے سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کر لے، تو اب وہ مسافر نہیں رہتا، بلکہ مقیم ہو جاتا ہے، اس لیے وہ چار رکعت ادا کرے گا۔

المحیط البرہانی میں ہے: ”المسافر إذا خرج من مصره مسافراً ثم بدا له أن يعود إلى مصره لحاجة وذلك قبل أن يسير مسيرة ثلاثة أيام صلى صلاة المقيمين في مكانه ذلك، وفي انصرافه إلى المصر“ یعنی مسافر جب سفر کرتے ہوئے اپنے شہر سے باہر نکل جائے، پھر اسے تین دن کی راہ کا سفر طے کرنے سے پہلے کسی کام کے لیے واپس اپنے شہر آنا پڑے، تو وہ اس جگہ پر اور وہاں سے واپس آتے ہوئے مقیم والی نماز پڑھے گا۔[1]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”إذا لم يسر ثلاثة أيام فعزم على الرجوع أو نوى الإقامة يصير مقيما“ یعنی جب کوئی شخص تین دن کی راہ نہ چلا ہو اور وہ واپسی کا ارادہ کر لے یا اقامت کی نیت کر

1 ... المحیط البرہانی، جلد 2، صفحہ 400، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی۔

لے، تو وہ مقیم ہو جائے گا۔[1]

ردالمحتار میں ہے: ”لو عزم علی الرجوع إلی بلده قبل سیره ثلاثة أیام علی قصد قطع السفر فإنه یتم “یعنی اگر کوئی شخص تین دن کی راہ چلنے سے پہلے ہی سفر ختم کرنے کی نیت سے واپسی کا ارادہ کرلے، تو وہ پوری نماز پڑھے گا۔[2]

بہار شریعت میں ہے: ”مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں پہنچ نہ جائے یا آبادی میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے، یہ اس وقت ہے جب تین دن کی راہ چل چکا ہو اور اگر تین منزل پہنچنے سے پیشتر واپسی کا ارادہ کر لیا، تو مسافر نہ رہا، اگرچہ جنگل میں ہو۔“[3]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

07شوال المکرم1438ھ/02جولائی2017ء

فتویٰ40:

شرعی مسافر نے نماز میں قصر نہیں کی، تو نماز کی مختلف صورتوں کے احکام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شرعی مسافر نے جان بوجھ کر یا بھولے سے نماز میں قصر نہ کی اور مکمل چار رکعتیں پڑھ دی، تو کیا نماز ہو جائے گی؟

1... فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ154، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

2... ردالمحتار، جلد2، صفحہ733، مطبوعہ کوئٹہ۔

3... بہار شریعت، جلد1، صفحہ744، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

بسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر پر واجب ہے کہ وہ چار رکعتی نماز کو دو رکعت ادا کرے، اگر پہلا قعدہ کر کے بھولے سے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور تیسری کے سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ گیا، تو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کرے۔

اور اگر جان بوجھ کر تیسری کے لیے کھڑا ہوا، تو اس پر بھی لازم ہے کہ واپس آئے اور نماز مکمل کرے اور سلام پھیرنے کے بعد اس کا اعادہ کرے۔

پھر اگر جان بوجھ کر تیسری کا سجدہ کر لیا، تو اب ایک اور رکعت ملا کر نماز مکمل کرے اور سلام کے بعد اس کا اعادہ اور توبہ کرنا واجب ہے۔

اور بھولے سے تیسری کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا، تو ایک رکعت اور ملا کر چار رکعتیں مکمل کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے، اگر سجدۂ سہو نہ کیا، تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔

اور اگر دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تھا، تو دونوں صورتوں میں فرض باطل ہو گئے، اس پر فرض ہے کہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔

مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ مسافر پر واجب ہے کہ وہ چار رکعت والی نماز کو دو رکعت ہی ادا کرے، اگر پہلا قعدہ جو کہ حقیقتاً اِس کی نماز کا آخری قعدہ ہے، کر کے بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور تیسری کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ گیا، تو اس پر واجب ہے کہ لوٹے اور سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کرے، کیونکہ اس نے سلام پھیرنے میں تاخیر کی ہے اور سلام پھیرنے میں تاخیر کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

اور اگر جان بوجھ کر تیسری کے لیے کھڑا ہو گیا، تو بھی اس پر واجب یہی ہے کہ لَوٹے اور بعدِ سلام اس نماز کا اعادہ کرے، کیونکہ اس نے جان بوجھ کر واجب کو ترک کرتے ہوئے سلام

کو مؤخر کیا ہے اور جان بوجھ کر واجب چھوڑا جائے، تو نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور سجدۂ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

اور اگر بھولے سے تیسری کا سجدہ کر لیا، تو اب ایک رکعت اور ملا لے تا کہ اس کی یہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر لے۔ اور قصداً ایسا کیا تو وہ بھی ایک رکعت ملا کر چار رکعت ادا کرے اور سلام کے بعد نماز کا اعادہ کرے۔ اس کی وجہ وہی ہے کہ بھولنے کی صورت میں واجب کو مؤخر کیا اور سجدۂ سہو سے اس کی تلافی ممکن ہے اور قصداً واجب ترک کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو سے تلافی نہیں ہو سکتی اور اگر پہلا قعدہ نہیں کیا تھا، تو جان بوجھ کر خواہ بھولے سے تیسری کا سجدہ کرتے ہی فرض قعدہ چھوڑنے کی وجہ سے فرض باطل ہو گئے اور یہ نماز نفل میں بدل گئی، اب یہ حکم ہے کہ ایک اور رکعت ملا کر چاروں رکعتوں کو بطور نفل مکمل کرے اور بعد میں فرض دوبارہ پڑھے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے: "عن یعلی بن أمیة قال: قلت لعمر بن الخطاب ﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِۚ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ فقد أمن الناس، فقال: عجبتُ مما عجبتَ منه فسألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذلك فقال: صدقة تصدق الله بها علیکم فاقبلوا صدقته" ترجمہ: یعلی بن امیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو، جبکہ تمہیں کافروں سے فتنے کا خوف ہو، اب تو امن قائم ہو چکا، فرمایا مجھے بھی اسی سے تعجب ہوا تھا جس سے تمہیں تعجب ہوا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے، تو تم اس کے صدقے کو قبول کرو۔"[1]

---

1 ... صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافرین، صفحہ 250، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

مختصر القدوری میں ہے: "وفرض المسافر عندنا في كل صلاة رباعية ركعتان لا تجوز له الزيادة عليهما فإن صلى أربعا وقد قعد في الثانية مقدار التشهد أجزأته ركعتان عن فرضه وكانت الأخريان له نافلة وإن لم يقعد مقدار التشهد في الركعتين الأوليين بطلت صلاته"

ترجمہ: ہمارے نزدیک مسافر کے لیے ہر چار رکعت والی نماز میں فرض ہی دو رکعتیں ہیں اور ان پر زیادتی کرنا، جائز نہیں، اور اگر چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری پر بقدرِ تشہد بیٹھا تھا، تو دو رکعتیں فرض ہوئی اور باقی دو نفل ہو جائیں گی اور اگر پہلی دو رکعتوں کے بعد بقدرِ تشہد نہیں بیٹھا تھا، تو اس کی نماز باطل ہو گئی۔[1]

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(فلو أتم مسافر إن قعد في) القعدة (الأولى تم فرضه و) **لكنه (أساء) لو عامدا لتأخير السلام** وترك واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض، وهذا لا يحل كما حرره القهستاني بعد أن فسر أساء بأثم واستحق النار (وما زاد نفل) كمصلي الفجر أربعا (وإن لم يقعد بطل فرضه) وصار الكل نفلا لترك القعدة"

ترجمہ: اگر مسافر نے نماز مکمل پڑھ لی اور قعدہ اُولیٰ کیا تھا، تو اس کے فرض مکمل ہو گئے، لیکن عمداً ہونے کی صورت میں وہ گنہگار ہوا، جس کی وجہ یہ ہے کہ سلام کو مؤخر کرنا، قصر کرنے والے واجب کو ترک کرنا، نفل نماز کی واجب تکبیرِ اولی چھوڑنا اور نفل کو فرض کے ساتھ ملانا حلال نہیں۔ جیسا کہ قہستانی نے "اساء" تحریر کرنے کے بعد گنہگار اور مستحقِ عذاب ہونے کے ساتھ اس کی تفسیر کو بیان کیا ہے۔ اور جو دو رکعتیں زائد ہیں وہ نفل ہیں جیسے فجر پڑھنے والا چار پڑھے (تو دو نفل ہو جاتے ہیں) اور اگر قعدہ اُولیٰ نہیں کیا، تو قعدہ چھوڑنے کی وجہ سے اس کے فرض باطل ہو گئے اور پوری رکعتیں نفل ہو گئیں۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: "قوله لتأخير السلام، مقتضى ما قدمه في سجود السهو أن يقول لتركه السلام فإنه ذكر أنه إذا صلى الخامسة بعد القعود الأخير يضم إليها

---

1 ... مختصر القدوری مع الجوھرۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، صفحہ 216، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

سادسة ويسجد للسهو لتركه السلام، وإن تذكر وعاد قبل أن يقيد الخامسة بسجدة يسجد للسهو لتأخيره السلام أي سلام الفرض ومسألتنا نظير الأولى لا الثانية أفاده الرحمتي، قلت: لكن ما هنا أظهر۔۔۔ثم إن ترك واجب القصر مستلزم لترك السلام وتكبيرة النفل وخلط النفل بالفرض وظاهر كلامه أنه يأثم بتركه زيادة على إثمه بهذه اللوازم "ترجمہ: ان کا قول سلام کو مؤخر کرنے کی وجہ سے، سجدۂ سہو میں جو گزرا، اس کا مقتضی یہ ہے کہ سلام ترک کرنے کی وجہ سے کہتے، کیونکہ وہاں یہ ذکر کیا ہے کہ جب قعدہ اخیرہ کے بعد پانچویں پڑھ لی، تو چھٹی رکعت بھی ملائے اور سلام چھوڑنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے اور اگر پانچویں کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آگیا، تو واپس آئے اور فرض سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے۔ اور ہمارا مسئلہ پہلے مسئلے کی نظیر ہے نہ کہ دوسرے مسئلے کی، علامہ رحمتی نے یہ افادہ فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں جو یہاں بیان کیا ہے وہ زیادہ ظاہر ہے، پھر قصر نہ کرنے کے واجب کو ترک کرنا سلام اور نفل کی تکبیرِ اُولیٰ ترک کرنے اور نفل کو فرض کے ساتھ ملانے کو مستلزم ہے اور ان کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ وہ اس گناہ کے ساتھ ساتھ مذکورہ لوازم کی وجہ سے زیادہ گنہگار ہو گا۔[1]

طحطاوی علی الدر میں سجدۂ سہو کے بیان میں اسی مسئلے کے تحت ہے: "واستفيد من التعليل ان العود واجب "ترجمہ: تعلیل سے مستفاد ہے کہ اس پر لوٹنا واجب ہے۔[2]

بحر الرائق میں ہے: "كل صلاة أديت مع ترك واجب وجبت إعادتها" ترجمہ: ہر وہ نماز جو واجب ترک کرنے کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔[3]

اسی میں اسے یوں بھی بیان کیا گیا ہے: "وبترك الواجب تثبت كراهة التحريم، وقد

1.... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، جلد2، صفحہ 733-734، مطبوعہ کوئٹہ۔

2.... طحطاوی علی الدر، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، جلد1، صفحہ 512، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

3.... بحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، جلد1، صفحہ 324، مطبوعہ کوئٹہ۔

قالوا کل صلاۃ أدیت مع کراھۃ التحریم یجب إعادتھا"ترجمہ: واجب ترک کرنے سے کراہتِ تحریمی ثابت ہوتی ہے اور فقہاء نے فرمایا ہے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے، اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔[1]

نور الایضاح میں ہے:"یجب سجدتان بتشھد و تسلیم لترک واجب سھوا وان تکرر، وان ترکہ عمدا اثم ووجب اعادۃ الصلاۃ لجبر نقصھا ولا یسجد فی العمد للسھو"ترجمہ: بھولے سے واجب ترک ہونے پر اگرچہ بھولنا بار بار ہو، تشہد اور سلام کے ساتھ دو سجدے کرنا واجب ہے اور اگر عمداً واجب کو ترک کیا، تو گنہگار ہوا اور نماز کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اس کا اعادہ واجب ہے اور عمداً واجب چھوڑا تو سجدۂ سہو نہیں کر سکتا۔[2]

امداد الفتاح میں ہے:"فاذا اتم الرباعیۃ والحال انہ قعد القعود الاول قدر التشھد صحت صلاتہ لوجود الفرض فی محلہ وھو الجلوس علی الرکعتین وتصیر الاخریان نافلۃ لہ مع الکراھۃ لتاخیر الواجب وھو السلام عن محلہ ان کان متعمدا، وان کان ساھیا یسجد للسھو"ترجمہ: جب مسافر نے چار رکعتی نماز کو مکمل ادا کیا اور پہلا قعدہ بقدرِ تشہد کر چکا ہے، تو اس کی نماز صحیح ہو گئی، کیونکہ دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا فرض تھا جو کہ پایا گیا اور آخری دو رکعتیں کراہت کے ساتھ نفل ہو گئیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ واجب یعنی سلام کو اس کے محل سے مؤخر کیا ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ قصداً چار پڑھی ہوں اور اگر بھولے سے ہو تو سجدۂ سہو کرے۔[3]

سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا"اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا، تو گنہگار ہو گا یا نہیں؟"

1... بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 546، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... نور الایضاح مع المراقی، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، صفحہ 408، مطبوعہ دار الخیر الاسلامیہ۔

3... امداد الفتاح، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، صفحہ 441، مطبوعہ مکتبہ امین۔

تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا:"بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہو گا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:" صدقة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقته" یہ قصر صدقہ ہے، اللہ تعالی نے تم پر صدقہ کیا ہے، تم اس کے صدقے کو قبول کرو۔ "[1]

سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:"جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جہلاً پڑھی اُس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔"[2]

بہار شریعت میں ہے: "مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور قصداً چار پڑھیں اور دو پر قعدہ کیا، تو فرض ادا ہو گئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوئیں مگر گنہگار و مستحق نار ہوا کہ واجب ترک کیا، لہٰذا توبہ کرے اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا، تو فرض ادا نہ ہوئے اور وہ نماز نفل ہو گئی۔"[3]

ایک اور مقام پر ہے " قصداً واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہو گا، بلکہ اعادہ واجب ہے۔ یو ہیں اگر سہواً واجب ترک ہوا اور سجدۂ سہو نہ کیا جب بھی اعادہ واجب ہے۔"[4]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

21ذو الحجۃ الحرام1437ھ/24ستمبر2016ء

1...فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 268، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔
2...فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور
3...بہار شریعت، جلد1، صفحہ 743، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی
4...بہار شریعت، جلد1، صفحہ 708، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی

فتوی 41:

12 ماہ کا مدنی قافلہ کرنے والوں کے سفر سے متعلق مختلف احکام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(1) بارہ ماہ میں سفر کرنے والے اسلامی بھائیوں کا سفر گھر سے شمار ہو گا یا تربیت گاہ سے؟ اس دوران یعنی گھر سے تربیت گاہ تک جو نمازیں پڑھیں گے ان کی قصر ہو گی یا نہیں؟

(2) تربیت گاہ سے جب مدنی قافلے سفر کرتے ہیں، تو عموماً 12 دن کے لئے سفر ہوتا ہے اور اگر 30 دن کا قافلہ ہو، تو بھی ایک شہر میں 15 دن قیام نہیں ہوتا، اس صورت میں نماز قصر ہو گی یا مکمل؟

(3) 12 ماہ والے اسلامی بھائی مدنی مرکز کے پابند ہوتے ہیں، خود سے قیام کی نیت نہیں کر سکتے، مدنی مرکز جب چاہے سفر پر روانہ فرمادے، اس صورت میں نمازیں پڑھنے کے حوالے سے ان کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سوالات کے جوابات سے پہلے کچھ باتیں ذہن نشین کر لیں:

ایک یہ کہ مسافر وہ ہوتا ہے جو اپنے گھر سے 92 کلو میٹر کے یکمشت سفر کی نیت سے اپنی بستی یا شہر سے نکل جائے۔

دوسری یہ کہ مسافر اگر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت نہیں کرتا، تو وہ وہاں اور راستے میں نماز قصر کرے گا۔

چنانچہ الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: ”ویصیر مسافرا إذا فارق بیوت المصر قاصدا

مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بسير الإبل ومشي الأقدام۔۔۔ولا يزال على حكم السفر حتى يدخل مصره أو ينوي الإقامة خمسة عشر يوما في مصر أو قرية" ترجمہ: آدمی اس وقت مسافر ہو گا کہ جب وہ اپنے شہر کے گھروں سے نکل جائے اور اس کا ارادہ اس جگہ جانے کا ہو کہ جو انسانی یا اونٹ کی چال کے اعتبار سے تین دن رات کی مسافت بنتی ہو اور آدمی جب تک اپنے شہر میں نہ داخل ہو جائے یا کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن تک رہنے کی نیت نہ کر لے اس وقت تک مسافر ہی رہے گا۔[1]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الاقامة في بلدة اوقرية خمسة عشر يوماًاو اكثر" ترجمہ: آدمی اس وقت تک مسافر رہے گا جب تک کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کر لے۔[2]

تیسری یہ کہ ایک جگہ اگر پندرہ دن رہنے کی نیت کر لی، تو وہ جگہ اس کے لئے وطن اقامت بن جائے گی اور وطن اقامت وہاں سے سفر شرعی کرنے یا کسی اور جگہ کو وطن اقامت بنانے یا وطن اصلی لوٹ جانے سے ہی باطل ہو گا۔

مراقی الفلاح میں ہے:"ويبطل وطن الإقامة بمثله و يبطل أيضابإنشاء السفر بعده وبالعود للوطن الأصلي" ترجمہ: وطنِ اقامت (جہاں مسافر نے پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی ہو) دوسرے وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے، یونہی اس کے بعد سفر کا آغاز کرنے سے یا اپنے وطن اصلی کی طرف لوٹنے سے بھی وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔[3]

چوتھی یہ کہ اگر کوئی شخص نیت کرنے میں مستقل نہیں ہے، بلکہ کسی کا تابع ہے تو وہ مسافر ہی رہے گا، اگرچہ پندرہ دن سے زائد رہنے کی نیت کر لے، جب تک کہ متبوع کی نیت کا پتہ

1۔۔۔ الاختیار لتعلیل المختار، جلد 1، صفحہ 265، مطبوعہ دار الرسالۃ العالمیۃ۔

2۔۔۔ فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 154، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

3۔۔۔ مراقی الفلاح، باب صلاۃ المسافر، صفحہ 381، مطبوعہ دار الخیر الاسلامیہ۔

نہ چلے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"وکل من کان تبعا لغیرہ یلزمہ طاعتہ یصیر مقیما بإقامتہ ومسافرا بنیتہ "ترجمہ:ہر وہ آدمی جو کسی غیر کے تابع ہے، تو اس کو اس کی اطاعت لازم ہے، اسی کی نیت سے مقیم ہو گا اور اسی کی نیت سے مسافر۔[1]

بہار شریعت میں ہے:"مسافر اگر اپنے ارادہ میں مستقل نہ ہو، تو پندرہ دن کی نیت سے مقیم نہ ہو گا، مثلاً: عورت جس کا مہر معجل شوہر کے ذمّہ باقی نہ ہو کہ شوہر کی تابع ہے اس کی اپنی نیت بیکار ہے اور غلام غیر مکاتب کہ اپنے مالک کا تابع ہے اور لشکری جس کو بیت المال یا بادشاہ کی طرف سے خوراک ملتی ہے کہ یہ اپنے سردار کا تابع ہے اور نوکر کہ یہ اپنے آقا کا تابع ہے اور قیدی کہ یہ قید کرنے والے کا تابع ہے اور جس مالدار پر تاوان لازم آیا اور شاگرد جس کو استاذ کے یہاں سے کھانا ملتا ہے کہ یہ اپنے استاذ کا تابع ہے اور نیک بیٹا اپنے باپ کا تابع ہے۔ان سب کی اپنی نیت بے کار ہے، بلکہ جن کے تابع ہیں ان کی نیتوں کا اعتبار ہے، ان کی نیت اقامت کی ہے، تو تابع بھی مقیم ہیں ان کی نیت اقامت کی نہیں، تو یہ بھی مسافر ہیں۔"[2]

اب آپ کے سوالوں کے جوابات بالترتیب یہ ہیں:

(1)بارہ ماہ میں سفر کرنے والے اسلامی بھائی کے گھر کی آبادی سے نکلنے اور تربیت گاہ کے درمیان 92 کلو میٹر کا فاصلہ ہے اوران کا یکمشت سفر کا ارادہ تھا، تو راستے میں نماز قصر ہی پڑھیں گے اور اگر تربیت گاہ میں 15 دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت نہیں ہے، تو یہاں بھی نماز قصر ہی پڑھیں گے اور اگر یہاں پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کا ارادہ ہے، تو مکمل نماز پڑھیں

1...۔ فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 155، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
2...۔ بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 745-746، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

گے۔

(2) یہ اسلامی بھائی اگر تربیت گاہ میں مسافر ہی تھے یا پھر مقیم تھے اور اب 92 کلو میٹر کے فاصلہ پر جائیں گے، تو نماز قصر ہی کریں گے۔ اور اگر تربیت گاہ میں وہ مقیم تھے اور جہاں سفر کیا ہے وہ جگہ 92 کلو میٹر سے کم فاصلے پر ہے اور قافلہ کا قیام 15 دن سے کم ہے، تو اس صورت میں یہ نماز مکمل ہی پڑھیں گے۔

(3) یہ اسلامی بھائی تربیت گاہ کے تابع ہیں ان سے پوچھ لیں اگر وہ کہتے ہیں کہ یہاں 15 دن رہنا ہے، تو مقیم ہیں ورنہ مسافر ہی رہیں گے، اگرچہ وہیں پندرہ دن سے زیادہ رکتے ہیں۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

15 ذو القعدۃ الحرام 1436ھ/31 اگست 2015ء

فتویٰ 42:

مسافر نے 92 کلو میٹر پر پہنچنے سے پہلے ہی ترکِ سفر کا ارادہ کر لیا تو کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص مسافت سفر (92 کلو میٹر یا اس سے زائد) کے ارادے سے شہر سے نکلتا ہے، مگر ابھی مسافتِ سفر سے کم فاصلہ (تقریباً 50 کلو میٹر) ہی طے کیا ہوتا ہے کہ ارادۂ سفر ملتوی ہو جاتا ہے اور شہر کی طرف واپس آتا ہے، تو اس صورت حال میں شہر پہنچنے سے پہلے قصر نماز پڑھے گا یا پوری؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر مسافر نے مسافتِ سفر پوری ہونے سے پہلے ترکِ سفر کا ارادہ کر لیا، تو واپسی پر پوری

نماز پڑھے گا۔

ردالمحتار میں ہے:”فاذا عزم علی ترک السفر قبل تمامه بطل بقاؤها علة لقبولها النقض قبل الاستحکام“ترجمہ:اگر مسافر نے مسافتِ سفر پوری ہونے سے پہلے ترکِ سفر کا ارادہ کرلیا، تو سفر ختم ہو جائے گا، کیونکہ یہ استحکام سے پہلے نقض کو قبول کرتا ہے۔[1]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:”هذا اذا سار ثلاثة ایام اما اذا لم یسر ثلاثة ایام فعزم علی الرجوع اونوی الاقامة یصیر مقیماً و ان کان فی المفازة“یہ (شہر یا بستی کی قید) اس صورت میں ہے کہ جب وہ تین دن چل چکا ہو، لیکن اگر تین دن کے بقدر نہیں چلا تھا کہ واپسی کا عزم کرلیا یا اقامت کی نیت کرلی، تو مقیم ہو جائے گا، اگرچہ بیابان میں ہو۔[2]

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:”اگر تین منزل پہنچنے سے پیشتر واپسی کا ارادہ کرلیا، تو مسافر نہ رہا اگرچہ جنگل میں ہو۔“[3]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــه

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

05ربیع الاول1432ھ/09فروری2011ء

فتوی 43:

مقیم نے عشا کی نماز قصر پڑھی، تراویح و وتر کے بعد مقیم ہونا یاد آیا تو کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ مسافر تھا اس نے مقیم ہونے کے بعد غلطی سے عشا کے فرض دو رکعت پڑھ لیے، تراویح اور وتر

1...ردالمحتار، جلد2، صفحہ728، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ 154، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

3...بہار شریعت، جلد1، صفحہ744، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

کی نماز بھی ادا کر لی، رات کو کافی دیر سے یاد آیا کہ میں، تو مقیم ہو چکا ہوں، اس لیے صرف فرض دوبارہ پڑھ لیے، اب سوال یہ ہے کہ تراویح اور وتر کا بھی اعادہ کرنا ہو گا یا نہیں؟

بسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حالتِ اقامت میں عشا کی نماز دو رکعت ادا کرنے، نیز تراویح اور وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ میں مقیم ہوں، تو اس صورت میں فرض دوبارہ پڑھنا ضروری ہے اور وقت کے اندر تراویح کی نماز بھی دوبارہ پڑھی جائے گی۔ وقت ختم ہو گیا تو اب تراویح کی نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ وتر ہو گئے، وہ دوبارہ نہیں پڑھے جائیں گے۔

تبیین الحقائق میں ہے: "لو تبین ان العشاء صلوھا بلا طھارۃ دون التراویح والوتر اعادوا التراویح مع العشاء دون الوتر" ترجمہ: اگر بعد میں پتہ چلا کہ عشا کے فرض بغیر طہارت ادا کیے تھے نہ کہ تراویح اور وتر، تو عشا کے ساتھ تراویح کی نماز کا اعادہ کریں نہ کہ وتر کا۔[1]

عالمگیری میں ہے: "لو تبین ان العشاء صلاھا بلا طھارۃ دون التراویح والوتر اعاد التراویح مع العشاء دون الوتر۔۔۔ اما اعادۃ التراویح وسائر سنن العشاء فمتفق علیھا اذا کان الوقت باقیا" ترجمہ: اگر بعد میں پتہ چلا کہ عشا کے فرض بغیر طہارت ادا کیے تھے نہ کہ تراویح اور وتر تو عشاء کے ساتھ تراویح کی نماز کا اعادہ کریں نہ کہ وتر کا۔۔۔ بہر حال تراویح اور عشاء کی تمام سنتوں کے وقت باقی ہونے کی صورت میں دوبارہ پڑھنے پر اتفاق ہے۔[2]

بہار شریعت میں ہے: "اگر بعد میں معلوم ہوا کہ نماز عشاء بغیر طہارت پڑھی تھی اور تراویح و وتر طہارت کے ساتھ تو عشاء و تراویح پھر پڑھے، وتر ہو گیا۔"[3]

1... تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، جلد 1، صفحہ 444، مطبوعہ مکتبہ محمدیہ آباسین روڈ چمن۔

2... عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب النوافل، فصل فی التراویح، جلد 1، صفحہ 128، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

3... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 689، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

17رمضان المبارک1437ھ/23جون2016ء

فتویٰ44:

ناجائز کام کے لیے شرعی سفر کرنے والے پر بھی سفر کے اَحکام ہوں گے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی ناجائز کام کے ارادے سے شرعی سفر کرے، تو کیا وہ بھی شرعی مسافر کہلائے گا اور قصر نماز ادا کرے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

قوانین شرعیہ کے مطابق شرعی مسافر چاہے کسی جائز کام کے لیے سفر کر رہا ہو یا ناجائز کام کے لیے، اس پر قصر یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھنا واجب ہے کہ اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص معاذ اللہ عزوجل کسی ناجائز کام کے ارادے سے شرعی سفر کرے، تو وہ بھی شرعی مسافر ہی کہلائے گا اور قصر نماز ادا کرے گا۔

البتہ ناجائز کام کے لئے سفر سے باز آنا چاہیے، اگر ایسا پکا ارادہ کر لیا تھا، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ بھی کرنی ہوگی کہ گناہ کا پکا ارادہ بھی گناہ ہے اور اس پر پکڑ ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(صلی الفرض الرباعي ركعتين) وجوبا (ولو) كان (عاصيا بسفره) ملخصاً“ مسافر چار رکعت والی نماز کو دو پڑھے گا اور یہ دو پڑھنا واجب ہے، اگرچہ وہ ناجائز سفر کے لیے نکلا ہو۔[1]

---

1 ... تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 1، صفحہ 726،727، مطبوعہ کوئٹہ۔

رد المحتار میں ہے:" قوله:(ولو كان عاصيا بسفره) أي بسبب سفره بأن كان مبنى سفره على المعصية كما لو سافر لقطع طريق مثلاً "یعنی سفر کے سبب اس طرح کہ سفر کی بنیاد معصیت پر ہو جیسا کہ اگر وہ ڈاکا مارنے کے لیے سفر کرے۔[1]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"القصر ثابت فی حق کل مسافر سفر الطاعة والمعصية فی ذلک سواء کذا فی المحيط، وکذا الراکب والماشی هکذا فی التهذيب "قصر ہر مسافر کے حق میں ثابت ہے، طاعت اور معصیت کا سفر اس میں برابر ہے، محیط میں اسی طرح ہے، اور سوار اور پیدل بھی برابر ہے، تہذیب میں اسی طرح ہے۔[2]

بہار شریعت میں ہے:"مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے۔۔۔ یہ رخصت کہ مسافر کے لیے ہے، مطلق ہے اس کا سفر جائز کام کے لیے ہو یا ناجائز کے لیے، بہر حال مسافر کے احکام اس کے لیے ثابت ہوں گے۔"[3]

بہار شریعت میں ہے:" اگر گناہ کے کام کا بالکل پکا ارادہ کر لیا جس کو عزم کہتے ہیں تو یہ بھی ایک گناہ ہے اگرچہ جس گناہ کا عزم کیا تھا اسے نہ کیا ہو۔"[4]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

17 جمادی الاولی 1445ھ، 02 دسمبر 2023ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

1... رد المحتار، جلد 1، صفحہ 727، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 153، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

3... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 743-744، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

4... بہار شریعت، جلد 3، صفحہ 615، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

مسافر مقیم کی، مقیم مسافر کی اقتدا کرے تو اس کے احکام

فتویٰ 45:

مسافر دوسری یا تیسری رکعت میں مقیم امام سے ملا تو باقی نماز ادا کرنے کا طریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر مسافر مقیم کی اقتدا کرے یعنی دوسری یا تیسری رکعت میں مقیم امام سے ملے، تو اس صورت میں اسے مکمل نماز پڑھنی ہوگی یا قصر؟

بسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر جب وقت نماز میں مقیم امام کی اقتدا کرے، تو مسافر کے فرض بھی چار ہوں گے، لہٰذا جب مسافر دوسری رکعت میں ملے، تو امام کے سلام کے بعد ایک رکعت پڑھے اور اگر تیسری میں ملے، تو دو رکعت پڑھے۔

چنانچہ صدرالشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”وقت ختم ہونے کے بعد مسافر مقیم کی اقتدا نہیں کر سکتا، وقت میں کر سکتا ہے اور اس صورت میں مسافر کے فرض بھی چار ہوں گے، یہ حکم چار رکعتی نماز کا ہے اور جن نمازوں میں قصر نہیں، ان میں وقت و بعدِ وقت دونوں صورتوں میں اقتدا کر سکتا ہے وقت میں اقتدا کی نماز پوری کرنے سے پہلے وقت ختم ہو گیا، جب بھی اقتدا صحیح ہے۔“[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــ

---

1 .... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 749، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

فتویٰ46:

نماز سے پہلے امام اپنے مسافر ہونے کا اعلان کرنا بھول گیا، نماز میں یاد آیا تو۔۔۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام مسافر تھا نماز کی نیت کرلی، لیکن نماز کے شروع میں مسافر ہونے کا اعلان کرنا یاد نہیں رہا، نماز کے دوران یاد آیا تو اب کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

امام اگر مسافر ہو، تو اسے چاہیے کہ نماز کے شروع میں اپنے مسافر ہونے کا اعلان کردے اور اگر شروع میں اعلان نہ کیا ہو، تو سلام پھیرنے کے بعد اعلان کردے کہ اپنی نماز پوری کرلیں میں مسافر ہوں، اور اگر مسافر امام نماز کے شروع میں اعلان کردے، جب بھی بہتر یہ ہے کہ نماز کے بعد دوبارہ اعلان کردے کہ جو لوگ اس وقت موجود نہ تھے، انہیں بھی معلوم ہو جائے۔

امام کا اپنے مسافر ہونے کی خبر دینے کے متعلق در مختار میں ہے: "وفي شرح الإرشاد ينبغي أن يخبرهم قبل شروعه **وإلا فبعد سلامه (أن يقول) بعد التسليمتين في الأصح أتموا صلاتكم فإني مسافر) لدفع توهم أنه سها**" یعنی: شرح ارشاد میں ہے کہ مسافر امام نماز شروع کرنے سے پہلے لوگوں کو اپنے مسافر ہونے کی خبر دے دے **اور اگر شروع میں خبر نہ دی ہو، تو سلام پھیرنے کے بعد خبر دے دے اصح قول کے مطابق دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد وہ یوں کہے کہ اپنی نماز پوری کرلو کہ میں مسافر ہوں یہ اعلان کرنا اس وجہ سے ہے کہ نمازیوں کا یہ وہم دور ہو جائے کہ امام سے سہو واقع ہوا۔**[1]

---

1 ۔۔۔ در مختار مع رد المحتار، جلد02، صفحہ 736، مطبوعہ کوئٹہ۔

بہار شریعت میں ہے:"یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حکم صحت اقتدا کے لیے شرط ہے کہ امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو، خواہ نماز شروع کرتے وقت معلوم ہوا ہو یا بعد میں، لہٰذا امام کو چاہیے کہ شروع کرتے وقت اپنا مسافر ہونا ظاہر کر دے اور شروع میں نہ کہا، تو بعد نماز کہہ دے کہ اپنی نمازیں پوری کر لو میں مسافر ہوں۔ اور شروع میں کہہ دیا ہے جب بھی بعد میں کہہ دے کہ جو لوگ اس وقت موجود نہ تھے، انہیں بھی معلوم ہو جائے۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

12رجب المرجب1441ھ/08مارچ2020ء

فتویٰ47:

مسبوق مقیم نے مسافر کی اقتدا کی تو نماز کیسے مکمل کرے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر عشا کی جماعت کروا رہا تھا، اس نے ایک رکعت پڑھی تھی کہ ایک مقیم نے اس کی اقتدا کی، مسافر نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، تو اب یہ مقیم مقتدی اپنی نماز کس طرح مکمل کرے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس نمازی کی کچھ رکعتیں ابتدا سے اور کچھ آخر سے رہ جائیں اسے مسبوق لاحق کہتے ہیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کے نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ پہلے وہ رکعتیں بغیر قراءت کے ادا کرے گا، جس میں وہ لاحق ہے اور اس کے بعد وہ رکعتیں پڑھے گا جس میں مسبوق ہے۔ صورت مسئولہ میں کہ مقیم نے ایک رکعت گزرنے کے بعد مسافر کی اقتدا کی ہے،

---

1 ... بہار شریعت، جلد1، صفحہ 749، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

اس میں یہ مسبوق ہوا اور بعد میں مسافر امام نے دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، تو بعد والی دو رکعتوں میں یہ لاحق ہوا، لہٰذا مقیم پہلے تیسری رکعت بغیر قراءت کے پڑھ کر قعدہ کرے کہ قعدہ کے حق میں یہ دوسری ہے، اس کے بعد چوتھی رکعت بغیر قراءت کے پڑھ کر پھر قعدہ کرے کہ امام کے اعتبار سے یہ چوتھی رکعت ہے اور لاحق پر امام کی ترتیب پر نماز پڑھنا لازم ہے اور اس کے بعد اپنی پہلی رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے۔

چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "اگر مقیم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟ بینوا توجروا"

تو جواباً آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "یہ صورت مسبوق لاحق کی ہے، وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں، مقیم مقتدی لاحق ہے" لانہ لم یدرکھما مع الامام بعد ما اقتدی بہ "اس لئے کہ اس نے اقتدا کے بعد امام کے ساتھ ان دو رکعتوں کو نہیں پایا۔ اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے، اس میں مسبوق ہے" لانھا فاتتہ قبل ان یقتدی "کیونکہ اس کے اقتدا کرنے سے پہلے فوت ہو گئی ہے۔"

درمختار و ردالمحتار میں ہے: "مقیم ائتم بمسافر فھو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا ایضا، کما اذا فاتہ اول صلاۃ امامہ المسافر "اگر مقیم نے مسافر کی اقتدا کی، تو وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہو سکتا ہے، جبکہ مسافر امام کی اقتدا پہلی رکعت میں نہ کی ہو۔

اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اسے بے قراءت ادا کرے یعنی حالت قیام میں کچھ نہ پڑھے، بلکہ اتنی دیر کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے، محض خاموش کھڑا رہے، اس

کے بعد جتنی نماز میں مسبوق ہوا اسے مع قراءت یعنی فاتحہ وسورت کے ساتھ ادا کرے۔ فی الدر المختار: "اللاحق یبدأ بقضاء مافاته بلاقراء ة ثم ماسبق به بها ان کان مسبوقا ایضا" ملخصا۔ درمختار میں ہے کہ پہلے لاحق فوت شدہ رکعات بغیر قراءت کے ادا کرے پھر وہ رکعات پڑھے جو امام کے ساتھ رہ گئی تھیں اگر مسبوق ہو۔ ملخصًا(ت)

ردالمحتار میں ہے: " قوله ماسبق به بها الخ ای ثم صلی اللاحق ماسبق به بقرأة ان کان مسبوقا ایضا بان اقتدی فی اثناء صلاة الامام ثم نام مثلاً وهذا بیان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق" ترجمہ: پھر ماسبق رکعات الخ یعنی اگر مسبوق ہے، تو لاحق قراءت کے ساتھ سابقہ رکعات ادا کرے، مثلاً: اس نے امام کے ساتھ دوران نماز اقتدا کی پھر مثلاً سو گیا۔ اور یہ چوتھی قسم کا بیان ہے جو مسبوق لاحق ہے۔(ت)

پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے، تو پہلے دو رکعتیں بلا قراءت پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ وسورت سے پڑھے، اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا، تو پہلے ایک رکعت بلا قراءت پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے، کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلا قراءت پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائتہ کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمہ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت بفاتحہ وسورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشہد نماز تمام کرے۔ فی رد المحتار: "عن شرح المنیة والمجمع انه لوسبق برکعة من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا مانام فیه ثم مادرکه مع الامام ثم ماسبق به فیصلی رکعة مما نام فیه مع الامام ویقعد متابعة له لانها ثانیة امامه ثم یصلی الاخری مما نام فیه ویقعد لانها ثانیته ثم یصلی التی انتبه فیها ویقعد متابعة لامامه لانها رابعة وکل ذلک بغیر قرأة لانه مقتد ثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقرأة الفاتحة وسورة والاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاة الامام والمسبوق یقضی ماسبق

بہ بعد فراغ الامام" ترجمہ: ردالمحتار میں شرح منیہ و مجمع سے ہے کہ اگر چار رکعات میں سے ایک رکعت گزر گئی اور پھر شریک ہوا پھر دو میں سو گیا، تو اب جن میں سویا انہیں پہلے ادا کرے، پھر جس میں امام کے ساتھ اقتدا کی پھر چھوٹی ہوئی، پس وہ جس میں امام کے ساتھ سویا اس کی ایک رکعت پڑھے اور امام کی اتباع میں قعدہ کرے، کیونکہ امام کی دوسری رکعت تھی، پھر سونے والی دوسری رکعت ادا کرے اور قعدہ کرے، کیونکہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر وہ پڑھے جس میں بیدار ہوا اور اتباع امام کی وجہ سے بیٹھے، کیونکہ یہ اس کی چوتھی ہے اور یہ بغیر قراءت کے ہوں گی کہ ان میں یہ مقتدی ہے، پھر فاتحہ و سورت کے ساتھ وہ رکعت پڑھے جو گزر چکی تھی، ضابطہ یہ ہے کہ لاحق امام کی ترتیب پر نماز ادا کرے گا اور مسبوق امام کی فراغت کے بعد ما سبق کی ادائیگی کرے گا۔ اھ۔[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

29 جمادی الاول 1440ھ/05 فروری 2019ء

فتویٰ 48:

مسافر، مقیم امام کے پیچھے چار رکعتی فرض پڑھ رہا تھا اور کسی وجہ سے نماز فاسد ہو گئی، تو اب کتنی رکعت پڑھے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ اگر مسافر مقیم کے پیچھے چار رکعت والی نماز پڑھ رہا تھا اور کسی وجہ سے اُس کی نماز فاسد ہو گئی، تو ایسا شخص اب اپنی نماز کیسے ادا کرے گا، کیا چار رکعتیں ادا کرے گا یا دو ہی؟ برائے کرم اس بارے میں شرعی رہنمائی فرمائیں۔

---

1 ... فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 239 تا 241، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر مسافر، مقیم امام کے پیچھے چار رکعت والے فرض ادا کر رہا تھا اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی، تو ایسا شخص اگر تنہا یا مسافر امام کے پیچھے وہ نماز دوبارہ پڑھتا ہے، تو دو رکعتیں ہی پڑھے گا، جبکہ اقامت کی نیت نہ کر چکا ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مسافر، مقیم امام کی اقتدا کرتا ہے، تو امام کی متابعت کی وجہ سے اس کے فرض دو سے چار کی طرف تبدیل ہو جاتے ہیں، پس جب اس کی نماز فاسد ہو گئی، تو متابعت بھی ختم ہو گئی اور اب جو نماز پڑھے گا، اس میں بھی اس امام کی متابعت کا کوئی شائبہ نہیں، لہٰذا مسافر ہونے کی بنا پر دو ہی پڑھے گا۔

ہدایہ اور اس کی شرح بنایہ میں ہے: "وان اقتدی المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعا،لانه یتغیر فرضه الی اربع للتبعیة(لالتزامه المتابعة للامام،لکنه لوافسد صلاته بعدالاقتداء صلی رکعتین،لانه مسافر علی حاله) بین القوسین البنایه " ترجمہ: اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم کی اقتدا کی، تو پوری چار رکعتیں پڑھے گا، کیونکہ امام کے تابع ہونے کی وجہ سے اس کے فرض چار کی طرف تبدیل ہو چکے ہیں کہ اس نے امام کی متابعت کا التزام کر لیا ہے، لیکن اقتدا کے بعد اگر اس نے اپنی نماز کو فاسد کر دیا، تو دو ہی پڑھے گا، اس لئے کہ وہ بدستور مسافر ہی ہے۔[1]

اور مفتی نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "اگر وہ اقتدا بطورِ اداءِ فرض تھی اور اس کے وقت فوت ہونے تک مسافر تھا یا آخر وقت بھی مسافر تھا، تو صرف دو رکعت ہی قضاء کرے اور ایسے ہی اگر وقت کے اندر ادا کرے اور اکیلا پڑھے یا مسافر کی اقتدا کرے، تو دو ہی پڑھے کہ مسافر پر دو ہی لازم ہیں اور متابعتِ مقیم کی

---

1 ... الہدایہ مع شرح البنایہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، جلد 03، صفحہ 264-265، مطبوعہ ملتان۔

وجہ سے چار لازم ہوتی ہیں اور جب نماز توڑ دی، تو متابعت چھوڑ دی، تو وہ لزوم بھی مرتفع ہو گیا اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ اب جو پڑھ رہا ہے، اس میں اس امام کی متابعت کا کوئی شائبہ بھی نہیں۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

19رجب المرجب1440ھ/27مارچ2019ء

فتویٰ49:

مسافر امام چار رکعتی نماز مکمل پڑھادے، بعض مقتدی مقیم اور بعض مسافر تھے تو۔۔؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک مسافر امام نے چار رکعتی نماز مکمل پڑھادی اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، مقتدیوں میں بعض لوگ مقیم تھے اور بعض مسافر، کیا مقیم اور مسافر تمام مقتدیوں کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں مسافر امام نے چار رکعتی نماز مکمل پڑھادی، تو جن مقیم مقتدیوں نے دو رکعتوں کے بعد اس کی اقتدا جاری رکھی، ان کی نماز باطل ہو گئی اور ان پر اس نماز کی قضا لازم ہے، جبکہ امام اور مسافر مقتدیوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر قعدہ اولیٰ میں بقدرِ تشہد بیٹھے تھے، تو ان کی نماز ہو گئی مگر سلام میں تاخیر کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوئی، عمداً ایسا کیا، تو گنہگار بھی ہوئے اور اگر قعدہ اولیٰ میں نہیں بیٹھے تھے، تو تمام نماز نفل ہو گئی اور فرض باطل ہو گئے، لہٰذا فرض نماز کو قضا کرنا ان کے ذمے لازم ہے۔

---

1 ۔۔۔ فتاوی نوریہ، جلد1، صفحہ 603، مطبوعہ بصیر پور۔

مجمع الانہر میں ہے :"فلو اتم المسافر الرباعی۔۔۔ان قعد فی الثانیۃ قدر التشھد صحت لان فرضہ ثنتان والقعدۃ الاولی فرض علیہ لانھا آخر صلاتہ فاذا وجدت یتم فرضہ ولکنہ اساء لتاخیر السلام،ومازاد علی الرکعتین نفل والا ای ،وان لم یقعد فی الثانیۃ فلاتصح لانہ خلط النفل بالفرض قبل اکمالہ فانقلب الکل نفلاً" ترجمہ: اگر مسافر نے چار رکعتی نماز مکمل پڑھ لی، تو اگر دوسری رکعت میں بقدرِ تشہد بیٹھا تھا، تو اس کی نماز درست ہوگئی، کیونکہ اس کے فرض دو رکعت تھے اور قعدہ اُولیٰ اس پر فرض تھا، کیونکہ یہ اس کی نماز کا آخر تھا، لہٰذا جب یہ پایا گیا، تو اس کے فرض مکمل ہوگئے، لیکن تاخیر سلام کی وجہ سے وہ گنہگار ہوا، اور دو رکعتوں سے زائد رکعتیں نفل ہوگئیں، اور اگر دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا، تو اس کی نماز درست نہ ہوئی، کیونکہ اس نے نفل کو فرض کے مکمل ہونے سے پہلے ملا دیا، تو تمام رکعتیں نفل ہوگئیں۔[1]

نورالایضاح میں ہے:"فاذا اتم الرباعیۃ وقعدالقعودالاول صحت صلاتہ مع الکراھۃ" ترجمہ:جب مسافر نے چار رکعتی نماز پوری پڑھ لی اور پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا، تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ درست ہوگئی۔

مع الکراھۃ کے تحت امداد الفتاح میں ہے:"لتاخیر الواجب وھوالسلام عن محلہ ان کان متعمداًوان کان ساھیاًیسجد للسھو"ترجمہ:واجب یعنی سلام کو اس کے محل سے مؤخر کرنے کی وجہ سے اگر اس نے عمداً مکمل پڑھ لی اور اگر بھول کر پڑھی، تو سجدۂ سہو کرے۔[2]

مسافر امام چار رکعت نماز پڑھا دے، تو اس کی اقتدا کرنے والے مقیم مقتدیوں کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"فلوأتم المقیمون صلاتھم معہ فسدت ،

1۔۔۔ مجمع الانھر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، جلد 1، صفحہ 239۔240، مطبوعہ کوئٹہ۔

2۔۔۔ امداد الفتاح، صفحہ 441، مطبوعہ مکتبہ امین۔

لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل "اگر مقیم مقتدیوں نے مسافر امام کے ساتھ چار رکعات مکمل پڑھ لیں، تو فرض پڑھنے والے کے نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرنے کی وجہ سے ان کی نماز فاسد ہو گئی۔[1]

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "مسافر اگر بے نیتِ اقامت چار رکعت پوری پڑھے گنہگار ہو گا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائے گی، اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتداء باقی رکھیں گے۔"[2]

اسی میں ہے: "پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پوری نماز پڑھے گا، جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جہلاً پڑھی اُس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔"[3]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ھاشم خان عطاری

26ذوالحجۃ الحرام1440ھ/28اگست2019ء

فتویٰ50:

مقیم امام سے مسافر مقتدی دو رکعت کے بعد ملا، تو باقی کتنی رکعت پڑھنی ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ چار رکعت والی نماز میں مسافر شرعی اگر شروعِ نماز سے امام مقیم کی اقتدا نہ کر سکا، بلکہ آخری دو رکعتوں میں شامل ہوا، تو کیا اس صورت میں بھی اس پر چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہوں گی یا امام کے ساتھ سلام پھیر دے گا؟

1... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، جلد2، صفحہ 736، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 271، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور۔

3... فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر شرعی پر اگرچہ نماز میں قصر کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن اگر نماز کے وقت میں وہ مقیم امام کی اقتدا کرلے چاہے کسی بھی رکعت میں، تو اس اقتدا کی وجہ سے اس کے فرض تبدیل ہوجاتے ہیں یعنی دو کی بجائے اب اس پر چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا جو مسافرِ شرعی آخری دو رکعتوں میں امام مقیم کی اقتدا کرلے، تو اس پر مزید دو رکعتیں پڑھنی ضروری ہے، امام کے ساتھ سلام نہیں پھیر سکتا۔

در مختار میں ہے:"واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم "اور بہر حال مسافر کا مقیم کی اقتدا کرنا، تو وقت میں اقتدا درست ہے اور چار رکعت مکمل پڑھے گا۔[1]

ردالمحتار میں ہے:"قولہ:(فیصح في الوقت ویتم) لتغیر فرضہ بالتبعیۃ، ملخصا" شارح رحمۃ اللہ علیہ کا قول:(وقت میں اقتدا درست ہے اور چار رکعت مکمل پڑھے گا۔) کیونکہ اقتدا کی وجہ سے اس کے فرض تبدیل ہوگئے ہیں۔[2]

بہار شریعت میں ہے:"مسافر نے اگر مقیم کی اقتدا کی تو چار پڑھے۔ ملخصا"[3]

فتاویٰ شارح بخاری میں سوال ہوا کہ "مسافر مقتدی کو عصر کی نماز میں صرف دو رکعت جماعت ملی، تو امام کے ساتھ سلام پھیر دے یا سلام کے بعد دو رکعت اور پڑھے۔ اسے کیا کرنا چاہیے؟" تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں:"امام کے ساتھ ہر گز سلام نہ پھیرے، بلکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور دو رکعت مزید پڑھے۔ مسافر نے جب مقیم امام کی اقتدا کی تو اقتدا

1.... در مختار مع ردالمحتار، جلد 02، صفحہ 736، مطبوعہ کوئٹہ۔

2.... ردالمحتار، جلد 02، صفحہ 736، مطبوعہ کوئٹہ۔

3.... بہار شریعت، جلد 01، صفحہ 749، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

کرنے کی وجہ سے اسے بھی چار پوری پڑھنی ضروری ہو گئی۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

الجواب صحیح — المتخصص فی الفقہ الاسلامی

مفتی فضیل عطاری — ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

07 جمادی الاولی 1445ھ/22 نومبر 2023ء

فتویٰ 51:

مسافر نے مقیم امام کی اقتدا کی اور پہلی رکعت میں وضو ٹوٹ گیا، تو کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر نے مقیم امام کی اقتدا میں عصر کی نماز پڑھنا شروع کی اور پہلی رکعت میں ہی وضو ٹوٹ گیا اور دوبارہ جماعت میں شامل نہ ہو سکا، اس صورت میں مسافر جب دوبارہ نئے سرے سے عصر کے فرض تنہا پڑھے گا، تو چار رکعتیں پڑھے گا یا دو رکعتیں پڑھے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں جب مسافر تنہا عصر کے فرض نئے سرے سے پڑھے گا، تو دو رکعتیں ہی ادا کرنی ہوں گی، کیونکہ مسافر پر مذکورہ صورت میں چار رکعت پڑھنا، مقیم امام کی اقتدا کی وجہ سے لازم ہوا تھا، جب مقیم امام کی اقتدا ہی ختم ہو گئی، تو پھر تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں وہی دو رکعتیں قصر نماز پڑھنی ہو گی، جو مسافر پر لازم ہوتی ہے۔

جوہرہ میں ہے: "لو افسد صلاته تعود رکعتین لانها انما صارت اربعا فی ضمن الاقتداء فعند فواته یعود الامر الاول" مسافر نے مقیم امام کی اقتدا میں چار رکعتی فرض نماز شروع

---

1 ... فتاوی شارح بخاری، جلد 1، صفحہ 194، 195، مطبوعہ کراچی۔

کر کے فاسد کر دی، تو اب وہ دوبارہ دو ہو جائیں گی، کیونکہ مسافر پر چار رکعتیں اقتدا کی وجہ سے لازم ہوئی تھیں، جب اقتدا فوت ہو گئی، تو امر اول (دو رکعتیں) ہی لوٹ آیا۔[1]

ردالمحتار میں ہے: ”لو افسدہ صلی رکعتین لزوال المغیر“ یعنی اگر کسی مسافر نے مقیم امام کی اقتدا میں نماز شروع کر کے فاسد کر دی، تو وہ دو رکعتیں ہی پڑھے گا، کیونکہ دو رکعتوں سے چار کی طرف تبدیل کرنے والا سبب (مقیم کی اقتدا) زائل ہو گیا۔[2]

بہار شریعت میں ہے: ”مسافر نے مقیم کے پیچھے شروع کر کے فاسد کر دی، تو اب دو ہی پڑھے گا یعنی جبکہ تنہا پڑھے یا کسی مسافر امام کی اقتدا کرے اور اگر پھر مقیم کی اقتدا کی تو چار پڑھے۔“[3]

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

28 رجب المرجب 1442ھ 13/مارچ 2021ء

فتویٰ 52:

مقیم مقتدی کے لیے مسافر امام کے پیچھے سجدۂ سہو کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر مقیم شخص مسافر امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہو اور امام پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے، تو کیا اس کی اقتدا میں مقیم مقتدی بھی سجدۂ سہو کرے گا؟

1... الجوھرۃ النیرۃ، جلد 1، صفحہ 218، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

2... ردالمحتار، جلد 2، صفحہ 736، مطبوعہ کوئٹہ۔

3... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 749، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مقیم مقتدی کے لیے مسافر امام کے پیچھے سجدۂ سہو کرنے کا وہی حکم ہے، جو مسبوق کا حکم ہے یعنی وہ امام کے ساتھ سلام پھیرے بغیر، سجدۂ سہو کرے گا۔ یاد رہے اگر اس نے جان بوجھ کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اس کو دوبارہ نماز پڑھنی ہو گی، اور اگر بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیرا، تو اس صورت میں چاہے بالکل امام کے ساتھ سلام پھیرا ہو یا امام کے سلام سے پہلے یا بعد میں سلام پھیرا ہو، بہر صورت اس کی نماز ہو جائے گی اور کسی صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"(والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقا) سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده (ثم يقضي ما فاته)، **والمقيم خلف المسافر كالمسبوق**۔ ملتقطاً "اور مسبوق امام کے ساتھ مطلقاً سجدہ (سہو) کرے گا یعنی سہو چاہے اس کی اقتدا سے پہلے لاحق ہوا ہو یا بعد میں، پھر اپنی بقیہ نماز جو رہ گئی تھی پوری کرے گا۔ **اور مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے مسبوق کی طرح ہے۔**[1]

رد المحتار میں ہے:"قوله: (والمسبوق يسجد مع إمامه) قيد بالسجود لأنه لا يتابعه في السلام، بل يسجد معه ويتشهد فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء، (قوله والمقيم إلخ) ذكر في البحر **أن المقيم المقتدي بالمسافر كالمسبوق في أنه يتابع الإمام في سجود السهو ثم يشتغل بالإتمام**۔ ملخصاً "صرف سجدے کے ساتھ اس لیے مقید کیا، کیونکہ مسبوق سلام میں امام کی متابعت نہیں کرے گا، بلکہ وہ سجدہ کرے گا اور تشہد پڑھے گا۔ پھر جب امام (نماز سے باہر ہونے کے لیے) سلام پھیرے، تو مسبوق اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے گا۔ شارح

---

1 ... تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد2، صفحہ 659-660، مطبوعہ کوئٹہ۔

رحمۃ اللہ علیہ کا قول: (والمقیم إلخ) بحر میں ذکر کیا وہ **مقیم آدمی جو مسافر کی اقتدا کرے اس مسبوق کی طرح ہے کہ سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے گا پھر وہ اپنی نماز مکمل کرنے میں مشغول ہو جائے گا۔**[1]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "والمقیم خلف المسافر حکمه حکم المسبوق في سجدتي السهو" سہو کے دونوں سجدوں میں مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کا حکم مسبوق کے حکم کی طرح ہے۔[2]

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے، جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کرلے، امام سجدۂ سہو سے قبل یا بعد جو سلام پھیرتا ہے، اس میں اگر قصداً اس نے شرکت کی، تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے خلال نماز میں واقع ہوا، ہاں اگر سہواً پھیرا، تو نماز نہ جائے گی: "لکونه ذکرا من وجه، فلایجعل کلاما من غیر قصد وان کان العمد والخطا والسهو کل ذٰلک فی الکلام سواء، کما حققه علماءنا رحمهم اللہ تعالیٰ" (کیونکہ یہ من وجہ ذکر ہے، لہٰذا اسے بغیر قصد کے کلام قرار نہ دیا جائے اگرچہ عمد، خطا اور سہو کلام میں برابر ہیں۔ جیسا کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ت)۔ بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدۂ سہو سے پہلے کیا، اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے خواہ ساتھ خواہ بعد پھیرا، تو ان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں۔ ملخصا"[3]

1... ردالمحتار، جلد2، صفحہ 659-660، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... فتاویٰ عالمگیری، جلد1، صفحہ 142، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

3... فتاویٰ رضویہ، جلد8، صفحہ 187، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

08 جمادی الاولیٰ 1445ھ/23 نومبر 2023ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ 53:

شرعی مسافر سفر کے دوران کسی جگہ جماعت قائم دیکھ کر شامل ہو گیا تو نماز کی مختلف صورتوں کے احکام، نیز اقتدا کی شرط "امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو" کا مطلب

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسافر ہے اور سفر میں ایسی جگہ رکا کہ اس مقام پر جماعت کھڑی ہے، اور امام کی حالت کا پتہ نہیں کہ امام مقیم ہے یا مسافر تو کیا اس کی اقتدا کرے یا اپنی الگ پڑھے؟ جبکہ اقتدا کی شرائط میں یہ بھی لکھا ہے کہ سفر یا اقامت کے حوالے سے امام کی حالت کا علم ہو۔ اور اگر چار رکعت والی نماز میں اقتدا کر لیتا ہے اور اسے دو سے زیادہ رکعتیں نہ ملیں، تو پھر یہ کتنی رکعتیں پڑھے گا؟ یعنی امام کو مقیم سمجھ کر چار پوری کرے گا یا مسافر سمجھ کر دو پر یہ سلام پھیر دے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعی مسافر نے سفر کے دوران اگر کسی جگہ جماعت قائم دیکھی اور امام میں کوئی شرعی خرابی یا بد مذہب ہونے کا قرینہ ظاہر نہیں ہے، تو اس امام کی اقتدا کرنا، جائز ہے، اگرچہ شروع کرتے وقت اس کے مسافر یا مقیم ہونے کے بارے میں علم نہ ہو۔

پھر اگر چار رکعت والی نماز میں اس کو ایک یا دو رکعتیں ملیں اور امام نے سلام پھیر دیا تو

اس صورت میں اگر امام سلام کے بعد اعلان کر دے کہ میں مسافر ہوں، تو یہ مسافر مقتدی بھی سلام پھیر دے اور اگر امام کوئی اعلان نہ کرے اور امام کی حالت ظاہر نہ ہو سکے، تو اب یہ سوال قائم ہو گا کہ مسافر دو پڑھے یا چار؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جگہ جہاں یہ جماعت قائم ہے اگر شہر یا گاؤں ہے یعنی رہائشی علاقہ ہے تو ظاہر یہی ہے کہ امام مقیم ہو گا، اس لیے اسے مقیم سمجھتے ہوئے مسافر مقتدی اپنی نماز چار رکعت مکمل کرے گا۔ اور اگر یہ جگہ رہائشی آبادی سے باہر رستے وغیرہ میں ہے، تو اب ظاہر یہ ہے کہ امام بھی مسافر ہو گا، لہٰذا اب یہ مسافر مقتدی بھی دو رکعت پر سلام پھیرے گا۔

پھر فارغ ہونے کے بعد امام کے مقیم یا مسافر ہونے کے بارے میں معلومات کرے، اگر غلطی ظاہر ہو، تو اس کے مطابق نماز کی تصحیح کر لے یعنی اگر ثابت ہوا کہ امام مقیم تھا اور اس نے چار کے بجائے دو پڑھی ہیں، تو فرض ادا نہ ہوا، لہٰذا نماز دوبارہ پڑھے، کیونکہ مقیم کی اقتدا کرنے کی وجہ سے مسافر پر بھی چار رکعت فرض تھے، لیکن اس نے دو پڑھے ہیں۔ (البتہ جب دوبارہ تنہا نماز پڑھے گا، تو مسافر والی یعنی قصر نماز ہی پڑھے گا۔) اور اگر ثابت ہوا کہ امام مسافر تھا اور اس نے دو کی جگہ چار پڑھ لی ہیں، تو فرض ادا ہو گیا (جبکہ قعدہ اُولیٰ کیا ہو) البتہ سلام میں تاخیر یعنی ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوئی۔

اور بالفرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر امام کے مسافر یا مقیم ہونے کے حوالے سے کسی طرح معلومات نہ کر سکا، مثلاً: اس کے فارغ ہونے سے پہلے ہی امام چلا گیا یا کوئی اور صورت اس طرح کی بن گئی، تو اب یہی نماز، جو اس نے ظاہر پر بنیاد رکھ کر مکمل کی درست تسلیم کی جائے گی، ہاں فقط ایک صورت میں اس کی نماز فاسد ہونے کا حکم ہو گا اور وہ یہ ہے کہ رہائشی آبادی میں اس نے امام کی اقتدا کی اور اسے مسافر سمجھ کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور بعد میں امام کی حالت ظاہر نہ ہو سکی، تو اب اس کی نماز فاسد شمار ہو گی، کیونکہ رہائشی آبادی میں امام کا ظاہر مقیم ہونا تھا۔

اب اگر معلوم ہے کہ امام نے دو ہی پڑھی ہیں، تو یہ گمان کیا جائے گا کہ امام نے چار کے بجائے بھول کر دو پڑھی ہیں، جس کی وجہ سے امام کی نماز نہ ہوئی اور امام کی نہ ہوئی، تو مقتدی کی بھی نہ ہوئی۔ اور اگر یہ بھی معلوم نہ ہو کہ امام نے دو پڑھی ہیں یا چار تب بھی دو رکعت پڑھنے والے مقتدی کی نماز فاسد ہی ہوگی، کیونکہ امام نے اگرچہ حقیقت میں چار پڑھی ہوں، لیکن اس نے تو دو ہی پڑھی ہیں، لہٰذا اس کی نماز بہر صورت فاسد ہے۔ اور یہ نماز کا فساد اس وجہ سے نہیں ہے کہ امام کی حالت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اقتدا درست نہ ہوئی تھی، بلکہ چار کی جگہ دو رکعت پڑھنے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض بعد میں کسی طرح معلوم ہو گیا کہ امام واقعۃً مسافر ہی تھا، تو اب اس کی وہی نماز درست تسلیم کر لی جائے گی۔

اس ساری تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ اقتدا کی شرائط میں جو یہ لکھا ہے کہ "**امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو**" تو یہ حقیقت میں اقتدا صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے، بلکہ یہ صحتِ اقتدا کا حکم لگانے کے لیے شرط ہے۔ جیسا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہار شریعت میں جب اقتدا کی شرائط میں اس شرط کو بیان کیا، تو اس کے تحت مِنْہِیَّہ میں لکھا: "یہ حقیقتاً صحت اقتدا کی شرط نہیں بلکہ حکم صحت اقتدا کے لیے شرط ہے، ولہٰذا بعد نماز اگر حال معلوم ہو جائے نماز صحیح ہو گئی۔"[1]

مزید جزئیات درج ذیل ہیں:

ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر میں ہے: "(ویستحب له إذا سلم أن يقول: أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر) لاحتمال أن يكون خلفه من لا يعرف ولا يتيسر له الاجتماع بالإمام قبل ذهابه فيحكم حينئذ بفساد صلاة نفسه بناء على ظن إقامة الإمام ثم إفساده بسلامه على

1 ... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 563، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

ركعتين، وهذا محمل ما في الفتاوى إذا اقتدى بإمام لا يدري أمسافر هو أو مقيم لا يصح، لأن العلم بحال الإمام شرط الأداء بجماعة انتهى لا أنه شرط في الابتداء لما في المبسوط: رجل صلى بالقوم الظهر ركعتين في قرية وهم لا يدرون أمسافر هو أم مقيم فصلاتهم فاسدة سواء كانوا مقيمين أم مسافرين، لأن الظاهر من حال من في موضع الإقامة أنه مقيم، والبناء على الظاهر واجب حتى يتبين خلافه، فإن سألوه فأخبرهم أنه مسافر جازت صلاتهم انتهى. وإنما كان قول الإمام ذلك مستحبا، لأنه لم يتعين معرفة صحة صلاته لهم فإنه ينبغي أن يتموا ثم يسألوه فتحصل المعرفة" العبارة بين الهلالين من الهداية ترجمہ: (مسافر) امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد یوں کہے: "ہم مسافر لوگ ہیں، آپ اپنی نمازیں پوری کرلیں" کیونکہ ممکن ہے کہ امام کے پیچھے کوئی ایسا شخص ہو جسے امام کی حالت کا علم نہ ہو اور بعد میں امام کے جانے سے پہلے پہلے اسے امام سے ملاقات کرنے کا موقع میسر نہ آئے، تو اس وقت اس کی اپنی نماز کے فساد کا حکم لگایا جائے گا، اس بنیاد پر کہ امام کو مقیم گمان کیا جائے گا اور یہ تسلیم کیا جائے گا کہ امام کی نماز (بھول) کر دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے فاسد ہے۔ یہی محمل ہے اس مسئلے کا جو فتاویٰ میں مذکور ہے کہ: "اگر کسی نے امام کی اقتدا کی اور اسے معلوم نہیں کہ امام مقیم ہے یا مسافر، تو اس کی نماز صحیح نہیں، کیونکہ امام کی حالت کا علم ہونا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی شرط ہے۔" انتہی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام کی حالت کا علم ہونا ابتدا میں ہی شرط ہے، کیونکہ مبسوط میں ہے: "کسی نے بستی میں لوگوں کو ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی اور لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ یہ مسافر ہے یا مقیم، تو سب کی نماز فاسد ہے برابر ہے وہ مقیم ہوں یا مسافر، کیونکہ جو رہائشی بستی میں ہے اس کا ظاہر یہی ہے کہ وہ مقیم ہو گا اور ظاہر پر بنیاد رکھنا واجب ہے، جب تک اس کا خلاف واضح نہ ہو، لہٰذا اگر لوگوں نے بعد میں امام سے پوچھا اور اس نے بتادیا کہ وہ مسافر ہے، تو سب کی نماز ہو جائے گی۔" انتہی۔ اور امام کا یہ اعلان کرنا مستحب ہے، کیونکہ نماز صحیح ہونے کی

پہچان کوئی اسی پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ نماز مکمل کر کے امام سے خود پوچھ لیں، تو ان کو پتا لگ جائے گا۔[1]

صاحب بحر مبسوط کا مذکورہ بالا مسئلہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وفي القنية، وإن كان خارج المصر لا تفسد ويجوز الأخذ بالظاهر في مثله" ترجمہ: اور قنیہ میں ہے: "اور اگر شہر سے باہر (امام نے لوگوں کو ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں اور لوگوں کو امام کی حالت کا علم نہیں) تو نماز فاسد نہیں ہو گی، کیونکہ اس طرح کے معاملے میں ظاہر کو اختیار کر کے عمل کرنا، جائز ہے۔"[2]

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ مبسوط و قنیہ کا مذکورہ بالا مسئلہ بحر کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "والحاصل أنه يشترط العلم بحال الإمام إذا صلى بهم ركعتين في موضع إقامة وإلا فلا" ترجمہ: خلاصہ یہ کہ امام کی حالت کا علم ہونا یہ اس وقت شرط ہے، جب امام نے لوگوں کو رہائشی علاقے میں دو رکعتیں پڑھائی ہوں ورنہ نہیں۔[3]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: "والحاصل: أنه غير شرط، بل المعنى أنه إذا اقتدى به في موضع إقامة فالظاهر أنه مقيم، والظاهر واجب العمل ما لم يتبين خلافه، فإذا سلم على ركعتين وأخبر الإمام بنفسه أو بسؤال المقتدي أنه مسافر لم يعرض ما يظن به المقتدي فساد صلاة نفسه، وإذا ذهب ولم يخبر كان على المقتدي ولو مسافرا أن يحسبه مقيما سها وسلم على ركعتين، لأن ذلك الظاهر من أجل كونه في محل الإقامة لم يتبين ("خلافه"، زدت هذا اللفظ نظرا الى السباق، ولعله سقط من قلم الناسخ)، فيحكم بفساد صلاة نفسه لعروض المفسد لا لانتفاء الشرط من قبل، وإلا لفسدت وإن علم بعد أنه مسافر وكيف يصح لشرط أن يتأخر عن المشروط؟" ترجمہ: خلاصہ یہ کہ امام کی حالت کا

1... فتح القدیر، باب صلاۃ المسافر، جلد2، صفحہ 38-39، مطبوعہ کوئٹہ۔
2... البحر الرائق، جلد2، صفحہ 238، مطبوعہ کوئٹہ۔
3... رد المحتار، باب صلاۃ المسافر، جلد2، صفحہ 736، مطبوعہ کوئٹہ۔

علم ہونا یہ شرط نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے رہائشی علاقے میں امام کی اقتدا کی، تو ظاہر یہ ہے کہ وہ مقیم ہو گا اور ظاہر پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، جب تک اس کا خلاف واضح نہ ہو جائے، تو جب اس نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور پھر امام نے خود یا اس کے پوچھنے پر بتا دیا کہ وہ مسافر ہے، تو مقتدی کو کوئی ایسی چیز لاحق نہ ہو گی جس سے اس کی اپنی نماز کا فساد مظنون ہو اور اگر امام بغیر بتائے چلا گیا، تو مقتدی اگرچہ مسافر ہو اس پر لازم تھا کہ وہ یہ سمجھتا کہ امام مقیم تھا اور اس نے بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا ہے، کیونکہ رہائشی علاقے میں ہونے کی وجہ سے یہی ظاہر ہے (جس کا خلاف) واضح نہیں ہوا۔ لہذا اس کی نماز کے فساد کا حکم دیا جائے گا، مفسدِ نماز لاحق ہونے کی وجہ سے، اس وجہ سے نہیں کہ پہلے سے کوئی شرط مفقود تھی وگرنہ تو فاسد ہی رہتی اگرچہ بعد میں امام کے مسافر ہونے کا علم ہو جاتا اور یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ شرط مشروط سے مؤخر ہو؟ [1]

مزید لکھتے ہیں: ”يشترط للحكم بصحتها كما هو صريح مفاد المبسوط، لا لنفس الصلاة كما يزعم، قال في المبسوط كما في الفتح: (فإن سألوه فأخبرهم أنه مسافر جازت صلاتهم) ۔ فلو كان شرطا للصلاة في موضع الإقامة كيف صحت صلاتهم مع فقد الشرط وإن أخبرهم بعد أنه مسافر كمن صلى متيمما، وله ماء يكفي لطهره، فلما سلم انكسرت الآنية وذهب الماء فقد وجد شرط صحة التيمم وهو العجز عن الماء، ولكن لتأخره لا يتوهم أحد أنه يغني عن تيممه السابق شيئا “ ترجمہ: امام کی حالت کا علم ہونا یہ اس کی صحت کا حکم لگانے کے لیے شرط ہے، جیسا کہ مبسوط کا صریح مفاد ہے نہ کہ نفسِ نماز کے لیے، جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے۔ مبسوط میں فرمایا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے: ”پھر اگر انہوں نے امام سے پوچھا اور امام نے انہیں بتا دیا کہ وہ مسافر ہے، تو ان سب کی نماز جائز ہو جائے گی “ پس اگر یہ علم رہائشی علاقے میں نماز کی

---

1 ... جد الممتار، جلد 3، صفحہ 569، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی

شرط ہوتا، تو شرط کے بغیر ان کی نماز صحیح کیسے ہو جاتی؟ اگرچہ ان کو بعد میں پتا بھی لگ جائے کہ وہ مسافر ہے، جیسا کہ وہ شخص جس نے تیمم کے ساتھ نماز پڑھ لی، جبکہ طہارت کے لیے بقدرِ کفایت اس کے پاس پانی تھا، پھر جب اس نے سلام پھیرا، تو برتن ٹوٹ کر پانی ضائع ہو گیا، تو اب تیمم صحیح ہونے کی شرط یعنی پانی سے عجز اگرچہ پائی گئی، لیکن نماز کے بعد یہ شرط پائی گئی اس لئے کوئی یہ وہم بھی نہیں کر سکتا کہ یہ اس کے پہلے والے تیمم کو کچھ بھی کفایت کرے گی۔[1]

جس پر دو رکعت پڑھنا فرض تھا، وہ اگر چار پڑھ لے، تو اس کے متعلق نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے: "فإذا أتم الرباعية و الحال أنه قعد القعود الأول قدر التشهد صحت صلاته لوجود الفرض في محله وهو الجلوس على الركعتين وتصير الأخريان نافلة له مع الكراهة لتأخير الواجب وهو السلام عن محله إن كان عامدا فإن كان ساهيا يسجد للسهو وإلا أي وإن لم يكن قد جلس قدر التشهد على رأس الركعتين الأوليين فلا تصح صلاته لتركه فرض الجلوس في محله واختلاط النفل بالفرض قبل كماله "ترجمہ: مسافر نے اگر چار رکعتیں پوری کر لیں یوں کہ قعدہ اُولیٰ میں تشہد کی مقدار بیٹھا بھی تھا، تو اس کی نماز صحیح ہو گئی، کیونکہ فرض یعنی دو رکعت کے آخر میں بیٹھنا اپنے محل میں پایا گیا اور بعد والی دو رکعتیں اس کے لئے نفل ہو جائیں گی، لیکن نماز مکروہ ہو گی، واجب یعنی سلام کو اس کے محل سے مؤخر کرنے کی وجہ سے، جبکہ ایسا جان بوجھ کر کیا ہو اور اگر بھول کر ایسا کیا سجدۂ سہو کرے گا۔ اور اگر مسافر پہلی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بقدرِ تشہد بیٹھا نہیں تھا، تو نماز صحیح نہ ہو گی، کیونکہ اس نے بیٹھنے والے فرض کو اس کے محل پر ادا نہیں کیا اور فرض پورے ہونے سے قبل اس میں نفل ملا دیئے۔[2]

فتاویٰ رضویہ میں ہے "جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جہلاً پڑھی اُس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔"[1]

1... جد الممتار، جلد 3، صفحہ 571، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی

2... مراقی الفلاح، صلوۃ المسافر، صفحہ 378، مطبوعہ دار الخیر الاسلامیہ۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری

14جمادی الثانی 1439ھ/03مارچ 2018ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

---

1 ... فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

مسافر کے لیے رخصتیں

فتویٰ 54:

مسافر کے لیے نمازِ مغرب میں قصر کرنے، نیز سنتوں اور وتر کا حکم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ شرعی سفر کی مسافت کتنی ہے؟ نیز سفر کے دوران سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور مغرب کے فرضوں میں قصر کیسے ہو گی؟ سفر کے دوران وتر کی نماز چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

بسمِ اللہ الرَّحمنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

تین دن رات کی پیدل یا اونٹ وغیرہ کی سواری کی متوسط مسافت کی مقدار متصل سفر شرعی سفر کہلاتا ہے اور اتنی مقدار میں متصل سفر کرنے والا شخص شرعی مسافر کہلاتا ہے، آج کل کے حساب سے اس کی کم از کم مقدار بانوے کلو میٹر بنتی ہے، لہٰذا اگر بانوے کلو میٹر یا اس سے زیادہ متصل سفر کی نیت سے کوئی شخص اپنے علاقے کی آبادی سے باہر نکلے تو وہ شرعی مسافر کہلائے گا، اس کے بعد جب تک کہیں پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن اصلی میں داخل نہ ہو، مسافر ہی رہے گا، اس دوران نمازوں میں قصر واجب ہو گی۔

مسافر ظہر، عصر اور عشا کے فرائض میں قصر کر کے چار چار کی جگہ دو دو فرائض پڑھے گا، البتہ فجر اور مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہو گی، یہ دونوں نمازیں پوری پوری ہی پڑھے گا اور سفر ہو یا حضر، اس میں وتر بہر حال واجب ہیں، اور ان میں قصر بھی نہیں ہے۔ سفر میں حالت اطمینان و قرار میں، تو سنت مؤکدہ ادا کرنی چاہیے، البتہ اگر امن و قرار کی حالت نہ ہو، بلکہ رواروی یعنی جاری سفر کی صورت ہو، تو سنتیں ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ حکم سنت فجر کے علاوہ باقی

سنتوں کا ہے، سنت فجر چونکہ قریب بوجوب ہیں اس لیے ان کے ترک کی اجازت نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحظر الظھر أربعاً و بعد ھا رکعتین و صلیت معہ فی السفر الظھر رکعتین و بعد ھا رکعتین و العصر رکعتین ولم یصل بعدھا شیئاً و المغرب فی الحضر و السفر سواء ثلاث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وھی وتر النھار و بعدھا رکعتین "میں نے حالت اقامت اور حالت سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالت اقامت میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور حالت سفر میں نماز ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور پڑھیں اور (حالت سفر میں) نماز عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہ پڑھا اور نماز مغرب کی سفر و حضر میں تین ہی رکعتیں پڑھیں اس میں کمی نہ کی اور یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں ادا کی۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے، فرماتے ہیں: "صلی فی السفر الظھر رکعتین و صلی بعدھا رکعتین وصلی العصر رکعتین ولیس بعدھا شئ وصلی المغر ب ثلاثاً وبعدھا رکعتین وصلی العشاء رکعتین و بعدھا رکعتین "یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں ظہر کی دو رکعتیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور ادا فرمائیں اور عصر کی نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد کچھ ادا نہ فرمایا اور مغرب کی تین رکعتیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور ادا فرمائیں اور عشا کی دو رکعتیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور ادا فرمائیں۔[2]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أیام حتی

1... جامع ترمذی، صفحہ 163، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

2... شرح معانی الآثار مع نخب الافکار، جلد 6، صفحہ 350، مطبوعہ دار النوادر۔

یترخص برخصة المسافرین و إلا لا یترخص أبدا و لو طاف الدنیا جمیعها" اور مسافر کو رخصت کا حکم اس وقت حاصل ہو گا، جب متصل تین دن کے سفر کا قصد کرے اور اگر اتنا قصد نہ کرے گا، تو اگرچہ تمام دنیا گھوم آئے رخصت سفر کا حکم حاصل نہ ہو گا۔[1]

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اگر اپنے مقام اقامت سے ساڑھے ستاون میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں، اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو، تو قصر کریں گے، ورنہ پوری پڑھیں گے۔"[2]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا۔۔۔ سفر کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو، اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا، تو یہ تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا مسافر نہ ہوا۔"[3]

امداد الفتاح میں مسافر کے لیے سنتوں کے بارے میں ہے کہ: "وفی التجنیس: المختار أنه إن کان حال أمنة وقرار یأتی بها أی السنن لأنها شرعت مکملات والمسافر محتاج إلیه وإن کان حال خوف لا یأتی بها لأنه ترک بعذر" تجنیس میں ہے: مختار یہ ہے کہ مسافر حالت امن و قرار میں سنتیں ادا کرے گا۔ کیونکہ سنت فرض کی تکمیل کے لئے مشروع کی گئی ہیں اور مسافر بھی اس کا محتاج ہے۔ اور اگر حالت خوف ہو، تو انہیں ادا نہیں کرے گا عذر کی وجہ سے۔[4]

1... فتاوی عالمگیری جلد 1، صفحہ 153، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
2... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔
3... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 743، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔
4... امداد الفتاح، صفحہ 438، مطبوعہ مکتبہ امین۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:" ولا قصر في السنن كذا في محيط السرخسي، وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار أنه لا يأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار والأمن هٰكذا في الوجيز الكردري "سنتوں میں قصر نہیں اسی طرح محیط سرخسی میں ہے اور بعض علماء نے مسافر کے لیے سنتوں کو ترک کرنا، جائز رکھا ہے، جبکہ مختار یہ ہے کہ خوف کی حالت میں نہیں پڑھے گا اور امن کی حالت میں ان کو پڑھے گا، وجیز کردری میں اسی طرح ہے۔[1]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:" اگر سفر میں اطمینان نہ ہو، جب تو سنتوں کے ترک میں کوئی قباحت ہی نہیں اور اطمینان ہو جب بھی سنن کا تاکد جو حضر میں ہے، وہ سفر میں نہیں رہتا کہ سفر خود ہی قائم مقام مشقت کے ہے۔ درمختار میں ہے:" ویأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمن وقرار وإلا بأن كان في خوف وفرار لا يأتي بها وهو المختار لأنه ترك لعذر" اور یہ حکم سنت فجر کے غیر کا ہے اور سنت فجر چونکہ قریب بوجوب ہے، لہٰذا سفر کی وجہ سے اس کے ترک کی اجازت نہیں اور بعض ائمہ کا یہ قول بھی ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی ترک نہ کرے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر و حضر کہیں بھی اس کو ترک نہیں کیا۔[2]

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد نوید چشتی

07 رمضان المبارک 1437ھ/13 جون 2016ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

1...فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 153، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

2...فتاوی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 284، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

فتویٰ 55:

مسافر کے لیے جمعہ کا کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر کو جس مقام پر جانا ہے وہاں پہنچ جائے اور جمعہ پڑھنا چاہے، تو کیا امام کے پیچھے جمعہ پڑھ سکتا ہے یا ظہر پڑھے گا؟

بسمِ اللہ الرَّحمنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جی ہاں ایسا شخص جمعہ پڑھ سکتا ہے اور جمعہ پڑھنا اس کے لیے افضل ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں۔ ان میں سے ایک بھی معدوم ہو، تو فرض نہیں پھر اگر پڑھے تو ہو جائے گا، بلکہ مرد عاقل بالغ کے لئے جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ پہلی شرط لکھتے ہیں شہر میں مقیم ہونا۔“[1]

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے فرض ہونے کی شرائط لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ”ان اختار العزیمۃ وصلاھا وھو مکلف بالغ عاقل وقعت فرضا عن الوقت“ اگر اس نے عزیمت کو اختیار کیا اور جمعہ پڑھ لیا درآنحالیکہ وہ مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو، تو فرضِ وقت ہی ادا ہو گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ای صلاۃ الجمعۃ لانہ رخص لہ فی ترکھا الی الظھر فصارت الظھر فی حقہ رخصۃ والجمعۃ عزیمۃ“ یعنی عزیمت سے مراد یہ ہے کہ اس نے

---

1 ... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 770، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

جمعہ پڑھ لیا، کیونکہ ظہر کی ادائیگی پر اس کے لئے جمعہ چھوڑنے کی رخصت تھی، تو ظہر اس کے حق میں رخصت ہے اور جمعہ عزیمت۔[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حمزہ محمد حسان عطاری

17 محرم الحرام 1429ھ/27 جنوری 2008ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ 56:

مسافر کے لیے تراویح اور دیگر سنتیں چھوڑنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم جس جگہ کام کرتے ہیں وہ جگہ کراچی سے تین سو کلو میٹر دور واقع ہے اور آس پاس کوئی مستقل آبادی بھی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی باقاعدہ مسجد ہے، یہ جگہ بھٹ کا پہاڑی سلسلہ کہلاتا ہے اور اس کے قریب کوئی شہر یا بڑی آبادی نہیں، البتہ 45 کلو میٹر کے فاصلے پر سہون شریف واقع ہے۔ کمپنی کے اندر دو جگہیں نماز کے لیے مخصوص کی ہوئی ہیں، جن میں سے ایک کو مستقبل میں باقاعدہ مسجد بنانے کا ارادہ ہے، ان دونوں جگہوں پر پنج وقتہ نماز ادا کی جاتی ہے اور ایک جگہ پر جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہے۔ ہماری ڈیوٹی کا شیڈول کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ ہمیں چودہ دن سائٹ پر رہنا ہوتا ہے اور چودہ دن ہم فیلڈ بریک پر گھر آجاتے ہیں، لیکن کبھی کبھار طے شدہ پروگرام کے تحت اور کبھی ایمرجنسی میں سائٹ پر چودہ دن سے زیادہ بھی رکنا پڑتا ہے۔ ہماری آمد و رفت اکثر ہوائی جہاز کے ذریعے ہوتی ہے۔

---

1 ... درمختار مع ردالمحتار، جلد 03، صفحہ 33، مطبوعہ کوئٹہ۔

جہاں ہماری رہائش کا انتظام کیا گیا ہے، وہ ہائی کلاس سٹینڈرڈ کے مطابق ہے اور ہر طرح کی بنیادی سہولیات ہمیں میسر ہیں، ہمارا ضروری سامان وہیں رکھا رہتا ہے۔ اس کمپنی میں تقریباً ڈیڑھ سو ملازمین مذکورہ طریقے کے مطابق کام کرتے ہیں، جبکہ پینتیس سے چالیس افراد وہاں مستقل رہائش پذیر ملازم ہیں، جو چند مخصوص ایام میں ہی چھٹی پر گھر جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ جگہ ہر ایک کے گھر سے شرعی سفر یعنی تقریباً 92 کلومیٹر سے زائد فاصلے پر واقع ہے، لہٰذا مذکورہ صورتِ حال کے پیشِ نظر درج ذیل اُمور میں رہنمائی فرمادیں:

(1) کیا ہمیں تراویح اور دیگر سنتیں چھوڑنے کی اجازت ہو گی؟

(2) مذکورہ فیکٹری میں جمعہ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

بسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) فیکٹری میں اگرچہ آپ مسافر ہیں مگر حالتِ امن و قرار میں ہوتے ہیں، اس لیے وہاں تراویح اور دیگر سنتیں ادا کرنے کا معمول بنائیں، کیونکہ سنتیں فرائض کی تکمیل کے لیے مشروع ہوئی ہیں اور مسافر کو بھی فرض کو مکمل کرنے کی حاجت ہے۔

بحر الرائق میں ہے: ”واختلفوا فی ترک السنن فی السفر فقیل: الأفضل ھو الترک ترخیصا وقیل الفعل تقربا وقال الھندوانی: الفعل حال النزول والترک حال السیر، وقیل یصلی سنۃ الفجر خاصۃ، وقیل سنۃ المغرب أیضا، وفی التجنیس والمختار أنہ إن کان حال أمن وقرار یأتی بھا لأنھا شرعت مکملات والمسافر إلیہ محتاج وإن کان حال خوف لا یأتی بھا لأنہ ترک بعذر“ ترجمہ: سفر کی حالت میں سنتیں چھوڑنے میں علما کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ رخصت کے طور پر ترک کرنا افضل ہے اور ایک یہ ہے کہ نیکی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے سنتیں ادا کرنا افضل ہے اور امام ہندوانی رَحِمَہُ اللہُ نے فرمایا کہ جب سفر نہ کر رہے ہوں، تو ادا

کریں اور جب سفر کر رہے ہوں، تو چھوڑ دیں اور ایک قول کے مطابق بالخصوص فجر کی سنتیں ادا کرے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی ادا کرے گا، اور تجنیس میں ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ اگر امن و قرار کی حالت میں ہے، تو سنتیں ادا کرے، کیونکہ سنتیں فرض کی تکمیل کے لیے مشروع ہیں اور مسافر بھی فرض کی تکمیل کا محتاج ہے اور اگر (سواری نکل جانے کا) خوف ہو تو ادا نہ کرے، کیونکہ یہاں عذر کی وجہ سے سنت کو ترک کیا ہے۔[1]

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ امجدیہ میں بحالتِ سفر سنتیں ادا کرنے کے متعلق حکم لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ”یہ حکم سنتِ فجر کے غیر کا ہے اور سنتِ فجر چونکہ قریب بوجوب ہے، لہٰذا سفر کی وجہ سے اس کے ترک کی اجازت نہیں اور بعض ائمہ کا قول یہ بھی ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی ترک نہ کرے، کیونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر و حضر کہیں بھی اس کو ترک نہیں کیا ہے۔“[2]

(2) فیکٹری کے اندر جمعہ ادا کرنا متعدد اعتبارات کی بِنا پر درست نہیں، مثلاً: ادائے جمعہ کے لیے شرط ہے کہ شہر میں ہو اور فیکٹری شہر میں نہیں ہے، اسی طرح فیکٹری میں اذنِ عام نہیں ہوتا یعنی ایسا نہیں ہوتا، کہ جو نماز ادا کرنا چاہے وہ ادا کر لے، بلکہ مخصوص افراد جو وہاں کے ملازم ہوتے ہیں، صرف انہی کو جمعہ ادا کرنے کی اجازت ہوتی ہے، جو کہ جمعہ قائم کرنے کی شرائط میں سے ہے، ہاں جو عوام وہاں جمعہ کی نماز ادا کرتی ہے، انہیں جمعہ ادا کرنے سے نہ روکا جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ کا نام لیں غنیمت ہے۔

امام حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ کافی میں فرماتے ہیں: ”فأما الشرائط في غير

1... بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب المسافر، جلد2، صفحہ 229-230، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... فتاوی امجدیہ، جلد1، صفحہ 284، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی

المصلی لأداء الجمعة فستة المصر والوقت والخطبة والجماعة والسلطان والإذن العام"

ترجمہ: جہاں نمازِ جمعہ ادا کی جاتی ہے، اس کے علاوہ کسی جگہ جمعہ پڑھنے کی چھ شرطیں ہیں، شہر ہونا، وقت، خطبہ، جماعت، سلطان اور اذنِ عام ہونا۔

امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "والإذن العام من شرائطها حتى أن السلطان إذا صلى بحشمه في قصره فإن فتح باب القصر وأذن للناس إذنا عاما جازت صلاته شهدها العامة أو لم يشهدوها وإن لم يفتح باب قصره ولم يأذن لهم في الدخول لا يجزئه" ترجمہ: جمعہ کی ادائیگی کی شرائط میں سے اذنِ عام ہونا ہے یہاں تک کہ اگر سلطان اپنی جاہ و حشمت کے ساتھ اپنے محل میں جمعہ ادا کرتا ہے، تو اگر اس نے دروازہ کھول دیا اور لوگوں کو آنے کی عام اجازت دے دی، تو اس کی نماز ہو جائے گی، لوگ آئیں یا نہ آئیں۔ اور اگر اس نے محل کا دروازہ نہ کھولا، نہ انہیں داخل ہونے کی اجازت دی تو اس کا جمعہ نہیں ہوا۔[1]

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "جمعہ و عیدین دیہات میں ناجائز ہیں اور ان کا پڑھنا گناہ، مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں، تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت۔"[2]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

21 جمادی الثانی 1437ھ/31 مارچ 2016ء

1... المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، جلد 2، صفحہ 27، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

2... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 387، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

فتویٰ 57:

مسافر کو جماعت مل جائے تو قصر بہتر ہے یا جماعت؟ نیز جمعہ و عیدین کا حکم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ اگر مسافر کو صحیح جماعت مل جائے، تو اس کے لیے قصر کرنا بہتر ہے یا جماعت سے پڑھنا؟ جمعہ وعیدین کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں اگر شرعی مسافر رواروی کی حالت میں نہ ہو، بلکہ مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا، تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ باجماعت نماز پڑھے، لیکن اگر کوئی نہیں پڑھے، تو اسے ترک جماعت کی وجہ سے گنہگار نہیں کہا جائے گا کہ مسافر کے حق میں جماعت کا وہ تاکیدی حکم نہیں رہتا، جو مقیم کے حق میں ہے جیسا کہ سنت مؤکدہ کا مسافر کے حق میں وہ تاکیدی حکم نہیں رہتا، جو مقیم کے لئے ہے، ہاں جو مقتدا و پیشوا ہو اس کے لئے حد درجہ نامناسب بات ہے کہ مسافر ہونے کی وجہ سے وہ حاضری مسجد و جماعت ترک کرے۔

جیسا کہ ابو البرکات محمد مصطفی رضا قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بلاوجہ شرعی جو تارک جماعت و مسجد ہو فاسق ہے، مگر جو نماز وہ گھر میں پڑھے گا ہو جائے گی، بے وجہ شرعی ترک جماعت و مسجد کا اس پر الزام ہو گا، مگر مسافر کہ اسے رخصت ہے، بہتر اس کے لئے بھی حاضری مسجد و جماعت ہے، مگر اس پر لازم نہیں، خصوصاً مقتدی و پیشوا اصحاب کے لئے ان کا ترک مسجد و جماعت محض بر بنائے سفر ہرگز مناسب نہیں، حد درجہ نامناسب ہے۔"[1]

---

1 ... فتاوی مصطفویہ، صفحہ 456، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور۔

صدرالشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اگر سفر میں اطمینان نہ ہو جب تو سنتوں کے ترک میں کوئی قباحت ہی نہیں اور اطمینان ہو جب بھی سنن کا تاکد جو حضر میں ہے وہ سفر میں نہیں رہتا کہ سفر خود ہی قائم مقام مشقت کے ہے۔ درمختار میں ہے: ”(و یأتی) المسافر(بالسنن)ان کان(فی حال امن وقراروالا)بان کان فی خوف وفرار (لا)یأتی بھاوھوالمختارلانہ ترک لعذر“ اور یہ حکم سنت فجر کے غیر کا ہے اور سنت فجر چونکہ قریب بوجوب ہے لہذا سفر کی وجہ سے اس کے ترک کی اجازت نہیں اور بعض ائمہ کا یہ قول بھی ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی ترک نہ کرے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر وحضر کہیں بھی اس کو ترک نہیں کیا ہے۔[1]

اسی طرح جمعہ وعیدین مسافر شرعی پر فرض نہیں ہیں، لیکن اگر پڑھے گا، تو ثواب پائے گا اور جمعہ پڑھنے کی صورت میں اس سے ظہر ساقط ہو جائے گی۔

چنانچہ مبسوط سرخسی میں ہے: ”اذامرالامام بمدینۃ وھومسافرفصلی بھم الجمعۃ اجزأہ واجزأھم نقول قد اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الجمعۃ بمکۃ وھو کان مسافر بھا وانمالا یجب الحضور علی المسافر لدفع الحرج فاذا حضر و ادی کان مفترضا کالمریض۔ ملخصا“ یعنی جب امام حالت سفر میں کسی شہر سے گزرے اور انہیں نماز جمعہ پڑھائے، تو امام اور لوگوں کو جمعہ کافی ہو گا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکۃ المکرمہ میں جمعہ قائم فرمایا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں مسافر تھے اور جو یہ کہا گیا ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے، اس کی وجہ مسافر سے حرج کو دور کرنا ہے، تو اگر وہ خود جمعہ کے لئے حاضر ہو گیا اور جمعہ ادا کر لیا، تو وہ مریض کی طرح فرض جمعہ ادا کرنے والا ہو گا۔[2]

1... فتاوی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 284، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی۔

2... المبسوط للسرخسی، جلد 1، صفحہ 247، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:" گاؤں میں رہنے والے شہر میں آیا اور جمعہ کے دن یہیں رہنے کا ارادہ ہے، تو جمعہ فرض ہے اور اسی دن واپسی کا ارادہ ہو تو زوال سے پہلے یا بعد، تو فرض نہیں مگر پڑھے تو مستحقِ ثواب ہے، یونہی مسافر شہر میں آیا اور نیتِ اقامت نہ کی تو جمعہ فرض نہیں۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

22ذوالحجۃالحرام1428ھ/02جنوری2008ء

فتویٰ58:

سفر میں سنتوں کا حکم، نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات میں تطبیق

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1)مسافرِ شرعی کے لیے نماز کی سنتوں کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

(2)حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:" لو أتيت بالسنن في السفر لأتممت الفريضة" یعنی: سفر میں اگر میں نے سنتیں ادا کرنی ہوتیں، تو میں فرض نماز ہی پوری پڑھ لیتا" اس فرمان کا کیا محمل ہے؟ برائے کرم رہنمائی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1)مسافرِ شرعی کو حالتِ خوف و اضطرار میں سنتیں معاف ہیں اور حالتِ امن و قرار میں سنتیں پڑھی جائیں، اگرچہ سنتوں کا تاکد جو حضر میں ہے وہ سفر میں نہیں رہتا، کہ سفر خود ہی

---

1 ... بہار شریعت، جلد1، صفحہ763، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی

مشقت کے قائم مقام ہے، البتہ فجر کی سنتیں کہ یہ قریب بواجب ہیں، سفر کی وجہ سے انہیں ترک کرنے کی اجازت نہیں اور بعض ائمہ کا قول یہ بھی ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی ترک نہ کرے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر وحضر کہیں بھی انہیں ترک نہیں کیا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمن وقرار وإلا) بأن كان في خوف وفرار (لا) يأتي بها هو المختار لأنه ترك لعذر" ترجمہ: مسافر اگر حالتِ امن و قرار میں ہے، تو سنتیں ادا کرے گا اور اگر حالتِ خوف و فرار میں ہے، تو سنتیں چھوڑ سکتا ہے یہی مختار ہے، کیونکہ اس صورت میں عذر کی وجہ سے سنتیں ترک کرنا ہے۔

اس کے تحت رد المحتار میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقيل الأفضل الترك ترخيصا، وقيل الفعل تقربا. وقال الهندواني: الفعل حال النزول والترك حال السير، وقيل يصلي سنة الفجر خاصة، وقيل سنة المغرب أيضاً بحر قال في شرح المنية والأعدل ما قاله الهندواني. قلت: والظاهر أن ما في المتن هو هذا وأن المراد بالأمن والقرار النزول وبالخوف والفرار السير لكن قدمنا في فصل القراءة أنه عبر عن الفرار بالعجلة لأنها في السفر تكون غالبا من الخوف تأمل" ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ سنتیں ترک کر دے رخصت پر عمل کرتے ہوئے، اور ایک قول کے مطابق سنتیں ادا کرنا افضل ہے ثواب کے حصول کے لیے۔ اور ہندوانی نے کہا: حالتِ نزول میں سنتیں ادا کرے اور حالتِ سیر میں ترک کر دے، اور ایک قول کے مطابق بالخصوص سنتِ فجر ادا کرے، اور ایک قول کے مطابق سنتِ مغرب بھی ادا کرے، بحر۔ شرح منیہ میں فرمایا: جو ہندوانی نے کہا وہ سب سے معتدل قول ہے۔ میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ جو متن میں بیان ہوا وہ یہی ہے اور امن و قرار سے مراد نزول ہے اور خوف و فرار سے مراد سیر ہے، لیکن ہم نے قراءت کی فصل میں پہلے بیان کیا کہ فرار کو عجلت سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ سفر میں عجلت خوف سے زیادہ ہوتی ہے، غور کرو۔[1]

---

1 ... رد المحتار علی الدر المختار، جلد2، صفحہ 737، مطبوعہ کوئٹہ۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ولا قصر في السنن، كذا في محيط السرخسي، وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار أنه لا يأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار والأمن، هكذا في الوجيز للكردري" ترجمہ: سنتوں میں قصر نہیں ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے اور بعض فقہاء نے مسافر کے لیے سنتیں ترک کرنا، جائز قرار دیا ہے اور مختار یہ ہے کہ حالتِ خوف میں مسافر سنتیں ادا نہ کرے اور حالتِ قرار و امن میں ادا کرے گا، ایسا ہی وجیز کردری میں ہے۔[1]

البحر الرائق میں ہے:" والمختار أنه إن كان حال أمن وقرار يأتي بها، لأنها شرعت مكملات والمسافر إليه محتاج، وإن كان حال خوف لا يأتي بها، لأنه ترك بعذر" ترجمہ: مختار یہ ہے کہ اگر مسافر حالتِ امن و قرار میں ہے، تو سنتیں ادا کرے گا، کیونکہ سنتیں نماز کو مکمل کرنے کے لیے مشروع ہوئی ہیں اور مسافر بھی اس کا محتاج ہے، اور اگر مسافر حالتِ خوف میں ہو، تو سنتیں ادا نہ کرے کہ اس صورت میں اس نے عذر کی وجہ سے ترک کی ہیں۔[2]

بہار شریعت میں ہے:" سنتوں میں قصر نہیں، بلکہ پوری پڑھی جائیں گی، البتہ خوف اور رواداری کی حالت میں معاف ہیں اور امن کی حالت میں پڑھی جائیں۔"[3]

صدر الشریعہ، حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے سفر میں سنتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا:"اگر سفر میں اطمینان نہ ہو جب تو سنتوں کے ترک میں کوئی قباحت ہی نہیں اور اطمینان ہو جب بھی سنن کا تاکد جو حضر میں ہے وہ سفر میں نہیں رہتا کہ سفر خود ہی قائم مقام مشقت کے ہے۔۔۔اور یہ حکم سنت فجر کے غیر

1۔۔۔ فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 153، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

2۔۔۔ البحر الرائق، جلد 2، صفحہ 230، مطبوعہ کوئٹہ۔

3۔۔۔ بہار شریعت، ج 1، صفحہ 744، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

کا ہے اور سنت فجر چونکہ قریب بوجوب ہے، لہذا سفر کی وجہ سے اسے ترک کی اجازت نہیں اور بعض ائمہ کا قول یہ بھی ہے کہ مغرب کی سنتیں بھی ترک نہ کرے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر و حضر کہیں بھی اس کو ترک نہیں کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"[1]

(2) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سفر میں سنتیں پڑھنے اور نہ پڑھنے کے حوالے سے دونوں طرح کی روایات مروی ہیں، بعض میں سنتیں پڑھنے کا ذکر ہے اور بعض میں نہ پڑھنے کا، جن میں دو طرح سے تطبیق دی گئی ہے۔

تطبیق کی پہلی صورت:

جن روایات میں پڑھنے کا ذکر ہے ان میں عزیمت کا بیان ہے اور جن میں نہ پڑھنے کا ذکر ہے، ان میں رخصت کا بیان ہے، لہذا اگر کوئی سفر میں سنتیں ادا کرتا ہے، تو اجر و ثواب کا مستحق ہے اور اگر کوئی سنتیں ادا نہیں کرتا، تو رخصت پر عمل کرنے والا ہے۔

سنن ترمذی میں ہے: "وروي عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يتطوع في السفر قبل الصلاة ولا بعدها وروي عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يتطوع في السفر" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔ اور انہی سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نفل ادا فرماتے تھے۔

ان دو روایتوں کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ **فرماتے ہیں:** "ثم اختلف أهل العلم بعد النبي صلى الله عليه وسلم، فرأى بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، أن يتطوع الرجل في السفر، وبه يقول أحمد، وإسحاق ولم تر طائفة من أهل العلم أن يصلي قبلها ولا بعدها، ومعنى من لم يتطوع في السفر قبول الرخصة، ومن تطوع فله في ذلك فضل كثير،

---

1 ... فتاوی امجدیہ، ج1، صفحہ 284، مطبوعہ کراچی۔

وهو قول أكثر أهل العلم يختارون التطوع في السفر" ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہل علم کا اس معاملے میں اختلاف ہوا بعض صحابہ کی رائے یہ ہوئی کہ انسان سفر میں نفل ادا کرے، یہ امام احمد و اسحاق کا قول ہے اور اہل علم کا ایک گروہ یہ رائے نہیں رکھتا کہ مسافر فرض سے پہلے یا بعد نفل ادا کرے اور نفل نہ پڑھنے کا مطلب رخصت کو قبول کرنا ہے، اور جو نفل ادا کرے اس کے لیے اس میں فضلِ کثیر ہے، اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے کہ وہ سفر میں نوافل کی ادائیگی کو اختیار کرتے ہیں۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں مروی مزید دو روایات:

سنن ترمذی میں ہے: "حدثنا علي بن حجر قال: حدثنا حفص بن غياث، عن الحجاج، عن عطية، عن ابن عمر قال: صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم الظهر في السفر ركعتين وبعدها ركعتين: هذا حديث حسن، وقد رواه ابن أبي ليلى عن عطية، ونافع، عن ابن عمر۔

عن ابن عمر، قال: صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في الحضر والسفر، فصليت معه في الحضر الظهر أربعا وبعدها ركعتين، وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين، والعصر ركعتين ولم يصل بعدها شيئا، والمغرب في الحضر والسفر سواء ثلاث ركعات، لا ينقص في حضر ولا سفر، وهي وتر النهار، وبعدها ركعتين ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں ادا کیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں نماز ادا کی ہے، پس حضر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ظہر کی چار رکعتیں اور ان کے بعد دو رکعتیں ادا کیں، اور سفر میں حضور علیہ

---

1 ... سنن الترمذی، باب ماجاء فی التطوع فی السفر، صفحہ 162-163، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

الصلوۃ والسلام کے ساتھ ظہر کی دو رکعتیں اور ان کے بعد دو رکعتیں ادا کیں ، اور عصر کی دو رکعتیں ادا کیں، جن کے بعد مزید کوئی نماز نہ پڑھی، اور مغرب حضر و سفر میں تین رکعتیں ادا کیں، ان میں حضر و سفر میں کوئی کمی نہیں کی، اور یہ دن کے وتر ہیں، اور ان کے بعد دو رکعتیں ادا کیں۔

اس روایت کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ **فرماتے ہیں:** "هذا حديث حسن، سمعت محمدا، يقول: ما روى ابن أبي ليلى حديثا أعجب إلي من هذا، ولا أروي عنه شيئا" ترجمہ: یہی حدیث حسن ہے، میں نے امام محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: ابن ابی لیلی کی روایت کردہ حدیث میرے نزدیک اس حدیث سے زیادہ پسندیدہ ہے اور میں ان سے کچھ بھی روایت نہیں کرتا۔[1]

تطبیق کی دوسری صورت:

جس روایت میں یہ ذکر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں سنتیں ادا نہ فرمائیں اسے عمومی عمل پر محمول کریں گے اور جس روایت میں پڑھنے کا ذکر ہے، اسے بیانِ استحباب پر محمول کریں گے یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں بیانِ استحباب کے لیے سنتیں ادا فرمائی ہیں، لہٰذا دونوں طرح کی روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے: " حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن عيسى بن حفص بن عاصم قال حدثني أبي أنه سمع ابن عمر يقول: صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان لا يزيد في السفر على ركعتين وأبا بكر وعمر وعثمان كذالك رضي الله تعالى عنهم" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت

---

1 ... سنن الترمذی، باب ماجاء فی التطوع فی السفر، صفحہ 163، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اختیار کی۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام سفر میں دو رکعتوں پر زیادتی نہ فرماتے اور حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ایسا ہی کرتے۔[1]

اس حدیث پاک کے تحت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ **مذکورہ بالا جامع ترمذی کی آخری روایت نقل کرنے کے بعد سوال قائم کرتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں کیا تطبیق ہو گی؟ پھر جواباً فرماتے ہیں:** "أما وجه التوفيق فقد قال شيخنا زين الدين، رحمه الله: الجواب أن النفل المطلق وصلاة الليل لم يمنعهما ابن عمر ولا غيره، فأما السنن الرواتب فيحمل حديثه المتقدم، يعني حديث الباب، على الغالب من أحواله في أنه لا يصلي الرواتب، وحديثه في هذا الباب أي: الذي رواه الترمذي، على أنه فعله في بعض الأوقات لبيان استحبابها في السفر، وإن لم يتأكد فعلها فيه كتأكده في الحضر، أو أنه كان نازلا في وقت الصلاة ولا شغل له يشتغل به عن ذلك، أو سائرا وهو على راحلته، ولفظه في الحديث المتقدم: يعني حديث الباب، هو بلفظ: كان، وهي لا تقتضي الدوام بل ولا التكرار على الصحيح، فلا تعارض بين حديثيه" ترجمہ: بہر حال تطبیق کی صورت تو ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جواب یہ ہے کہ مطلقاً نفل اور صلوٰۃ اللیل کی ادائیگی سے حضرت ابن عمر یا کسی اور نے منع نہیں کیا، بہر حال سنن رواتب تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی متقدم حدیث یعنی جو اس باب میں ہے اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غالب احوال پر محمول کیا جائے گا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سفر میں سنن رواتب ادا نہ فرماتے تھے، اور اس باب میں جو امام ترمذی کی روایت ہے اسے اس پر محمول کریں گے کہ بعض اوقات بیانِ استحباب کے لیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر میں سنتیں ادا فرمائیں، اگرچہ سفر میں سنتوں کی ادائیگی کا تاکد حضر میں ادائیگی کے تاکد کی طرح نہیں، یا پھر اس پر محمول کریں گے کہ حضور

---

1 ... صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من لم یتطوع فی السفر۔۔۔الخ، صفحہ 207، دار الکتب العلمیہ۔

علیہ الصلوۃ والسلام نماز کے لیے سواری سے اترے اور کوئی کام انہیں مشغول کرنے والا نہ تھا، اس لیے سنتیں بھی ادا فرمائیں، یا اس پر محمول کریں گے کہ سواری پر چلتے ہوئے ہی سنتیں ادا کیں۔ اور صحیح بخاری کے اس باب کی حدیث میں جو لفظ "کان" ہے یہ دوام بلکہ صحیح قول کے مطابق تکرار کا بھی تقاضا نہیں کرتا، لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔[1]

رہی بات سوال میں مذکور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کی، تو **فقہائے کرام نے اس کا محمل حالتِ خوف کو بیان فرمایا ہے کہ جب مسافر کے لیے سنتیں ادا کرنے کے لیے رکنا ممکن نہ ہو، تو اب سنتیں معاف ہیں۔**

بدائع الصنائع میں ہے: "وروي عن بعض الصحابة أنه قال: "لو أتيت بالسنن في السفر لأتممت الفريضة" وذلك عندنا محمول على حالة الخوف على وجه لا يمكنه المكث لأداء السنن" ترجمہ: اور جو کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر میں نے سفر میں سنتیں ادا کرنی ہوتیں، تو میں فرض ہی مکمل پڑھ لیتا۔ ہمارے نزدیک یہ حالتِ خوف میں ایسی صورت پر محمول ہو گا کہ جس صورت میں اس کے لیے سنتیں ادا کرنے کے لیے رکنا ممکن نہ ہو۔[2]

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

07رجب المرجب1444ھ/30جنوری2023ء

1... عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد07، صفحہ 210، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

2... بدائع الصنائع، جلد1، صفحہ 466، مطبوعہ کوئٹہ۔

متفرقات

فتویٰ 59:

بس میں سفر کرتے ہوئے نماز کا وقت آجائے تو کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض اوقات بس میں نماز کا ٹائم ہو جاتا ہے، تو کیا بس میں نماز پڑھ کر شرعی مسافر اپنے مقام پر پہنچ کر اس نماز کو ادا کر سکتا ہے؟

بسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عموماً نماز کے ٹائم میں بسیں کسی مخصوص مقام پر روکی جاتی ہیں، لہٰذا جہاں بس رکے وہاں نماز ادا کر لیں اور اگر بس نہ رکے اور نماز کا وقت بھی ختم ہو رہا ہو، تو بس ڈرائیور کو نماز کا کہہ کر بس رکوا لیں اور نماز ادا کر لیں اس طرح اپنے مقام پر جا کر دوبارہ اس نماز کو ادا کرنے کی حاجت نہیں کہ جب سفر کرنے والے مسلمان ہیں، ڈرائیور مسلمان ہیں، یہ ملک مسلمانوں کا ہے، تو کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ نماز کے لیے چند منٹ کے لیے کسی جگہ گاڑی روک کر نماز ادا نہیں کی جا سکتی؟ اگر نہ رکنے کا شبہ ہو، تو پہلے بات کر لیں کہ فلاں نماز کا وقت آئے تو آپ کو گاڑی روکنی ہو گی۔

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

16 محرم الحرام 1429ھ/26 جنوری 2008ء

فتویٰ60:

جمعہ والے دن زوال کے بعد جمعہ ادا کیے بغیر سفر کے لیے نکلنا گناہ ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حیدر آباد زید کا وطن اصلی ہے، لیکن کراچی میں وہ گورنمنٹ ملازم ہے، نوکری کے سلسلے میں وہ تین چار دن کراچی اور تین چار دن حیدر آباد رہتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ایسے شخص پر جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ نیز بقیہ فرائض کو وہ حیدر آباد یا کراچی میں قصر کیساتھ ادا کرے گا یا پھر دونوں جگہوں پر پوری نمازیں ادا کرے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حیدر آباد چونکہ زید کا وطن اصلی ہے، لہٰذا حیدر آباد میں زید پر جمعہ فرض اور جمعہ والے دن زوال کے بعد جمعہ ادا کیے بغیر سفر کے لیے نکلنا باعث گناہ ہے، ہاں البتہ زوال سے پہلے سفر شروع کرنے میں کوئی حرج نہیں اور دیگر فرائض کو مکمل ادا کرنا لازم ہے، چاہے حیدر آباد میں زید کا قیام ایک دن کے لیے ہو یا ایک گھنٹہ کے لیے، البتہ آتے جاتے وقت راستہ میں اور کراچی میں پندرہ دن سے کم کی نیت سے جب بھی قیام کا ارادہ ہو گا، زید شرعی اعتبار سے مسافر قرار پائے گا، مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہوتا اور مسافر پر نمازوں میں قصر کرنا (یعنی چار رکعت والی نمازوں کو دو، دو رکعت کی صورت میں ادا کرنا) لازم ہے اور پوری پڑھنے کی صورت میں گنہگار قرار پائے گا اور دو پر قعدہ نہیں کیا، تو فرض ہی ادا نہ ہوں گے۔

چنانچہ ہدایہ شریف میں ہے: ”وفرض المسافر فی الرباعیۃ رکعتان لا یزید علیھما، ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ عشر یوما او اکثر وان نوی الاقل من ذلک قصر“ یعنی چار رکعت والی نمازوں میں مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں ان دو سے

زیادہ نہیں کرے گا اور مسافر حکم سفر میں رہے گا جب تک کہ کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن یا اس سے زائد کے رہنے کی نیت نہ کرلے اگر اس سے کم کی نیت کرے گا، تو قصر کرتا رہے گا۔[1]

اسی کے آگے ہے: "واذا دخل المسافر فی مصرہ اتم الصلاۃ وان لم ینو المقام فیہ" یعنی جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہو گا پوری نماز ادا کرے گا، اگرچہ وہ اس میں رہنے کی نیت نہ کرے۔[2]

ہدایہ میں ہے: "ولا تجب الجمعۃ علی مسافر ولا امراۃ ولا مریض ولا عبد ولا اعمی" یعنی مسافر، عورت، غلام، اندھے و مریض پر جمعہ واجب نہیں۔[3]

یاد رہے کہ جمعہ واجب نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر مسافر نے جمعہ کی نماز میں شرکت نہ کی تو گنہگار نہ ہوا، بلکہ اس کے بدلے میں ظہر ادا کرے گا اگر آسانی سے میسر ہو، تو ہرگز جمعہ کی سعادت کو نہ چھوڑا جائے اور جمعہ ادا کرلینے کی صورت میں ظہر کی ادائیگی اس سے ساقط ہو جائے گی۔

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جمعہ کے فرض ہونے کی شرائط لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: "ان اختار العزیمۃ وصلاھا وھو مکلف بالغ عاقل وقعت فرضا عن الوقت" اگر اس نے عزیمت کو اختیار کیا اور جمعہ پڑھ لیا درآنحالیکہ وہ مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو، تو وقت سے فرض ہی ادا ہو گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "ای صلاۃ الجمعۃ لانہ رخص لہ فی ترکھا الی الظھر فصارت الظھر فی حقہ رخصۃ والجمعۃ عزیمۃ" یعنی عزیمت سے مراد یہ ہے کہ اس

1... ہدایہ مع بنایہ، جلد3، صفحہ 246، مطبوعہ ملتان۔
2... ہدایہ مع بنایہ، جلد3، صفحہ 269، مطبوعہ ملتان۔
3... ہدایہ مع بنایہ، جلد3، صفحہ 319، مطبوعہ ملتان۔

نے جمعہ پڑھ لیا، کیونکہ ظہر کی ادائیگی پر اس کے لئے جمعہ چھوڑنے کی رخصت تھی، تو ظہر اس کے حق میں رخصت ہے اور جمعہ عزیمت۔[1]

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مقیم کے لیے جمعہ ادا کرنے سے قبل سفر کے لیے نکلنے کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے، تو اس پر اصلاً کچھ الزام نہیں اور اگر اسے شہر ہی میں وقت جمعہ ہو جاتا ہے اس کے بعد بے پڑھے چلا جاتا ہے، تو ضرور گنہگار ہے۔“[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد سجاد عطاری مدنی

24 رجب المرجب 1431ھ/07 جولائی 2010ء

فتویٰ 61:

مسافر جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر اگر امامت کا اہل ہو یعنی مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، صحیح القراءۃ ہو، معذور شرعی نہ ہو، سنی صحیح العقیدہ ہو اور فاسق معلن نہ ہو، تو اگرچہ خود اس پر جمعہ فرض نہیں، مگر جمعہ کی نماز کی امامت کرا سکتا ہے، جبکہ جمعہ کی تمام شرائط متحقق ہوں، کیونکہ جمعہ کی امامت کے لئے خود

1... درمختار مع ردالمحتار، جلد 03، صفحہ 33، مطبوعہ کوئٹہ

2... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 459، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

امام پر جمعہ فرض ہونا ضروری نہیں، ہر وہ شخص امام ہو سکتا ہے، جو دیگر نمازوں میں مردوں کی امامت کا اہل ہو اور علماء کی تصریح کے مطابق شرائطِ امامت پائے جانے کی صورت میں مسافر بھی اس کا اہل ہے۔

یاد رہے جمعہ کی شرائط میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ امام سلطانِ اسلام ہو یا اس کا ماذون و اجازت یافتہ ہو اور آج کل ضرورتاً مسلمانوں کی جماعت کی طرف سے منتخب کردہ آدمی بھی جمعہ کی امامت کرا سکتا ہے، لہٰذا مسافر کے امام بننے کے لئے امامت کا اہل ہونے اور دیگر شرائط جمعہ پائے جانے کے ساتھ ساتھ کم از کم، مسلمانوں کی جماعت کی طرف سے جمعہ کے لئے منتخب کیا جانا ضروری ہے، ان کی طرف سے منتخب کیے بغیر، خود سے جمعہ کا امام نہیں بن سکتا۔

تنویر الابصار میں جمعہ کی امامت کے متعلق فرماتے ہیں:" و یصلح للامامة فیها من صلح لغیرها،فجازت لمسافر و عبد و مریض "اور جو شخص جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ جمعہ کی امامت بھی کرا سکتا ہے، لہٰذا مسافر، غلام اور مریض کے لئے جمعہ پڑھانا، جائز ہے۔[1]

درمختار کی عبارت:"من صلح لغیرها" کے تحت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"ای:لامامة غیر الجمعة والمراد الامامة للرجال۔ملخصا" یعنی جمعہ کے علاوہ نمازوں کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو اور (امامت سے) مراد مَردوں کی امامت ہے۔[2]

بہار شریعت میں ہے:"جمعہ کی امامت ہر مرد کر سکتا ہے جو اور نمازوں میں امام ہو سکتا ہو اگرچہ اس پر جمعہ پر فرض نہ ہو جیسے مریض، مسافر، غلام۔"[3]

1... تنویر الابصار مع ردالمحتار، جلد03، صفحہ 33، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... ردالمحتار، جلد03، صفحہ 33، مطبوعہ کوئٹہ۔

3... بہار شریعت، جلد1، صفحہ772، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

بہار شریعت میں امامت کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"مرد غیر معذور کے امام کے لئے چھ شرطیں ہیں: (1) اسلام۔ (2) بلوغ۔ (3)عاقل ہونا۔(4)مرد ہونا۔(5) قراءت۔(6)معذور نہ ہونا۔"[1]

مجمع الانہر میں ہے:"(و فسد اقتداء طاهر)صحيح ،والمراد به من لا عذر له (بمعذور)ای بمن به عذر وهو كسلسل البول ونحوه **لانه يصلي مع الحدث حقيقةً وانما جعل حدثه كالعدم للحاجة الى الاداء فكان اضعف حالاً من الطاهر**۔ملخصا "اور طاہر یعنی تندرست آدمی، جسے کوئی عذر لاحق نہ ہو،اس کا معذور یعنی عذر والے کی اقتدا کرنا فاسد ہے اور عذر جیسے پیشاب کے قطروں کا نکلنا اور اس کی مثل، **کیونکہ معذور شخص حقیقتاً حدث کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور اس کے حدث کو محض نماز ادا کرنے کی حاجت کی وجہ سے کالعدم شمار کیا گیا ہے، لہٰذا وہ طاہر شخص سے کمزور حالت والا ہو گا۔**[2]

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن امامت کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"امام میں چند شرطیں ہیں۔اولاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو، جس سے نماز فاسد ہو۔دوسرے وضو، غسل، طہارت صحیح رکھتا ہو۔سوم سنی صحیح العقیدہ ہو،بدمذہب نہ ہو۔چہارم فاسق معلن نہ ہو اسی طرح اور امورِ منافی امامت سے پاک ہو۔ملخصا"[3]

بہار شریعت میں ہے:"جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک بھی مفقود ہو، تو ہو گا ہی نہیں:"(1)مصر یا فنائے مصر۔(2)سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔(3)وقت ظہر۔(4)خطبہ۔(5)جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مرد۔ (6)اذن عام۔"[4]

1.... بہار شریعت، جلد1، صفحہ560، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔
2.... مجمع الانہر، جلد1، صفحہ168،167، مطبوعہ مکتبۃ المنار کوئٹہ۔
3.... فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ 543، مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور۔
4.... بہار شریعت، جلد1، صفحہ 762، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

تنویر الابصار ودر مختار میں لوگوں کے جمعہ کے لئے امام مقرر کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:"(ونصب العامة) الخطيب (غير معتبر مع وجود من ذكر، اما مع عدمهم فيجوز) للضرورة"اور عام لوگوں کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں ہے، ان کے پائے جانے کی صورت میں جن کا ذکر ہوا(سلطان اسلام یا اس کا نائب)، رہا ان کے نہ ہونے کی صورت میں (عام لوگوں کا جمعہ کا خطیب مقرر کرنا) تو یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔[1]

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"فی الواقع ادائے جمعہ کے لئے سلطان یا اس کا نائب یاماذون یاماذون الماذون و ھلم جراً کا اقامت کرنا باتفاق ائمہ حنفیہ شرط ہے، کتب المذھب طافحة بذلک، مگر یہ ان شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں بخلفیت بدل ساقط ہو جاتی ہیں، جیسے صحت نماز کے لئے وضو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو، تو تیمم اس کا خلیفہ وبدل ہے اور اس سے واضح تر استقبال قبلہ ہے کہ قطعاً شرط ہے اور بحال تعذر جہت تحری اس کی نائب، **یوں ہی اقامت سلطان بمعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے یہاں بوجہ تعین مسلمین قائم مقام تعین سلطان ہے، تو اسے شرط نہ کہنا بھی غلط اور اس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اس سے زیادہ باطل وغلط۔**[2]

بہار شریعت میں ہے:"کسی شہر میں بادشاہ اسلام وغیرہ جس کے حکم سے جمعہ قائم ہوتا ہے نہ ہو، تو عام لوگ جسے چاہیں امام بناویں۔ یوہیں اگر بادشاہ سے اجازت نہ لے سکتے ہوں، تو جب بھی کسی کو مقرر کر سکتے ہیں۔"[3]

تنبیہ: یاد رہے اوپر امامت کی شرائط میں ذکر کیے گئے معذور شرعی سے مراد ایسا شخص ہے، جسے ریح، قطرے وغیرہ نکلنے کا عذر ہو، ایسے شخص کے معذور شرعی بننے کے لئے ضروری ہے

1... تنویر الابصار ودر مختار مع رد المحتار، جلد 03، صفحہ 16، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 384، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

3... بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 765، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

کہ نماز کا ایک پورا وقت ایسا گزرے، جس میں اسے اتنا بھی وقت نہ ملے کہ بغیر اس عذر کے وضو کر کے صرف فرض نماز ادا کر سکے، مثلاً: کسی کو قطرے آنے کا مرض ہو اور عصر کا پورا وقت یعنی عصر سے مغرب تک قطرے نکلتے رہیں اور درمیان میں اتنا وقفہ بھی نہ ہو کہ وہ وضو کر کے پاک کپڑے پہن کر صرف عصر کے فرض ادا کر سکے، تو ایسا شخص معذور شرعی ہے اور اس کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ وہ ایک نماز کے وقت میں ایک بار وضو کر لے اور اس سے جتنی چاہے نمازیں پڑھے اس عذر (قطروں) کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور ایسا شخص اس وقت تک معذور رہے گا جب تک وقت میں ایک بار بھی قطرہ آئے۔ہاں جب پورے وقت میں ایک بار بھی قطرہ نہ آئے، تو اب وہ شرعی معذور نہیں رہے گا اور اس کے دوبارہ معذور شرعی بننے کے لئے وہی پہلی کیفیت کا پایا جانا ضروری ہے۔

معذور شرعی کی مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جو شخص معذور شرعی کے زمرے میں آتا ہو، حدث کے باوجود وقت کے اندر اندر ضرور تاً اس کا وضو برقرار رہے گا اور اس کی اپنی نماز ہو جائے گی، مگر یہ کسی تندرست یعنی غیر معذور شخص کی امامت نہیں کرا سکتا۔

تنویر الابصار و در مختار میں معذور شرعی کے متعلق فرماتے ہے:"(وصاحب عذر من به سلس بول) لا يمكنه امساكه (او استطلاق بطن او انفلات ريح او استحاضة ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بان لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضا و يصلي فيه خالياً عن الحدث (ولو حكماً) لان الانقطاع اليسير ملحق بالعدم (وهذا شرط) العذر (في حق الابتداء وفي) حق (البقاء كفى وجوده في جزء من الوقت) ولو مرة (وفي) حق الزوال يشترط (استيعاب الانقطاع) تمام الوقت (حقيقةً) لانه الانقطاع الكامل۔ملخصا"اور عذر والا جسے پیشاب کے جاری ہونے کا (عذر) ہو کہ اسے اس کا روکنا ممکن نہ ہو یا پیٹ کے چلنے کا (عذر) ہو یا ہوا نکل جانے کا (عذر) ہو یا بیماری کے خون جاری ہونے کا (عذر) ہو، تو اگر اس کا عذر فرض نماز کے

پورے وقت کو گھیرے ہوئے ہو بایں طور کہ وہ اس کے پورے وقت میں اتنا زمانہ (وقت) نہ پائے، جس میں وضو کر سکے اور بغیر حدث کے نماز پڑھ سکے، اگرچہ (یہ عذر) حکمی طور پر ہو، کیونکہ تھوڑا رکنانہ رکنے کے ساتھ ملحق ہے اور یہ ابتدا کے حق میں عذر کی شرط ہے اور باقی رہنے کے حق میں عذر کا وقت کے کسی حصے میں پایا جانا کافی ہے، اگرچہ ایک ہی بار اور عذر ختم ہونے کے حق میں انقطاع کا حقیقی اعتبار سے پورے وقت کا احاطہ کر لینا شرط ہے، کیونکہ یہی پورا انقطاع ہے۔[1]

عالمگیری میں ہے:"شرط ثبوت العذر ابتداءً ان یستوعب استمراره وقت الصلاة کاملاً" ابتدائی طور پر عذر کے ثابت ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کا استمرار نماز کے وقت کو کامل طور پر گھیرے ہوئے ہو۔[2]

بہار شریعت میں ہے:"ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گزر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا، وہ معذور ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وقت میں وضو کر لے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے، اس بیماری سے اس کا وضو نہیں جاتا، جیسے قطرے کا مرض، یا دست آنا، یا ہوا خارج ہونا، یا دکھتی آنکھ سے پانی گرنا، یا پھوڑے، یا ناصور سے ہر وقت رطوبت بہنا، یا کان، ناف، پستان سے پانی نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں، ان میں جب پورا ایک وقت ایسا گزر گیا کہ ہر چند کوشش کی، مگر طہارت کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا، تو عذر ثابت ہو گیا۔ جب عذر ثابت ہو گیا، تو جب تک ہر وقت میں ایک ایک بار بھی وہ چیز پائی جائے معذور ہی رہے گا، مثلاً: عورت کو ایک وقت تو استحاضہ نے طہارت کی مہلت نہ دی

1... تنویر الابصار، درمختار مع رد المحتار، جلد 1، صفحہ 553، مطبوعہ کوئٹہ۔

2... عالمگیری، جلد 1، صفحہ 45، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

اب اتنا موقع ملتا ہے کہ وضو کرکے نماز پڑھ لے، مگر اب بھی ایک آدھ دفعہ ہر وقت میں خون آجاتا ہے، تو اب بھی معذور ہے۔ یونہی تمام بیماریوں میں اور جب پورا وقت خالی گزر گیا اور خون نہیں آیا، تو اب معذور نہ رہی جب پھر کبھی پہلی حالت پیدا ہو جائے، تو پھر معذور ہے اس کے بعد پھر اگر پورا وقت خالی گیا تو عذر جاتا رہا۔"[1]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

الجواب صحیح	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
مفتی فضیل رضا عطاری	ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری
	13 جمادی الاولی 1440ھ/20 جنوری 2019ء

فتویٰ 62:

مسافر امام اپنے مسافر ہونے کا اعلان کب کرے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر امام اپنے مسافر ہونے کا اعلان کب کرے؟ نماز شروع کرتے وقت یا نماز مکمل کرنے کے بعد؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسافر امام کو چاہیے کہ نماز شروع کرتے وقت اپنے مسافر ہونے کا اظہار کر دے اور شروع میں نہ کیا، تو نماز کے بعد یوں کہہ دے کہ اپنی نمازیں پوری کر لو میں مسافر ہوں، بلکہ شروع میں اظہار کر دیا ہو، تب بھی سلام کے بعد یہ کہہ دے اور اصح قول کے مطابق یہ بعد والا اعلان دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے گا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(وندب للامام) وفي شرح الإرشاد ينبغي أن يخبرهم

1... بہار شریعت، جلد1، صفحہ 385، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

قبل شروعه وإلا فبعد سلامه (أن يقول) بعد التسليمتين في الأصح «أتموا صلاتكم فإني مسافر)"(مسافر)امام کے لیے مستحب ہے کہ اصح قول کے مطابق دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد یوں کہے کہ اپنی نماز پوری کرلو کہ میں مسافر ہوں اور شرح ارشاد میں ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے لوگوں کو اپنے مسافر ہونے کی خبر دے دے ورنہ سلام پھیرنے کے بعد خبر دے دے۔[1]

رد المحتار میں ہے:" قوله (في الأصح) وقيل بعد التسليمة الأولى "شارح رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد (اصح قول کے مطابق)اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سلام کے بعد۔[2]

بہار شریعت میں ہے:" امام کو چاہیے کہ (نماز) شروع کرتے وقت اپنا مسافر ہونا ظاہر کر دے اور شروع میں نہ کہا، تو بعد نماز کہہ دے کہ اپنی نمازیں پوری کرلو میں مسافر ہوں اور شروع میں کہہ دیا ہے جب بھی بعد میں کہہ دے کہ جو لوگ اس وقت موجود نہ تھے انہیں بھی معلوم ہو جائے۔[3]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

20جمادی الاولی 1445ھ/05دسمبر 2023ء

1...تنویر الابصار ودر مختار مع رد المحتار، جلد02، صفحہ736، مطبوعہ کوئٹہ۔

2...رد المحتار، جلد02، صفحہ736، مطبوعہ کوئٹہ۔

3...بہار شریعت، جلد01، صفحہ749، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی۔

ماخذومراجع

کتاب کانام	مؤلف / مصنف کانام	مطبوعہ
قرآن کریم	کلام الٰہی عزوجل	
صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
سنن الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
شرح معانی الآثار مع نخب الافکار	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ	دار النوادر
شرح الزرقانی علی الموطاء	محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ	قاہرہ
الآثار لمحمد	امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
عمدۃ القاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	مصر
کشف المشکل من حدیث الصحیحین	امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی رحمۃ اللہ علیہ	دارالوطن، ریاض
میزان الاعتدال	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ	دارالمعرفۃ، بیروت

تقریب التہذیب	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	دارالرشید، سوریا
الاستذکار	ابو عمر ویوسف بن عبد اللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
توضیح تلویح	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ صبیح ، مصر
نور الانوار	علامہ احمد ابن ابی سعید حنفی المعروف بملا جیون رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
قمر الاقمار علی نور الانوار	علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
کتاب الاصل	امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ	بیروت
شرح سیر کبیر	شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمۃ اللہ علیہ	الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات
مبسوط للسرخسی	شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمۃ اللہ علیہ	دار احیاء التراث العربی
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
البنایہ شرح الھدایہ	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ	ملتان
منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ	وزارۃ الاَوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر

نور الایضاح والمراقی	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ	دار الخیر الاسلامیہ بیروت
امداد الفتاح	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ امین
الجوھرۃ النیرۃ	علامہ ابو بکر بن علی حداد رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
غنیہ المتملی	علامہ محمد ابراہیم بن حلبی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
غنیۃ المستملی	علامہ محمد ابراہیم بن حلبی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
حلبۃ المجلی	علامہ شمس الدین محمد بن محمد المعروف بہ ابن امیر حاج رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
درر شرح غرر	علامہ قاضی شہیر ملاّ خسرو حنفی رحمۃ اللہ علیہ	اولوا الالباب
خلاصۃ الفتاویٰ	علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
فتاویٰ قاضی خان	قاضی حسن بن منصور بن محمود اوزجندی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
عالمگیری	جماعۃ من علماء الہند	دار الکتب العلمیہ بیروت
المحیط البرھانی	علامہ ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ	ادارۃ التراث الاسلامی،

	بخاری رحمۃ اللہ علیہ	لبنان
کنز الدقائق	امام ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
بحر الرائق	علامہ زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
بدائع الصنائع	ملک العلماء امام علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ محمدیہ آباسین روڈ چمن
المختار علی ہامش الاختیار	امام عبد اللہ بن محمود الموصلی رَحِمَہُ اللہُ	دار الرسالۃ العالمیۃ
فتاویٰ تاتار خانیہ	علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
کفایہ	جلال الدین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
المحیط الرضوی	امام رضی الدین محمد بن محمد السرخسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی	علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
تنویر الابصار	علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد تمر تاشی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ

در مختار	محمد بن علی المعروف بعلاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
رد المحتار علی الدر المختار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ	کوئٹہ
جد الممتار	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ المدینہ کراچی
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ المدینہ کراچی
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ المدینہ کراچی
فتاویٰ امجدیہ	مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رضویہ کراچی
فتاویٰ مصطفویہ	مفتی اعظم ہند ابو البرکات محمد مصطفی رضا قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ	شبیر برادرز لاہور
نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ	فرید بک سٹال، لاہور
فتاویٰ نوریہ	مفتی نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ	بصیر پور
فتاویٰ فقیہ ملت	مولانا مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ	شبیر برادرز لاہور
نماز کے احکام	علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ	مکتبہ المدینہ کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیثِ پاک

بہارِ شریعت میں ہے: ”ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ سفر کی دو رکعتیں مقرر فرمائیں اور یہ پوری ہے، کم نہیں یعنی اگرچہ بظاہر دو رکعتیں کم ہو گئیں، مگر ثواب میں یہ دو ہی چار کے برابر ہیں۔“ (ابن ماجہ، الحدیث 1194)

(بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 740، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net